عوالی کے نام سے پکارا جاتا تھا اس لئے زیر نظر حدیث میں ان کے فاصلے کی متعلق وضاحت کی گئی ہے۔ یہ بعض عوالی مدینہ سے چار میل کے فاصلہ پر تھیں یہ فاصلہ آنے جانے کے لئے بھی مقرر کیا جائے تو بھی معلوم ہوتا ہے کہ نماز عصر ادا کرنے کے بعد آدمی چار میل سفر کرے تو اس کے بعد بھی سورج ابھی غروب ہونے کے مقابلے میں جس بلندی پر ہو تو اس وقت کی مقدار کو اس وقت کے لحاظ سے بیان کیا جائے تو یہ وقت دو اڑھائی گھنٹے سے کم نہیں بنتا لہٰذا اس کو پیش نظر رکھتے ہوئے فیصلہ کیا جائے تو زیادہ بہتر ہے احناف آج بھی اپنی مساجد میں اکثر و بیشتر اسی پر عمل پیرا ہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ، ابراہیم نخعی رحمہ اللہ اور محمد بن سیرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عصر کی نماز مثلین کے بعد مؤخر کرکے پڑھنا بہتر ہے۔ امام شافعی، عبداللہ بن المبارک رحمہ اللہ، احمد بن حنبل رحمہ اللہ اور اسحاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صلوٰۃ عصر میں تعجیل بہتر ہے۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی دلیل: ترمذی (ص ۲۳، ج ۱) میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کان رسول اللہ ﷺ اشد تعجیلا للظھر منکم وانتم اشد تعجیلا للعصر منہ۔ اس سے پتہ چلا کہ نبی کریم ﷺ صلوٰۃ تعجیل سے نہیں پڑھتے تھے بلکہ تاخیر سے پڑھتے تھے۔

دلیل: فتح الملہم (ص ۱۹۲ ج ۲) میں ابن شیبہ رحمہ اللہ کے حوالے سے روایت نقل کی گئی اور لکھا ہے کہ یعنی آپ ﷺ نے نماز عصر پڑھائی کہ تیزی سے چلنے والا سوار غروب آفتاب سے پہلے ذی الحلیفہ پہنچ سکتا تھا۔ ذوالحلیفہ مدینہ سے تقریباً چھ میل ہے۔

دلیل: دار قطنی (ص ۹۳ ج ۱) مستدرک (ص ۹۱۲ ج ۱) میں روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ مسجد کوفہ میں تشریف فرما تھے۔ ان کو مؤذن قبیلہ بنوکلب کا ایک آدمی تھا۔ عصر کی اذان کے بعد بھری مجلس میں اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ حضرت نماز کا وقت ہو گیا ہے فرمایا: اجلس تھوڑی دیر بعد پھر وہ اٹھا۔ پھر فرمایا اجلس پھر فرمایا۔ ان ھذا الکلب یعلمنا بالسنۃ (کیا) ہم اس سے بہتر سنت کو سمجھتے ہیں۔

دیگر ائمہ کی دلیل: ترمذی (ص ۲۳ ج ۱) میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے صلی رسول اللہ ﷺ العصر والشمس فی حجرتھا لم یظھر الفیء من حجرتھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ عصر کی نماز جلدی نہ پڑھتے تھے

جواب: علامہ عینی رحمہ اللہ عمدۃ القاری میں بحوالہ امام طحاوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ آپ ﷺ کے حجرہ کی دیواریں پست تھیں اس میں سورج دیر تک رہتا تھا یعنی غروب شمس سے پہلے تک۔ شاہ صاحب رحمہ اللہ العرف الشذی میں لکھتے ہیں کہ الحجرۃ بناء غیر مسقف والبیت ھو البناء المسقف۔

دلیل: مسلم وغیرہ میں روایت ہے کہ صلوٰۃ عصر کے بعد اونٹ ذبح کر کے اس کے حصے بنا

کر کے شام سے پہلے بھون کر کھانے والے کھا لیتے تھے۔

جواب: مثلین کے بعد بھی جس کو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ وقت مستحب کہتے ہیں یہ ساری کارروائی ممکن ہے۔

دلیل: بخاری وغیرہ کی روایت میں ہے کہ صلوٰۃ عصر پڑھ کر غروب آفتاب سے پہلے صحابہ عوالی مدینہ میں پہنچ جاتے تھے۔

جواب: نیل الاوطار میں قاضی شوکانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ دو سے آٹھ میل تک عوالی تھے اس کی تفصیل نہیں کہ جانے والے سوار ہوتے یا پیدل، بوڑھے ہوتے یا جوان قریب کے عوالی میں جاتے تھے۔ اگر چار یا پانچ میل بھی ہوں تب بھی بخوبی انسان وقت مستحب کے بعد جا سکتا ہے۔

السوال الثاني (ب) ...... و عن سفیان بن ابی زھیر قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول تفتح الیمن فیاتی قوم یبسون فیتحملون باھلیھم و من اطاعھم و المدینۃ خیر لھم لو کانوا یعلمون و یفتح الشام فیاتی قوم یبسون فیتحملون باھلیھم و من اطاعھم و المدینۃ خیر لھم لو کانوا یعلمون و عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ امرت بقریۃ تاکل القری یقولون یثرب و ھی المدینۃ تنفی الناس کما ینفی الکیر خبث الحدید.

(۱) دونوں حدیثوں کا مطلب خیز ترجمہ کیجئے۔ (۲) دونوں حدیثوں پر اعراب لگائیے۔ (۳) دونوں حدیثوں کا مفہوم اور مقصد واضح کیجئے۔

الجواب الثاني (ب) اس سوال میں تین امور حل طلب ہیں

① ترجمہ۔ ② اعراب۔ ③ حدیثوں کا مفہوم اور مقصد۔

(۱) **ترجمہ:** "اور حضرت سفیان بن ابو زہیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے سنا رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے تھے۔ جب یمن فتح ہو جائے گا تو ایک ایسا گروہ آئے گا جو آہستہ رو ہوگا۔ (یعنی مدینہ میں کچھ ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو محنت و مشقت سے دور رہ کر دنیا کی راحت و آرام کے طالب ہوں گے) چنانچہ وہ لوگ اپنے اہل و عیال کے ساتھ مدینہ سے چلے جائیں گے۔ حالانکہ مدینہ ان کے لئے بہتر جگہ ہوگی اگر وہ (مدینہ کے بہتر ہونے کو) جانیں (تو مدینہ کو نہ چھوڑیں) جب شام فتح ہوگا تو ایک گروہ آئیگا۔ جو آہستہ رو ہوگا چنانچہ وہ لوگ اپنے اہل و عیال کے ساتھ مدینہ سے چلے جائیں گے حالانکہ مدینہ ان کے لئے بہتر جگہ ہوگی اگر وہ جانیں (تو مدینہ کو نہ چھوڑیں)"

"اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے ایک ایسی بستی کی طرف ہجرت کا حکم دیا گیا ہے جو تمام بستیوں پر غالب رہتی ہے اور اس بستی کو لوگ یثرب

www.Bhalli.Info

کہتے ہیں اور (وہ مدینہ ہے جو برے آدمیوں کو اس طرح نکال دیتا ہے جس طرح بھٹی لوہے کے میل کچیل کو نکال دیتی ہے"۔

☆ (۲) اعراب: وَ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ أَبِي زُهَيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ يُفْتَحُ الْيَمَنُ فَيَأْتِي قَوْمٌ يُبِسُّوْنَ فَيَتَحَمَّلُوْنَ بِأَهْلِيْهِمْ وَ مَنْ أَطَاعَهُمْ وَ الْمَدِيْنَةُ خَيْرٌ لَّهُمْ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ وَ يُفْتَحُ الشَّامُ فَيَأْتِي قَوْمٌ يُبِسُّوْنَ فَيَتَحَمَّلُوْنَ بِأَهْلِيْهِمْ وَ مَنْ أَطَاعَهُمْ وَ الْمَدِيْنَةُ خَيْرٌ لَّهُمْ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ وَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ أُمِرْتُ بِقَرْيَةٍ تَأْكُلُ الْقُرَى يَقُوْلُوْنَ يَثْرِبُ وَ هِيَ الْمَدِيْنَةُ تَنْفِي النَّاسَ كَمَا يَنْفِي الْكِيْرُ خَبَثَ الْحَدِيْدِ

☆ (۳) مفہوم و مقصد: یہ آپ ﷺ نے مدینہ کے کچھ لوگوں کے بارے میں پیشین گوئی فرمائی ہے کہ جب مذکورہ بالا ممالک مسلمانوں کے ہاتھوں فتح ہو جائیں گے تو وہ لوگ مدینہ کی زندگی سے اکتا کر طلب معاش اور دنیا کے فانی فائدوں اور آسائشوں کی خاطر اس مقدس دیار کو چھوڑ کر ان ممالک میں جا بسیں گے۔ حالانکہ ہر اعتبار سے مدینہ ان کے لئے سب سے بہتر ہوگی۔ اگر وہ اس حقیقت کو جان لیں اور دنیا و آخرت کی سعادت و بھلائی ان کے پیش نظر رہے تو مدینہ کو نہ چھوڑیں۔

"جو تمام بستیوں پر غالب رہتی ہے" کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ مدینہ میں رہتے ہیں وہ دوسرے لوگوں پر غالب رہتے ہیں اور دوسرے شہروں کو فتح کرتے ہیں۔ چنانچہ تاریخی طور پر اس عظیم الشان شہر کی یہ خصوصیت ثابت ہے کہ مدینہ میں آ کر بسنے والے دوسروں پر غالب اور بیشتر شہروں کے فاتح رہے ہیں۔ پہلے قوم عمالقہ آ کر شہر میں آباد ہوئی اس نے غلبہ حاصل کیا اور کتنے ہی شہروں اور علاقوں کو فتح کیا پھر یہود آئے تو وہ عمالقہ پر غالب ہوئے پھر انصار پہنچے تو انہوں نے یہودیوں پر اقتدار قائم کیا۔ یہاں تک کہ جب سرکار دو عالم ﷺ اور مہاجرین کرام رضی اللہ عنہم نے اس شہر کو مسکن بنایا تو ان کو جس طرح غلبہ حاصل ہوا اور جس طرح انہوں نے مشرق سے لے کر مغرب تک پورے عالم کو اپنے زیر اثر کیا وہ سامنے کی بات ہے۔

اس شہر کا نام پہلے یثرب اور اثرب تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ ہجرت فرما کر یہاں تشریف لائے تو آپ ﷺ نے اس شہر کی مدنیت اور کثرت آبادی کے پیش نظر اس کا نام "مدینہ" رکھا۔ نیز آپ ﷺ نے حکم دیا کہ آئندہ اس شہر کو یثرب نہ کہا جائے، کیونکہ اول تو یہ زمانہ اسلامی سے قبل کا نام تھا جس سے عہد جاہلیت کی بو آتی تھی، دوسرے یہ کہ معنوی طور پر بھی یہ نام بالکل نامناسب تھا اس لئے کہ یثرب کے معنی ہیں "ہلاک و فساد" نیز یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یثرب ایک بت یا ایک بڑے ظالم شخص کا نام تھا۔ بخاری نے اپنی تاریخ میں ایک روایت نقل کی ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ جو شخص ایک مرتبہ

یثرب کہے تو اسے چاہیے کہ دس مرتبہ مدینہ کہے تاکہ اس (مقدس شہر کا ممنوع نام لینے کا تدارک اور تلافی ہو جائے) نیز ایک روایت یہ ہے کہ جو شخص یثرب کہے وہ استغفار کرے۔

برے آدمیوں سے مراد اہل کفر و شرک ہیں جو اسلام کا غلبہ ہو جانے کے بعد اس شہر سے نکال دیئے گئے تھے۔ چنانچہ کفار و مشرکین پر اس شہر کے دروازے ہمیشہ کے لئے بند کر دیئے گئے ہیں۔

السوال الثالث (الف) ...... متصل، مسند، منقطع معلق، معضل، مرسل اور مدلس میں سے ایک ہر ایک کی تعریف قلمبند کیجئے۔

الجواب الثالث (الف) اس سوال میں ایک امر حل طلب ہے

(۱) متصل، مسند، منقطع معلق، معضل، مرسل اور مدلس کی تعریف:

متصل: اصطلاح محدثین میں اس سے مراد وہ حدیث ہے جس کی سند ملی ہوئی ہو۔ روایت خواہ مرفوع ہو یا موقوف۔ اس کا دوسرا نام "الموصول" بھی ہے۔

مسند: لغت کے اعتبار سے یہ "اسند" فعل سے اسم مفعول ہے۔ جس کا معنی "نسبت کرنا" ہے۔ اصطلاح محدثین میں اس سے مراد وہ حدیث ہے جو نبی علیہ السلام کی طرف منسوب اور اس کی سند متصل ہو۔

منقطع: اتصال کے بالمقابل انقطاع مصدر سے اسم فاعل "منقطع" بنا ہے۔ اصطلاحاً وہ حدیث جس کی سند متصل نہ ہو، اور انقطاع کی صورت خواہ کوئی ہو اسے منقطع کہتے ہیں۔ یعنی ہر وہ سند جس میں راوی روایت کسی بھی مقام سے کسی بھی طور پر متصل نہ رہے "منقطع" کہلائے گی۔

معلق: یہ لفظ علق فعل سے مفعول ہے۔ بمعنی "لٹکانا"۔ کہتے ہیں عالق الشیء بالشیء اس نے ایک چیز کو دوسری سے لٹکا دیا، باندھ دیا۔ حدیث کی اس نوع کو معلق کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کی سند اوپر کی جانب سے (یعنی جس طرف صحابی ہوتا ہے) متصل مگر دوسری جانب سے منقطع ہوتی ہے گویا یہ سند اس چیز کی مانند ہوگی جو کسی چھت کے ساتھ لگی یا بندھی ہوئی ہو۔ اصطلاحاً اس کی تعریف یوں کی جاتی ہے: جس حدیث کی ابتداء سند سے ایک یا زیادہ راوی اکٹھے ہی حذف کر دیئے گئے ہوں، معلق کہلاتی ہے۔

معضل: یہ لفظ اعضل فعل سے اسم مفعول ہے۔ اعضلہ کا معنی ہے۔ ایک نے دوسرے کو عاجز کر دیا، مشکل میں ڈال دیا۔ اصطلاحاً وہ حدیث جس کی سند میں سے دو یا زیادہ راوی یکے بعد دیگرے ایک ہی جگہ سے ساقط ہوں، معضل کہلاتی ہے۔

مرسل: یہ لفظ ارسل فعل سے اسم مفعول ہے جس کا معنی ہے "چھوڑ دینا" گویا حدیث بیان کرنے والے نے سند کو ویسے ہی چھوڑ دیا اور کسی معین و معروف راوی کے ساتھ اسے مقید نہیں کیا۔

www.Bhalli.Info

اصطلاحاً اس کی تعریف یہ ہے: "هو ما سقط من آخر اسناده من بعد التابعي" "یعنی وہ حدیث جس کی سند کے آخر سے تابعی کے بعد والا راوی ساقط ہو" (نزهة النظر ص ۴۳)

مدلس: عربی زبان میں "تدلیس" عیب چھپانے کو کہتے ہیں۔ بالخصوص جب فروخت کنندہ خریدار سے اپنے مال کا عیب چھپائے۔ یہ لفظ "دلس" سے لیا گیا ہے۔ اس کا مفہوم "اندھیرے" "اندھیرے کا اختلاط" ہوتا ہے۔ احادیث کی یہ نوع اسی لیے اس نام سے موسوم کی گئی ہے کہ گویا کسی نے طالب حدیث سے اس کا عیب چھپا لیا، اور اس کی حقیقت کو اندھیرے اور خفا میں رکھا، روایت مدلس ہوگئی۔

السوال الثالث (ب) ...... (۱) جرح مفسر و تعدیل مفسر، جرح مبہم و تعدیل مبہم کی تعریف کیجئے۔ (۲) مذکورہ اقسام کی قبولیت وعدم قبولیت کی تفصیل ذکر کیجئے۔ (۳) جرح مفسر و تعدیل مفسر کے مقبول ہونے کی مشترکہ شروط تحریر کیجئے۔

الجواب الثالث (ب) اس سوال میں تین امور حل طلب ہیں

① جرح مفسر و تعدیل مفسر، جرح مبہم و تعدیل مبہم کی تعریف۔ ② مذکورہ اقسام کی قبولیت وعدم قبولیت کی تفصیل۔ ③ جرح مفسر و تعدیل مفسر کے مقبول ہونے کی مشترکہ شروط۔

☆ (۱) جرح مفسر و تعدیل مفسر، جرح مبہم و تعدیل مبہم کی تعریف:

راوی کے اوصاف وخصائل کی تحقیق کے بعد اس کے ان عیوب کا اظہار کرنا جو اس کی روایت کے قبول میں حارج ہوں جرح (یا طعن) کہلاتا ہے۔

تعدیل کے لفظی معنی ہیں عادل ٹھہرانا اصطلاح میں روای کے اوصاف وخصائل کی تحقیق کے بعد یہ بتانا کہ راوی عادل ہے، تعدیل کہلاتا ہے۔

جرح و تعدیل مبہم وہ ہے جس میں کوئی سبب جرح و تعدیل کا راوی میں مذکور نہ ہو۔ جرح و تعدیل مفسر وہ ہے جس میں کوئی سبب جرح و تعدیل کا راوی میں مذکور ہو۔

☆ (۲) مذکورہ اقسام کی قبولیت وعدم قبولیت کی تفصیل:

جرح مفسر و تعدیل مفسر دونوں بالاتفاق مقبول ہیں البتہ جرح مبہم و تعدیل مبہم کے مقبول ہونے میں بعض کا اختلاف منقول ہے اور صحیح یہی ہے کہ جرح مبہم بالکل غیر مقبول اور تعدیل مبہم مقبول ہے۔

☆ (۳) جرح مفسر و تعدیل مفسر کے مقبول ہونے کی مشترکہ شروط

مشترکہ شروط یہ ہیں کہ جرح کنندہ و تعدیل کنندہ میں مندرجہ ذیل امور کا پایا جانا ضروری ہے۔ علم، تقویٰ، ورع، صدق، عدم تعصب، معرفت اسباب۔ جرح کنندہ غیر متعصب ہونے کے ساتھ متعنت و متشدد بھی نہ ہو (خیر الاصول)

الورقة الثالثة .في الحديث واصوله ..وفاق المدارس العربية باكستان ..شعبان ۱۴۲۸ھ
الاختبار السنوي للمرحلة العالية ...... للبنات ...... مجموع الدرجات ۱۰۰ ...... الوقت ۳ ساعات
ملاحظة: اجب عن احد الشقين من كل سوال فقط ان اجبت بالعربية الفصحى تستحق عشر درجات

السوال الاول (الف) ...... و عن ابی هريرةؓ قال قال رسول الله ﷺ الايمان بضع و سبعون شعبة فاضلها قول لا اله الا الله و ادناها اماطة الاذى عن الطريق و الحياء شعبة من الايمان.

(۱) حدیث شریف کا ترجمہ کر کے اعراب لگائیے۔ (۲) بضع کا اطلاق کتنے عدد پر ہوتا ہے (۳) اس روایت میں بضع وسبعون کا لفظ ہے بعض میں بضع ستون کا لفظ ہے بعض میں بضع وستون بعض میں سب وسبعون او سبع وسبعون اور بعض میں بضع وستون او بضع وسبعون مختلف الفاظ وارد ہیں اس تعارض کو دور کرتے ہوئے مختلف روایات میں تطبیق ذکر کیجئے۔ (۴) حیاء کے لغوی اور اصطلاحی معنی پر نوٹ تحریر کیجئے۔ (۵) حیاء کی قسمیں تحریر فرمایئے۔

الجواب الاول (الف) اس سوال میں پانچ امور حل طلب ہیں

① ترجمہ و اعراب۔ ② بضع کا اطلاق۔ ③ اس روایت میں بضع وسبعون کا لفظ میں رفع تعارض و تطبیق بعض میں بضع سبعون کا لفظ ہے بعض میں بضع وستون۔ ④ حیاء کا لغوی و اصطلاحی معنی۔ ⑤ حیاء کی قسمیں

① (۱) ترجمہ: "اور سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایمان کی شاخیں ستر سے بھی کچھ زیادہ ہیں جن میں اعلیٰ درجہ کی شاخ زبان و دل سے اس بات کا اقرار ہے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور سب سے کم درجہ کی شاخ کسی تکلیف دینے والی چیز کو راستے سے ہٹا دینا ہے اور شرم وحیا بھی ایمان کی ایک شاخ ہے"

اعراب: وَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اَلْاِیْمَانُ بِضْعٌ وَّ سَبْعُوْنَ شُعْبَةً فَاَفْضَلُهَا قَوْلُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَ اَدْنَاهَا اِمَاطَةُ الْاَذٰى عَنِ الطَّرِيْقِ وَ الْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْاِيْمَانِ۔

② (۳) روایت میں رفع تعارض و تطبیق: بضع و ستون:

بضع کا لفظ کسور پر اطلاق کیا جاتا ہے یعنی عقود کے درمیان جو کسور ہوتے ہیں ان کو بضع سے تعبیر کیا جاتا ہے بعض نے تین سے لے کر دس تک اور بعض نے ایک سے لے کر دس تک کا کہا ہے۔ اب تعارض یہ ہے کہ اس جگہ تو ستون کا لفظ ہے اور بعض روایات میں سبعون کا ہے۔ اور بعض میں کچھ اور ہے تو اس کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ ستون و سبعون سے حصر مراد نہیں بلکہ کثرت مراد ہے لہٰذا تعارض نہ رہا۔ شعبہ شاخ کو پھر راستہ اور درختوں کی شاخ کو کہتے ہیں۔ ایمان کے شعبے بہت ہیں جن

www.Bhalli.Info

سے مراد ایمان کے خصائل ہیں جس طرح کفر کے خصائل ہوتے ہیں اس طرح ایمان کے بھی
ہیں بلکہ نفاق کے بھی خصائل ہیں۔الحیاء کے معنی انکسار اور انفعال نفس کے ہیں۔ جو مخافت ذم
عذاب کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ حیاء کی وجہ سے اس فعل کو ترک کر
ہے۔حیاء کو ایمان کا شعبہ اس لئے کہا گیا کہ حیاء من اللہ میں جمیع امور غیر مرضیہ عند اللہ کو ترک
حیاء من الناس میں خلاف انسانیت امور کو ترک کرنا ہوتا ہے۔

بضع وستون: اور دوسری حدیث میں بضع وسبعون آیا ہے۔اس کا بعض حضرات
جواب دیا کہ مفہوم عدد کا اعتبار نہیں کثرت مراد ہے اور بعض نے یہ جواب دیا ہے کہ چونکہ
ﷺ پر بار باروحی نازل ہوئی تھی۔تو بعد میں اضافہ ہوتا رہا۔ بہر حال یہ حدیث ایمان کی
دلالت کرتی ہے۔اور مولانا زکریا رحمہ اللہ کی رائے کے مطابق اس حدیث سے یہ معلوم ہوا
امور خمسہ میں منحصر نہیں۔اور اس حدیث کے بعض طرق میں افضلها قول لا الله الا الله و
ماطة الاذى عن الطريق ۔وارد ہوا ہے۔حضرات صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ ادنیٰ سے مراد
نہیں بلکہ ادنیٰ اقرب کے معنی میں ہے اور اذی سے مرد نفس اور اس کی شہوات ہیں۔مطلب یہ
طریق تزکیہ سے نفس کو ہٹا دینا اقرب ایمان ہے۔

☆(۲) حیا کا معنی: حیاء کا لغوی معنی ہے تغیر وانکسار جو انسان کو ایسی چیز سے پیش
جس سے عیب لگ جانے کا اندیشہ ہو اور حیاء کا شرعی معنی ہے خلق يبعث الانسان على اجتناب
القبيح ويمنع من التقصير في حق ذي الحق. یعنی وہ ملکہ جو حرکات قبیحہ سے بچنے پر انسان کو
برانگیختہ کرتا ہے اور صاحب حق کے حق میں کوتاہی کرنے سے روکتا ہے۔

☆(۳) حیاء کی قسمیں: حیا کی دو قسمیں ہیں ایک طبعی دوسری عقلی جس حیاء کو ایمان کے
شعب میں شمار کیا گیا ہے اس سے عقلی حیاء مراد ہے جو مقصد ہے مطلب یہ ہوا کہ ایک تو
ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کیا گیا ہے۔وہ تو وہی ہے۔دوسرا یہ ہے کہ اس حیاء کے مقتضیٰ
عمل کرے۔تو وہ حیاء عقلی ہوگا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ حیاء ابتداء تو فطری ہوتی ہے اور انتہا کسبی
جاتی ہے۔تیسرا جواب یہ ہے کہ یہاں حیاء سے اس کے ثمرات اور نتائج مراد ہیں اور وہ اختیاری
تو پہلے جواب میں حیاء کی دو قسمیں بتائی گئی تھیں اس جواب میں ثمرات اور نتائج مراد لئے گئے۔

السوال الاول (ب)...... و عن البراء بن عازب قال امرنا النبي ﷺ بسبع و نهانا عن
سبع امرنا بعيادة المريض و اتباع الجنائز و تشميت العاطس و رد السلام و اجابة
الداعي و ابرار المقسم و نصر المظلوم و نهانا عن خاتم الذهب و عن الحرير و
الاستبرق و الديباج و الميثرة الحمراء و القسي و انية الفضة.

(۱) حدیث کا سلیس ترجمہ کیجئے۔(۲) حدیث پر اعراب لگائیے۔(۳) حدیث میں مذکورہ
الفاظ کی تشریح کرتے ہوئے ان کا حکم بھی تحریر کیجئے۔

الجواب الاول (ب) اس سوال میں تین امور حل طلب ہیں
(۱) ترجمہ۔(۲) اعراب۔(۳) حدیث میں مذکورہ الفاظ کی تشریح کرتے ہوئے ان کا حکم بھی تحریر کیجئے۔
(۱،۲) کا حل پرچہ ۱۴۲۳ھ میں ملاحظہ فرمائیں۔

☆(۳) مذکورہ الفاظ کی تشریح و حکم:
"قسم کھانے والے کی قسم پوری کرنے" کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی پیش آنے والی
بات کے بارے میں قسم کھائے اور تم اس کی قسم پوری کرنے پر قادر ہو اور اس میں کوئی گناہ بھی نہ ہو تو
تمہیں اس کی قسم پوری کرنی چاہیے مثال کے طور پر کوئی شخص تمہیں مخاطب کرتے ہوئے قسم کھائے کہ
میں تم سے جدا نہیں ہوں گا جب تک کہ تم فلاں کام نہ کرو پس اگر تم اس کام کے کرنے پر قادر ہو تو وہ
کام کر دو تاکہ اس کی قسم نہ ٹوٹے۔
بعض حضرات فرماتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کو یہ قسم دلائے کہ تمہیں خدا
کی قسم تم یہ کام کرو تو اس شخص کے لئے مستحب ہے کہ وہ پروردگار کے نام کی تعظیم کی خاطر وہ کام
کرے اگرچہ واجب نہیں ہے۔
"مظلوم کی مدد کرنا" کی تشریح میں علماء لکھتے ہیں۔کہ مظلوم کی مدد کرنا واجب ہے اور اس کے
حکم میں مسلمان اور ذمی دونوں برابر کے شریک ہیں یعنی جس طرح ایک مظلوم مسلمان کی مدد کرنا
واجب ہے اسی طرح اس مظلوم کافر (ذمی) کی مدد کرنا بھی واجب ہے جو اسلامی ریاست کا تابعدار
شہری بن کر رہتا ہو اور جزیہ (ٹیکس) ادا کرتا ہے پھر مدد بھی عام ہے اگر انسانی مدد کی ضرورت ہو
تو زبان وقول سے مدد کی جائے اور فعلی مدد کی ضرورت ہو تو فعل وعمل کے ذریعہ مدد کی جائے۔
"میثرہ" اس زین پوش کو کہتے ہیں جس میں روئی بھری ہوئی ہوتی ہے اور اسے گھوڑے وغیرہ
کی سواری کی زین ڈال کر اس پر بیٹھتے ہیں۔اسے "نمدزین" بھی کہتے ہیں دنیا داروں کی عادت ہے
کہ وہ اس زین پوش کو از راہ تکبر ورعونت حریر ودیباج وغیرہ سے بناتے ہیں اس کا حکم یہ ہے کہ اگر وہ
زین ریشم کا ہو تو خواہ کسی بھی رنگ کا ہو حرام ہے ہاں اگرچہ حریر کا نہ ہو مگر سرخ رنگ ہو تو اس کا
استعمال مکروہ ہے اگر سرخ رنگ کا نہ ہو تو اس کے استعمال میں کوئی مضائقہ نہیں۔
"قسی" ایک کپڑے کا نام تھا جو ریشم اور کتان سے بنا جاتا تھا اور "قس" کی طرف منسوب تھا
جو مصر کے ایک علاقہ کا نام ہے حدیث میں چاندی کے برتن استعمال کرنے سے منع فرمایا گیا ہے اسی
طرح سونے کے برتن کا استعمال بھی ممنوع ہے بلکہ سونے کے برتن استعمال کرنا چاندی کے برتن

www.Bhalli.Info

استعمال کرنے سے بھی زیادہ گناہ ہے اس حدیث مبارکہ میں جن چیزوں سے منع کیا جارہا ہے ان کا تعلق صرف مردوں سے ہے عورتوں سے نہیں ہے ہاں چاندی سونے کے برتن کے استعمال کی ممانعت مردوعورت دونوں کے لئے یکساں حیثیت رکھتی ہے۔

السوال الثانی (الف) ...... و عن جابر بن سمرة ان رجلا سأل رسول الله ﷺ أ نتوضاء من لحوم الغنم قال ان شئت فتوضاء و ان شئت فلا تتوضاء قال ا نتوضاء من لحوم الابل قال نعم فتوضاء من لحوم الابل قال اصلي في مرابض الغنم قال نعم قال اصلي في مبارك الابل قال لا.

(۱) حدیث کا بامحاورہ ترجمہ کیجئے۔(۲) حدیث پر اعراب لگائیے۔(۳) مسئلہ وضوء من الکل لحم الابل میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے اس پر مدلل روشنی ڈالیے۔(۴) مرابض الغنم میں نماز کی اجازت اور مبارک الابل میں نماز کی ممانعت کی وجوہات تحریر کیجئے۔

الجواب الثانی (الف) اس سوال میں چار امور حل طلب ہیں

① ترجمہ۔② اعراب۔③ مسئلہ وضوء من اکل لحم الابل میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے۔
④ مرابض الغنم میں نماز کی اجازت اور مبارک الابل میں نماز کی ممانعت کی وجوہات۔

☆ (۲،۱) کا حل پرچہ ۱۴۳۰ھ میں ملاحظہ فرمائیں۔

☆ (۳) اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو:

زیرنظر حدیث سے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے یہی نتیجہ اخذ کیا ہے کہ جب حدیث کے ظاہر الفاظ بتارہے ہیں کہ اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو کرنا چاہئے اور یہ بھی کہ آپ ﷺ نے اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ تو اب اس کی توجیہ کی کوئی ضرورت نہیں۔ لیکن امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اور دوسرے بہت سے فقہاء نے اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو ضروری نہیں بتایا اور حدیث کا مفہوم یہ بیان کیا ہے کہ اس سے ہاتھ منہ دھونا مراد ہے نہ کہ مکمل وضو کیونکہ بعض اوقات صرف کلی کرنے اور بعض اوقات ہاتھ منہ دھونے پر وضو کا لفظ بولا گیا ہے۔

جن حضرات نے اونٹ کا گوشت کھانے پر وضو ضروری قرار دیا ہے اور وضو سے مراد مکمل وضو لیا ہے انہوں نے حدیث کے ظاہری الفاظ پر انحصار کرتے ہوئے یہ فتویٰ دیا ہے کہ وضو سے صرف کلی یا منہ ہاتھ دھونا جن لوگوں نے مراد لیا ہے۔ انہوں نے یہ توجیہ پیش کی ہے کہ اونٹ کے گوشت میں بساندھ اور چکنائی زیادہ ہوتی ہے اس لیے اس کے کھانے کے بعد جس وضو کا ذکر ہے اس سے ہاتھ منہ دھونا ہی مراد ہے تاکہ گوشت کی بساندھ اور چکنائی کو ختم کردیا جائے جس کو طبیعت کی نظافت پسند نہیں کرتی۔

اونٹ کے گوشت بارے فقہاء کا اختلاف: امام احمدؒ بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ اگرچہ وضو مماست النار کے قائل نہیں لیکن وضو من لحوم الابل کو واجب کہتے ہیں خواہ اس کا اہل بغیر پکانے کے کیوں نہ ہو، امام شافعی کا قول قدیم بھی یہی ہے، جمہور کا مسلک یہاں بھی یہ ہے کہ وضو من لحوم الابل واجب نہیں، اور حدیث باب میں وضو سے مراد ہاتھ منہ دھونا ہے اور کی امر استحباب کے لئے ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ خاص طور سے لحوم الابل ابل پر یہ حکم کس وجہ سے لگایا گیا؟ اس کا جواب حضرت شاہ ولی اللہؒ نے یہ دیا کی دراصل اونٹ کا گوشت بنی اسرائیل کے لئے حرام کردیا گیا تھا لیکن امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والتسلیمات کے لئے جائز کردیا گیا۔ لہٰذا اباحت کے شکرانہ کے طور پر وضو کو مشروع و مستحب کیا گیا۔ نیز لحوم و البان ابل (اونٹ کے گوشت و دودھ) میں دسومت اور بو زیادہ ہوتی ہے اس لئے اس کے بعد وضو کرنا مستحب قرار دیا گیا۔

☆ (۴) بکریوں اور اونٹوں کے باڑہ میں نماز: کہ اونٹوں کے باندھنے کی جگہ پر نماز ادا کرنا منع ہے اس لیے کہ اونٹ ایسے جانور ہیں کہ جب اکٹھے ایک جگہ پر رکھے جائیں تو آپس میں شرارتیں کرتے رہتے ہیں اور نمازی ان کی شرارتوں سے متاثر نہ ہو۔ اس کے برخلاف بکریاں چونکہ شریف جانور ہیں لہٰذا ان کے باندھنے کی جگہ اگر نمازی نماز ادا کریگا تو اسے کسی قسم کا خطرہ نہیں ہے اس لیے آپ ﷺ نے بکریوں کے باڑے میں نماز ادا کرنے سے منع نہیں فرمایا۔ لیکن اس جگہ یاد رکھنے کی بات یہ ہے کہ اس اجازت کا مطلب یہ نہیں کہ بکریوں کے باڑے میں نجاست پڑی ہونے کے باوجود وہ جگہ نماز ادا کرنے سے مانع نہیں ہوتی۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ بکریوں کے باڑے میں کوئی صاف جگہ موجود ہو تو وہاں نماز ادا کی جاسکتی ہے۔

السوال الثانی (ب) ...... و عن ابن عمر قال قال رسول الله ﷺ من استفاد مالا فلا زكوة فيه حتى يحول عليه الحول. رواه الترمذی و ذكر جماعة انهم وقفوه علی ابن عمر،

(۱) حدیث شریف کا ترجمہ کرکے اعراب لگائیے۔(۲) مال مستفاد کی تفسیر پر قلم کیجئے۔(۳) مال مستفاد کی اقسام اور ان کا حکم مفصل اور مدلل لکھئے۔

الجواب الثانی (ب) اس سوال میں تین امور حل طلب ہیں

① ترجمہ و اعراب۔② مال مستفاد کی تفسیر۔③ مال مستفاد کی اقسام و حکم۔

☆ (۱) ترجمہ: اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا "جس کسی کو مال حاصل ہوا تو اس پر اس وقت تک زکوۃ واجب نہیں ہوتی جب تک کہ اس ایک سال نہ گذر جائے" امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس روایت کی نقل کیا ہے اور ایک جماعت کے بارے

www.Bhalli.Info

میں کہا ہے کہ اس نے اس حدیث کو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما پر موقوف کیا ہے"۔

اعراب: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنِ اسْتَفَادَ مَالًا فَلَا زَكٰوةَ فِيْهِ حَتّٰى يَحُوْلَ عَلَيْهِ الْحَوْلُ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ ذَكَرَ جَمَاعَةً اَنَّهُمْ وَقَفُوْهُ عَلَى ابْنِ عُمَرَ.

☆(۲) **مال مستفاد کی تفسیر:** ابن ملک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ کسی شخص پر مال کی وجہ سے زکوۃ فرض ہو اور سال کے درمیان اسے کچھ مزید مال پہلے سے موجود مال ہی کی جنس سے (مثلاً پہلے سے بکریاں موجود ہوں تو بکریاں ہی یا پہلے سے گائیں موجود ہوں تو گائیں ہی) ملے تو بعد میں حاصل ہونے والے اس مال پر اس وقت تک زکوۃ واجب نہیں ہوگی جب تک کہ اس مال پر پورا سال نہ گذر جائے چنانچہ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کا یہی مسلک ہے۔

لیکن حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اصل مال ہی پر پورا سال گزر جانا کافی ہے بعد میں حاصل ہونے والے مال پر پورے سال گزریا نہ گزرے زکوۃ مجموعہ مال پر واجب ہو جائے گی۔

اس اختلاف کو مثال کے طور پر یوں سمجھے کہ مثلاً ایک شخص کے پاس اسی بکریاں ہیں جن پر ابھی چھ مہینے ہی گزرے تھے کہ پھر اسے اکتالیس بکریاں حاصل ہو گئیں چاہے تو انہیں اس نے خرید لیا ہو چاہے اسے وراثت میں حاصل ہونے کے وقت سے ایک سال پورا ہو جائے گا۔ تو زکوۃ واجب ہوگی۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ اور ان کے ساتھ ہی حضرت امام احمد رحمہ اللہ کا یہی مسلک ہے مگر حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور ان کے ساتھ حضرت امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک وہ مال مستفاد (جو بعد میں حاصل ہوا ہے) (یعنی پہلے سے موجود مال) کے تابع ہوگا۔ جب پہلے سے موجود اسی بکریوں پر ایک سال گذر جائے گا۔ تو مجموعہ بکریوں پر زکوۃ میں دو بکریاں نکالنا واجب ہو جائے گا۔ کیونکہ بکریوں کی زکوۃ کا نصاب چالیس ہے یعنی چالیس سے کم بکریوں پر زکوۃ واجب نہیں۔ بلکہ چالیس سے ایک سو بیس کی تعداد پر ایک بکری واجب ہوتی ہے۔ جب تعداد ایک سو اکیس ہو جاتی ہے تو دو بکریاں واجب ہو جاتی ہے لہذا مذکورہ بالا صورت پہلے اور بعد کی بکریوں کی مجموعی تعداد چونکہ ایک سو اکیس ہوگی اس لئے دو بکریاں واجب ہوں گی۔

رہ گئی یہ بات کہ حدیث سے تو بظاہر حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کے مسلک کی تائید ہو رہی ہے تو اس بارے میں حنفی علماء کی جانب سے کہا جاتا ہے کہ اس حدیث کے وہ معنی ہیں ہی نہیں جو امام شافعی رحمہ اللہ حضرات بیان کرتے ہیں بلکہ اس کا تو مفہوم یہ ہے کہ جو شخص ابتدائی طور پر مال پائے اور حاصل کرے تو اس پر زکوۃ اسی وقت واجب ہوگی جب کہ مال پر ایک سال گذر جائے لہذا حدیث میں مال سے مستفاد مراد نہیں ہے۔

☆(۳) **مال مستفاد کی اقسام:** مال مستفاد دو حال سے خالی نہیں یا وہ مال سابق کی جنس سے [illegible]

ہوگا یا خلاف جنس سے۔ پس اگر خلاف جنس سے ہے مثلاً مال اول تو اونٹ ہے اور مال مستفاد غنم ہے تو یہاں بالاتفاق ضم نہ ہوگا دونوں کا حول الگ الگ مانا جائے گا اور اگر مال مستفاد مال سابق کی جنس سے ہے تو پھر دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ وہ مال اول ہی سے حاصل ہوا ہو (جیسے) ربح جو مال تجارت میں درمیان سال کے حاصل ہوا ہو یا سوائم کے نصاب میں ان کی اولاد کا درمیان سال اضافہ ہوا ہو اور دوسری صورت یہ ہے کہ وہ مال مستفاد سبب مستقل کے ذریعہ حاصل ہوا ہو مثلاً ہبہ کے ذریعہ یا ارث وغیرہ کے قسم اول (اولاد ارباح) میں بالاتفاق ضم ہوگا اور جو سال اصل نصاب کا ہے وہی مال مستفاد کا ہوگا اور قسم ثانی میں اختلاف ہے شافعیہ وحنابلہ کے نزدیک اس میں ضم نہ ہوگا ہر ایک کا حول الگ مانا جائیگا اور ہر ایک کی زکوۃ الگ الگ وقت میں دی جائے گی اور حنفیہ و مالکیہ کے نزدیک اس صورت میں بھی ضم ہوگا۔

السوال الثالث (الف) ...... منکر معروف، معلل، مضطرب، مقلوب مصحف اور مدرج میں سے ہر ایک کی تعریف ذکر کیجئے۔

الجواب الثالث (الف) اس سوال میں ایک امر حل طلب ہے

(۱) **مذکورہ اصطلاحات کی تعریف:**

منکر: وہ حدیث ہے جس کا راوی باوجود ضعیف ہونے کے جماعت ثقات کے مخالف روایت کرے۔

معروف: وہ حدیث ہے جو منکر کے مقابل ہو۔

معلل: وہ حدیث جس میں کوئی ایسی علت خفیہ ہو جو صحت حدیث میں نقصان دیتی ہے اس کو معلوم کرنا ماہر فن کا کام ہے۔

مضطرب: وہ حدیث جس کی سند یا متن میں ایسا اختلاف واقع کہ جس میں ترجیح یا تطبیق نہ ہو سکے۔

مقلوب: وہ حدیث ہے جس میں بھول سے متن یا سند کے اندر تقدیم و تاخیر واقع ہوگئی ہو یعنی مقدم کو مقدم موخر یا ایک راوی کی جگہ دوسرا راوی بھول کر رکھا گیا ہو۔

السوال الثالث (ب) ...... (۱) الفاظ تعدیل تحریر کیجئے۔

اس کا حل پرچہ ۱۴۲۳ھ میں ملاحظہ فرمائیں۔

www.Bhalli.Info

الورقة الثانية ۔فی الحديث واصوله۔۔وفاق المدارس العربية باکستان۔۔شعبان ۱۴۲۹ھ
ورقة الاختبار السنوی للمرحلة العالية ...... للبنات ...... مجموع الدرجات۱۰۰ ...... الوقت۳ساعات
ملحوظة: اجب عن احد الشقين من كل سوال فقط ان اجبت بالعربية الفصحى تستحق عشر درجات

السوال الاول (الف) ...... و عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ لا يزنی الزانی حين يزنی و هو مؤمن و لا يسرق السارق حين يسرق و هو مؤمن و لا يشرب الخمر حين يشربها و هو مؤمن و لا ينتهب نهبة يرفع الناس اليه فيها ابصارهم حين ينتهبها و هو مؤمن و لا يغل احدكم حين يغل و هو مؤمن فاياكم اياکم۔

(۱) حدیث شریف کا معنی خیز ترجمہ کیجئے۔(۲) حدیث پر اعراب لگایئے۔(۳) ارتکاب کبیرہ سے مؤمن ایمان سے خارج ہو جاتا ہے یا نہیں اھل السنہ والجماعہ، معتزلہ اور خوارج کا اختلاف مدلل قلم بند کیجئے۔(۴) اس حدیث میں ارتکاب کبائر کی وجہ سے ایمان کی نفی کی گئی ہے اس کی توجیہات تحریر کیجئے۔

الجواب الاول (الف) اس سوال میں چار امور حل طلب ہیں

① ترجمہ۔② اعراب۔③ ارتکاب کبیرہ سے مؤمن کا ایمان و اختلاف۔④ ارتکاب کبائر کی وجہ سے ایمان کی نفی۔

☆ **(۱) ترجمہ:** اور حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ "زنا کرنے والے جب زنا کرتا ہے تو اس وقت اس کا ایمان باقی نہیں رہتا۔ شراب پینے والا جب شراب پیتا ہے تو اس وقت اس کا ایمان باقی نہیں رہتا اور لوٹ کھسوٹ کرنے والا جب لوٹ کھسوٹ کرتا ہے تو اس وقت اس کا ایمان باقی نہیں رہتا اور اسی طرح یہ کہ جب لوگ کسی کو لوٹ کھسوٹ کرتے دیکھتے ہیں اور اس کو اس فعل سے نہیں روکتے تو اس وقت ان کا ایمان باقی نہیں رہتا۔ پس تم ان گناہوں سے بچو۔"

☆ **(۲) اعراب:** وَ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا يَزْنِی الزَّانِیْ حِيْنَ يَزْنِیْ وَ هُوَ مُؤْمِنٌ وَ لَا يَسْرِقُ السَّارِقُ حِيْنَ يَسْرِقُ وَ هُوَ مُؤْمِنٌ وَ لَا يَشْرَبُ الْخَمْرَ حِيْنَ يَشْرَبُهَا وَ هُوَ مُؤْمِنٌ وَ لَا يَنْتَهِبُ نُهْبَةً يَرْفَعُ النَّاسُ اِلَيْهِ فِيْهَا اَبْصَارَهُمْ حِيْنَ يَنْتَهِبُهَا وَ هُوَ مُؤْمِنٌ وَ لَا يَغُلُّ اَحَدُكُمْ حِيْنَ يَغُلُّ وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَاِيَّاكُمْ اِيَّاكُمْ۔

☆ **(۳) ارتکاب کبیرہ سے مؤمن کا ایمان و اختلاف:**

معتزلہ وخوارج کے نزدیک عمل صالح حقیقت ایمان کا جزء اصلی وترکیبی ہے اور گناہ کبیرہ کا مرتکب ان کے ہاں ایمان سے خارج اور مخلد فی النار ہے ہاں معتزلہ ایسے شخص پر کفر کا اطلاق نہیں کرتے بلکہ اس کے لئے ایمان اور کفر کے درمیان ایک درجہ قرار دیتے ہیں۔

اھل سنت و الجماعت کا عقیدہ: اہل سنت والجماعت کے نزدیک بالاتفاق اعمال صالحہ ایمان کا جزء اصلی نہیں بلکہ جزء متمم اور مکمل ہے یعنی اعمال کے فوت ہونے سے کمال ایمان تو فوت ہو جاتا ہے لیکن نفس ایمان فوت نہیں ہوتا پھر اس حقیقت پر اہل حق کے اتفاق کے باوجود ایمان کی تعریف وتعبیر میں دو قول ہیں۔

قول اول: حضرت امام ابوحنیفہؒ، جمہور فقہاء و متکلمین امام غزالیؒ وغیرہم کے نزدیک ایمان کی حقیقت فقط تصدیق قلبی ہے لیکن ترک عمل سے کمال ایمان فوت ہو کر فسق ان کے نزدیک بھی لازم آتا ہے۔

قول ثانی: ائمہ ثلاثہؒ کے اور اکثر محدثین کے نزدیک ایمان تصدیق بالقلب اور عمل بالجوارح دونوں کے مجموعہ کا نام ہے لیکن ترک عمل سے ارتداد وخروج عن الاسلام ان کے نزدیک بھی لازم نہیں آتا جیسا کہ معتزلہ وخوارج کا قول ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ عمل صالح کی جزئیت ایمان کے بارے اہل حق کا معتزلہ اور خوارج کے ساتھ تو اختلاف حقیقی ہے لیکن ان کا باہمی اختلاف محض نزاع لفظی وتعبیری ہے کیونکہ تمام اہل حق کا اس امر پر اتفاق ہے کہ نفس ایمان فقط تصدیق قلبی ہے اور اعمال صالحہ نفس ایمان کی ماہیت کا جزء اصلی نہیں جیسا کہ معتزلہ وخوارج کا مذہب ہے اس لئے ائمہ ثلاثہ کے نزدیک بھی مرتکب گناہ کبیرہ ایمان سے خارج اور مخلد فی النار نہیں دوسری بات یہ ہے اعمال صالحہ ایمان کا جزء زائد ہیں جن سے کمال ایمان پیدا ہوتا ہے اور یہ غیر ضروری نہیں جیسا کہ مرجیہ اور کرامیہ کا مذہب ہے یہی وجہ ہے امام اعظم بھی مرتکب کبیرہ کو فاسق قرار دیتے ہیں۔

سوال: فقہاء و متکلمین اور محدثین کے درمیان مسئلہ ایمان میں اختلاف کیوں ہوا۔

جواب: درحقیقت یہ اختلاف اختلاف عصر پر مبنی ہے کیونکہ حضرت امام اعظمؒ کو زیادہ واسطہ معتزلہ وخوارج سے پڑا جن کے نزدیک اعمال صالحہ حقیقت ایمان میں داخل ہیں اور مرتکب کبیرہ ایمان سے خارج ہے۔ لہٰذا ان کے افراط کے مقابلہ میں امام اعظمؒ نے مذکورہ موقف اختیار فرمایا اور اس کے برخلاف دیگر آئمہ کو فرقہ کرامیہ وغیرہ سے زیادہ واسطہ پڑا جو کہ اعمال صالحہ کو قطعاً غیر ضروری اور ایمان سے بالکلیہ غیر متعلق سمجھتے ہیں لہٰذا ان کی تفریط کی اصلاح کے لئے ان حضرات نے دوسری تعبیر اختیار فرمائی۔ الغرض باتفاق اہل سنت اعمال صالحہ ایمان معدوم نہیں ہوتا اعمال کی حیثیت ایمان کے ساتھ ایسے ہے جیسا کہ درخت کے لئے پھل، شاخ وغیرہ ہیں اور انسان کے لئے ہاتھ اور پاؤں اور دست کیلئے تنا اور انسان کے لئے سر، قلب جزء اصلی ہیں۔

ایمان عربی لغت کا لفظ ہے اور لغت عرب میں ایمان کے معنی تصدیق قلبی کے آتے ہیں اور عمل اس کے مفہوم میں داخل نہیں۔ قرآن مجید میں قلب کو محل ایمان قرار دیا گیا اور قلب میں صرف تصدیق

www.Bhalli.Info

ہوتی ہے جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے و قلبه مطمئن بالایمان. و لما یدخل الایمان فی قلوبکم. اولئك كتب فی قلوبهم الایمان. افمن شرح صدره للاسلام ۔عطف عمل بھی قرآن مجید میں بیشتر مواقع پر عمل کا ایمان پر عطف کیا گیا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے امن و عمل صالحا اور یہ قاعدہ ہے کہ عطف مغایرت کے مقتضی ہے۔

شرط ایمان: قرآن مجید میں ایمان کو اعمال کی درستگی کے لئے شرط قرار دیا گیا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے امن وعمل صالحا اور یہ قاعدہ ہے ومن یعمل من الصالحات وهو مومن ۔اور یہ قاعدہ ہے کہ شرط مشروط میں داخل نہیں ہوتی۔

حدیث جبرئیل میں ایمان کی تعریف صرف تصدیق قلبی کے ساتھ کی گئی ہے جس میں اعمال کا ذکر نہیں۔ حضرت ابوذرؓ کی مرفوع حدیث ہے کہ ایک مرتبہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ کلمہ تو حید کا مقر جنت میں داخل ہوگا۔ حضرت ابوذرؓ نے پوچھا وان سرق آپ نے فرمایا وان زنی وان سرق یعنی اگرچہ وہ چور اور زانی تھا لیکن اگر اس کا خاتمہ ایمان پر ہوا تو گناہوں کی سزا بھگت کر آخر جنت میں جائے گا۔

حضرت انسؓ سے مرفوع روایت ہے قال ثلث من اصل الایمان الكف عمن قال لا اله الا الله تكفروه بذنب و لا تخرج من الاسلام بعمل ۔آپ نے فرمایا تین چیزیں ایمان کی اصل سے ہیں جو شخص کلمہ توحید پڑھے اس سے رکنا کسی کے گناہ کی وجہ سے کسی کی تکفیر مت کرو اور کسی عمل کی وجہ سے کسی کو ایمان سے نہ نکال۔

دلائل معتزلہ و خوارج: فی حق جزئیت ایمان مع جوابات اہل حق:

دلیل: اللہ کا ارشاد ہے افمن کان مومنا کمن کان فاسقا ۔اس آیت میں فاسق کو مومن کے مقابلہ میں ہے ۔معلوم ہوا کہ فاسق ایمان سے خارج ہو جاتا ہے لیکن کفر میں داخل نہیں کیونکہ کفر تکذیب کا نام ہے اور فاسق مکذب نہیں ہوتا یہ دلیل صرف معتزلہ کی ہے۔

السوال الاول (ب) —— و عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ احتج ادم و موسی علیهما السلام عند ربهما فحج ادم موسی قال موسی انت ادم الذی خلقلك الله بيده و نفخ فيك من روحه و اسجدلك ملئكته و اسكنك فی جنته ثم اهبطت الناس بخطيئتك الی الارض قال ادم انت موسی الذی اصطفاك الله برسالته و بكلامه و اعطاك الالواح فيها تبيان كل شیء و قربك نجيا فبكم وجدت الله كتب التوراة قبل ان اخلق قال موسی باربعين عاما قال ادم فهل وجدت فيها و عصی ادم ربه فغوی قال نعم قال افتلومنی علی ان عملت عملا كتبه الله علی ان اعمله قبل ان

یخلقنی باربعین سنة، قال رسول الله ﷺ فحج ادم موسی.

(۱) حدیث مبارک کا ترجمہ کیجئے۔ (۲) حدیث پر اعراب لگائیے۔ (۳) تقدیر کا لغوی اور اصطلاحی معنی بیان کیجئے۔ (۴) حضرت ادم اور حضرت موسیٰ کے درمیان یہ مناظرہ اور مکالمہ کب ہوا۔

خلاصہ سوال: **جواب السوال الاول (ب)** اس سوال میں چار امور حل طلب ہیں

(۱) ترجمہ۔ (۲) اعراب۔ (۳) تقدیر کا لغوی اور اصطلاحی معنی۔ (۴) حضرت ادم اور حضرت موسیٰ کے درمیان یہ مناظرہ اور مکالمہ کب ہوا۔

(۱) ترجمہ: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے آدم اور موسیٰ علیہما السلام نے اپنے رب کے ہاں آپس میں مناظرہ کیا اور سیدنا آدم سیدنا موسیٰ پر غالب آگئے موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ آپ وہی آدم ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ (قدرت) سے بنایا۔ آپ میں اس نے اپنی روح پھونکی اور فرشتوں پر آپ کو فوقیت عطا فرمائی اور ان سے سجدہ شکر ادا کروایا اور جنت میں آپ کو رکھا پھر آپ کی ایک بھول کے باعث (جو فطرت میں رکھی گئی تھی) آپ کو اور آپ کے باعث تمام لوگوں کو زمین پر اتروادیا۔ گویا آپ سے اگر یہ بھول سرزد نہ ہوتی تو آپ اور تمام لوگ زمین پر نہ اتارے جاتے اور سب لوگ ان مصائب میں نہ گھرتے۔ آدم علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ تم وہی موسیٰ ہو جس کو اللہ تعالیٰ نے منصب ورسالت سے نوازا اور ہم کلامی کا شرف بخشا اور تورات کو تختیوں پر نقل کروایا۔ جس میں ہر طرح کا واضح بیان تھا اور پھر آپ کو سرگوشی کے ذریعے تقرب کی عزت بخشی کیا آپ کو معلوم ہے کہ جو تورات آپ کو دی گئی وہ اللہ تعالیٰ نے میری پیدائش سے بھی کتنا عرصہ پہلے اس کو لکھ دیا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ چالیس سال پہلے۔ آدم علیہ السلام نے استفسار کیا کہ کیا آپ نے تورات میں یہ الفاظ نہیں پائے "وعصی ادم ربه" آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور وہ بھول گیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہاں! میں نے لکھا پایا۔ آدم علیہ السلام نے فرمایا پھر تم مجھے میرے عمل پر کیوں ملامت کرتے ہو جو کہ میری پیدائش سے چالیس سال علم الٰہی سے تحریر ہو کر آچکی تھی (اور اللہ تعالیٰ نے مجھے ملامت نہ کی) آپ ﷺ نے فرمایا اس دلیل کے بیان کرنے سے آدم علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام پر غالب آگئے۔"

(۲) اعراب: وَ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِحْتَجَّ اٰدَمُ وَ مُوْسٰی عَلَيْهِمَا السَّلَامُ عِنْدَ رَبِّهِمَا فَحَجَّ اٰدَمُ مُوْسٰی قَالَ مُوْسٰی اَنْتَ اٰدَمُ الَّذِیْ خَلَقَكَ اللّٰهُ بِيَدِهٖ وَ نَفَخَ فِيْكَ مِنْ رُّوْحِهٖ وَ اَسْجَدَلَكَ مَلٰٓئِكَتَهٗ وَ اَسْكَنَكَ فِیْ جَنَّتِهٖ ثُمَّ اَهْبَطْتَ النَّاسَ بِخَطِيْئَتِكَ اِلَی الْاَرْضِ قَالَ اٰدَمُ اَنْتَ مُوْسَی الَّذِی اصْطَفَاكَ اللّٰهُ بِرِسَالَتِهٖ وَ بِكَلَامِهٖ وَ اَعْطَاكَ الْاَلْوَاحَ فِيْهَا تِبْيَانُ كُلِّ شَیْءٍ وَ قَرَّبَكَ نَجِيًّا فَبِكَمْ وَجَدْتَّ اللّٰهَ كَتَبَ التَّوْرَاةَ قَبْلَ

اَنْ اُخْلَقَ قَالَ مُوْسٰی بِاَرْبَعِیْنَ عَامًا قَالَ اٰدَمُ فَهَلْ وَجَدْتَ فِیْهَا وَ عَصٰی اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰی قَالَ نَعَمْ قَالَ اَفَتَلُوْمُنِیْ عَلٰی اَنْ عَمِلْتُ عَمَلًا كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَیَّ اَنْ اَعْمَلَهٗ قَبْلَ اَنْ یَّخْلُقَنِیْ بِاَرْبَعِیْنَ سَنَةً، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَحَجَّ اٰدَمُ مُوْسٰی۔

☆ (۳) **تقدیر کا لغوی اور اصطلاحی معنی:** تقدیر قدر سے بفتح الدال والسکون سے معنی اندازہ کرنا اور اصطلاحی معنی اللہ تعالیٰ کا متعین کرنا اور اس کے علم میں ہونا ان اشیاء کا جو ہوں اوقات مخصوصہ میں اوصاف مخصوصہ کے ساتھ اللہ کے ارادہ سے۔

☆ (۴) **یہ مناظرہ اور مکالمہ کب ہوا:**

حضرت آدم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کے درمیان یہ مکالمہ عالم ارواح میں ان کی روحوں کے درمیان ہوا یا یہ دونوں حضرات جسد شخصی کے ساتھ ایک دوسرے سے ملے اور ان کے مابین ہوا جیسے شب معراج میں انبیاء کے مابین ملاقات ہوئی تھی اور یہ بھی احتمال ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کے زمانہ میں حضرت آدم علیہ السلام سے ملا دیا ہو اور ان کی زیارت کرائی ہو تب ان کے درمیان یہ مکالمہ و مناظرہ ہوا۔

السوال الثاني (الف) ...... و عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ لولا ان اشق علی امتی لامرتهم بتاخير العشاء و بالسواك عند كل صلاة.

(۱) حدیث پاک کا ترجمہ کر کے اعراب لگائیے۔ (۲) مسواک کی تعریف کیجئے (۳) مسواک سنن وضوء میں سے ہے یا سنن صلوٰۃ میں سے علماء امت کے مذاہب و دلائل کو تحریر کیجئے۔ (۴) لولا کا استعمال کلام عرب وجود اول اور انتفاء ثانی کے لئے ہوتا ہے یہاں امر جب امر ہی نہ پایا گیا تو مشقت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اس اشکال کا تسلی بخش جواب دیجئے۔

الجواب الثاني (الف) اس سوال میں چار امور حل طلب ہیں

① ترجمہ و اعراب۔ ② مسواک کی تعریف۔ ③ مسواک سنن وضوء میں سے ہے ④ لولا کا استعمال کلام عرب وجود اول اور انتفاء ثانی کے لئے ہوتا ہے۔

☆ (۱) **ترجمہ:** سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر میں اپنی امت پر اس بات کو مشکل نہ جانتا تو مسلمانوں کے لئے ضروری قرار دیتا کہ وہ عشاء کی نماز دیر سے پڑھیں۔

اعراب: وَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰی اُمَّتِیْ لَاَمَرْتُهُمْ بِتَاْخِیْرِ الْعِشَاءِ وَ بِالسِّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ صَلٰوةٍ۔

☆ (۲) **مسواك كی تعریف:** ہر نماز کے ساتھ مسواک کریں۔ لفظ مسواک آلہ اور حل ...

... کے لئے استعمال ہوتا ہے، پہلی صورت میں یہاں استعمال کو مضاف محذوف ماننا پڑے گا، دوسری صورت میں تقدیر کی ضرورت نہیں: یہ لفظ ساك يسوك سوكا۔ سے نکلا ہے، جس کے معنی ہیں رگڑنا بعض کا کہنا ہے کہ یہ "تساوك الابل" سے ماخوذ ہے، جس کے معنی ہیں اونٹوں کا ادھر ادھر کی طرف مائل ہونا، دونوں صورتوں میں مناسب ظاہر ہے۔ تفاعل کے ساتھ افتعال سے بھی آتا ہے اور استعمال بھی اسی معنی میں آتا ہے

... سے مشتق ہے پھر اس لفظ کا اطلاق مطلق دانت مانجھنے کے لئے بھی ہوتا ہے، خواہ مسواک ... کہتے ہیں" استاك بالا صابع۔

(۳) **مسواك سنن وضو هے یا نماز:**

اس سے یہ بات اخذ کی گئی ہے کہ وضو کے علاوہ جب نماز کے لئے کھڑے ہونے لگے تو اس وقت بھی مسواک کرے کیونکہ روایت میں وضو کا ذکر نہیں بلکہ صلوٰۃ کا ذکر ہے یہی وجہ ہے کہ بعض لوگ آج بھی اس پر عمل کرتے ہوئے نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو اپنی جیب سے مسواک نکال کر پھیرنے لگتے ہیں لیکن اگر غور و فکر کر لینے کی اجازت ہو تو بات صحیح معلوم نہیں ہوتی کیونکہ اس روایت میں مسواک کیساتھ صلوٰۃ کا ذکر موجود ہے لیکن وضو کا نہیں تو کیا وضو کے بغیر صرف مسواک پر نماز ادا کی جا سکتی ہے؟ ظاہر ہے کہ نہیں اس لئے اس نماز سے مراد وضو کرنے کے بعد ہی ادا کرنا مراد ہے اور مسواک وضو کے ساتھ ضروری ہے اس لیے صرف مسواک کا بیان کر کے وضو مراد لیا گیا ہے۔

جمہور میں یہ اختلاف ہے کہ مسواک سنت صلوٰۃ ہے یا سنت وضو امام شافعیؒ اسے سنت صلوٰۃ قرار دیتے ہیں۔ ظاہر یہ سے بھی ایسا ہی منقول ہے لیکن حنفیہ اسے سنت وضو کہتے ہیں ثمرہ اختلاف اس طرح نکلے گا کہ اگر کوئی شخص وضو اور مسواک کر کے ایک نماز پڑھ چکا ہو اور پھر اسی وضو سے دوسری نماز پڑھنا چاہے تو امام شافعیؒ کے نزدیک تازہ مسواک کرنا مسنون ہوگا اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک چونکہ وہ سنت وضو ہے اس لئے دوبارہ مسواک کرنے کی ضرورت نہ ہوگی۔

(۴) **لولا وجود اول اور انتفاء ثانی کے لئے:**

لولا انتفاء ثانی پر دلالت کرتا ہے بسبب وجود الاول کے تو اشکال یہ ہے کہ یہاں امر بالسواك کا انتفاء تو ہے لیکن وجود اول مشقت کہاں ہے؟ دوسرا یہ کہ امت پر گرانی کا احساس ہے لیکن علم مسواک نہیں دیتے حالانکہ اس کا استحباب اتفاقی امر ہے۔ تو پہلے کا جواب یہ ہے کہ جب امر اول محذوف مانا تو معلوم ہوا کہ امر اول یہاں مشقت نہیں بلکہ خوف مشقت ہے جو کہ موجود ہے اور دوسرے کا جواب یہ ہے کہ یہاں امر سے مراد امر وجوبی کی نفی ہے یعنی امت پر مشقت کا ڈر نہ ہوتا تو وجوبی طور پر حکم دیتا لیکن مستحب کا حکم دیا نہ کہ وجوب کا۔

www.Bhalli.Info

السوال الثانی (ب) ...... وعن عبد الله بن عمر رضی الله عنه نهى رسول الله ﷺ عن بيع الثمار حتى يبدو صلاحها نهى البائع و المشترى (متفق عليه) و فى رواية لمسلم "نهى عن بيع النخل حتى تزهو و عن السنبل حتى يبيض و يامن العاهة"

(۱) حدیث مبارک کا مطلب خیز ترجمہ کیجئے۔ (۲) حدیث پر اعراب لگائیے۔ (۳) بدو صلاح کی تفسیر ذکر کیجئے۔ (۴) بيع الثمار قبل بدو الصلاح اور بعد بدو الصلاح میں کل چھ صورتیں بنتی ہیں۔ ان میں ائمہ اربعہ کا اختلاف دلائل کی روشنی میں تحریر کیجئے۔

الجواب الثانی (ب) اس سوال میں چار امور حل طلب ہیں

① ترجمہ۔ ② اعراب۔ ③ بدو صلاح کی تفسیر۔ ④ بيع الثمار قبل بدو الصلاح اور بعد بدو الصلاح میں کل صورتیں ائمہ اربعہ کا اختلاف۔

☆ **(۱) ترجمہ:** "اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے پھلوں کو اس وقت تک بیچنے سے منع فرمایا کہ جب تک کہ ان کی پختگی ظاہر نہ ہو جائے یہ ممانعت بیچنے والے اور خریدنے والے دونوں کے لئے ہے۔"

مسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ آپ ﷺ نے کھجور کے پھل کو اس وقت تک بیچنے سے منع فرمایا ہے جب تک کہ وہ سرخ و زرد نہ ہو جائیں، نیز آپ ﷺ نے کھیتی کے خوشوں کا اس وقت تک بیچنے سے منع فرمایا ہے جب تک کہ وہ پختہ نہ ہو جائیں اور کسی آفت سے محفوظ نہ ہوں"

☆ **(۲) اعراب:** وَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ نَهَى رَسُوْلُ اللهِ ﷺ عَنْ بَيْعِ الثِّمَارِ حَتّٰى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا نَهَى الْبَائِعَ وَ الْمُشْتَرِيَ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَ فِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ "نَهٰى عَنْ بَيْعِ النَّخْلِ حَتّٰى تَزْهُوَ وَ عَنِ السُّنْبُلِ حَتّٰى يَبْيَضَّ وَ يَأْمَنَ الْعَاهَةَ"

☆ **(۳) بدو صلاح کی تفسیر:**

بدو صلاح کی مختلف تفسیریں کی گئی ہیں۔ ① کہ پھل ایسی حالت میں ہو جائے کہ یامن العاهة کہ آفات سے محفوظ ہو جائے۔ یہ معنی احناف کے نزدیک راجح ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی جو روایت نقل کی ہے اس میں بھی یامن العاهة کے الفاظ ہیں اور مسند احمد میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے نهى بيع الثمار حتى يبدو صلاحها و يامن من العاهة. (کہ نبی کریم ﷺ نے بدو صلاح سے پہلے اور پھل کے آفات سے امن پانے سے پہلے تک ان کی بیع سے منع فرمایا ہے) اور یہ حالت پھل میں اس وقت آتی ہے جب کہ اس میں رنگ آ جائے کیونکہ اس سے پہلے اس پر آفات عام آتی ہیں اسی لئے بعض روایات میں حتی تزهو کے الفاظ ہیں۔ جس کا معنی ہیں تصفر اور تحمر کہ زرد ہو جائے یا سرخ ہو جائے۔

② بدو صلاح کا دوسرا معنی یہ ہے کہ اس میں کچھ مٹھاس آ جائے اور اس پھل کا پکنا ظاہر ہو جائے یہ معنی امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک راجح ہے۔

③ بدو صلاح کا تیسرا معنی یہ ہے کہ پھل کھائے جانے کے قابل ہو جائے اور دار قطنی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت میں الفاظ ہیں نهى النبى ﷺ ان تباع ثمرة حتى تطعم یہ معنی عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ کے نزدیک راجح ہے۔

☆ **(۴) درخت پر پھل کی بیع کی صورتیں واختلاف ائمہ:**

علامہ کشمیری رحمہ اللہ العرف الشذی میں علامہ ابن حجر رحمہ اللہ کی فتح الباری کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ کی چھ صورتیں ہیں۔

① بدو صلاح سے پہلے کاٹ لینے کی شرط کے ساتھ بیع ہو تو یہ صورت احناف کے نزدیک جائز ہے اس لئے کہ ہو سکتا ہے کہ مشتری کو پھل کی بجائے کسی اور وجہ سے اس کی ضرورت ہو اور یہ مال متقوم ہے اور مال متقوم کی بیع درست ہے۔ اور علامہ عینی رحمہ اللہ عمدۃ القاری (ص ۴ ص ۱۲) میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی روایت پیش کرتے ہیں قال كان الناس يتبايعون الثمار قبل ان يبدو صلاحها کہ لوگ بدو صلاح سے پہلے بھی پھل کی خرید و فروخت کرتے تھے۔ تو اس سے جواز ثابت ہوتا ہے تو نہی والی روایت کا جواب یہ ہے کہ نہی کراہت تنزیہی پر محمول ہے یا شفقت پر محمول ہے جیسا کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی روایت جو بخاری (ج ۱ ص ۲۹۲) میں ہے اس میں ہے کہ آپ ﷺ نے مشورۃً ان کو بدو صلاح سے پہلے ان کے بکثرت جھگڑوں کے سبب بیع سے روک دیا یا نہی والی روایت اس پر محمول کہ پھل کی حیثیت سے ان کو اس وقت نہ بیچو اور یہاں پھل کی حیثیت سے ان کا بیچنا نہیں ہے اور اسی کو حضرت گنگوہی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے۔ اور شوافع حضرات کے نزدیک بدو صلاح سے پہلے بیع درست نہیں ہے۔

② اس مسئلہ میں دوسری صورت یہ ہے کہ بدو صلاح سے پہلے بیع ہو اور پھل پکنے تک نہ کاٹنے کی شرط ہو تو یہ بالاتفاق درست نہیں احناف کے نزدیک اس لیے کہ اس میں شرط فاسد پائی گئی ہے اور شوافع کے نزدیک اس لئے کہ یہ بیع بدو صلاح سے پہلے ہے۔

③ اس مسئلہ میں تیسری صورت یہ ہے کہ بیع بدو صلاح سے پہلے ہو اور پھل کو درخت پر باقی رکھنے کی کوئی شرط نہ ہو تو ایسی صورت میں اگر مشتری اس کو فی الفور اتار لیتا ہے یا بائع اس کو پکنے تک باقی رکھنے کی اجازت دے دیتا ہے تو احناف کے نزدیک یہ درست ہے ورنہ درست نہیں ہے۔ اور شوافع کے نزدیک تو بدو صلاح سے پہلے بیع درست ہی نہیں۔

④ اس مسئلہ میں چوتھی صورت یہ ہے کہ بیع بدو صلاح کے بعد ہو اور فی الفور اتار لینے کی شرط

www.Bhalli.Info

ہو تو یہ بالاتفاق جائز ہے۔

⑤ پانچویں صورت یہ ہے کہ بیع بدو صلاح کے بعد ہو اور پھل کو درخت پر پکنے تک کی شرط کے ساتھ ہو تو یہ بالاتفاق جائز نہیں ہے۔ اس لئے کہ پھل کو درخت پر باقی رکھنے کی شرط فاسد ہے۔

⑥ چھٹی صورت یہ ہے کہ بیع بدو صلاح کے بعد ہو اور پھل کو درخت پر رکھنے یا نہ رکھنے کی شرط نہ ہو تو یہ صورت مختلف فیہ ہے۔ ائمہ ثلاثہ رحمہ اللہ اور امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ کے نزدیک یہ درست نہیں ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اگر مشتری فی الفور اتار لے یا بائع اپنی مرضی سے اجازت دے دے تو بیع درست ہوگی اس لئے کہ عموماً لوگ اجازت دے دیتے ہیں اور اس کی مدت بھی معلوم ہوتی ہے اور اگر بائع پھل کو درخت پر باقی رکھنے کی اجازت نہ دے اور مشتری اس پھل کو پکنے تک درخت پر باقی رکھنے کا اصرار کرے تو یہ بیع درست نہ ہوگی۔

اور اس میں ممانعت کی وجہ حدیث کے یہ الفاظ ہوں گے۔ بم تستحل مال اخیک (بخاری ج۱ص ۲۹۳) کہ تو اپنے بھائی کے مال کو کس وجہ سے حلال سمجھتا ہے (جبکہ اس کی اجازت نہیں ہے) اور ترمذی شریف کی روایات میں اگرچہ یہ الفاظ نہیں ہیں مگر ان میں بھی علت اسی کو سمجھا جائے گا اس لئے کہ نہی کو عموم کے لئے شوافع بھی نہیں مانتے اس لئے کہ وہ بھی بیع شرط القطع کو جائز سمجھتے ہیں اگر نہی عام ہوتی تو کوئی صورت بھی جائز نہ ہوتی۔

السوال الثالث (الف) ...... صحیح لذاتہ ،حسن لذاتہ ، ضعیف ، صحیح لغیرہ ، حسن لغیرہ ، موضوع ، متروک ، شاذ ،محفوظ ، خبر واحد کی ان مذکورہ نو اقسام میں سے ہر ایک قسم کی تعریف بیان کیجئے۔

الجواب الثالث (الف) اس سوال میں ایک امر حل طلب ہے

صحیح لذاتہ، حسن لذاتہ، ضعیف، صحیح لغیرہ، حسن لغیرہ، موضوع، متروک، شاذ، محفوظ کی تعریف

ضعیف: وہ حدیث ہے جس کے راوی میں حدیث صحیح وحسن کے شرائط نہ پائے جائیں۔

صحیح لغیرہ: صحیح لغیرہ اس حدیث حسن لذاتہ کو کہا جاتا ہے جس کی سندیں متعدد ہوں۔

حسن لغیرہ: حسن لغیرہ اس حدیث ضعیف کو کہا جاتا ہے جس کی سندیں متعدد ہوں۔

بقیہ کا حل پرچہ ۱۴۱۹ھ میں ملاحظہ فرمائیں۔

السوال الثالث (ب) ...... (۱) محدثین حدیث کو ادا کرتے وقت جتنے بھی الفاظ اور صیغ استعمال کرتے ہیں ان کو بیان کیجئے۔ (۲) حدثنی اور اخبرنی میں فرق بھی واضح کیجئے۔

حل گذر چکا پرچہ ۱۴۲۲ھ میں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الورقۃ الثالثۃ

الفقۃ

(ھدایۃ ج۱)

www.Bhalli.Info

الورقة الثالثة ...... في الفقه ...... وفاق المدارس العربية باكستان ...... شعبان

ورقة الاختبار السنوي للمرحلة العالية ...... للبنات ...... مجموع الدرجات ۱۰۰ ...... الوقت

ملحوظة: اجب عن احد الشقين من كل سوال فقط ان اجبت بالعربية الفصحى تستحق عشر

السوال الاول (الف) ...... و الدم و القيح اذا خرجا من البدن فتجاوزا الى موضع يلحقه حكم التطهير و القيء ملء الفم.

(۱) عبارت مذکورہ کا ترجمہ اور مطلب بیان کیجئے اور اس عبارت اور اس عبارت میں نواقض وضو کا ذکر ہے انہیں حضرات فقہاءؒ کے اختلاف کے ساتھ مدلل تحریر کیجئے اور "امر تعبدی" فقہی اصطلاح ہے اس کے معنی بتایئے۔

الجواب الاول (الف) اس سوال میں تین امور حل طلب ہیں

① ترجمہ۔ ② اختلاف فقہاء۔ ③ امر تعبدی کا مفہوم۔

☆ **(۱) ترجمہ:** اور خون اور پیپ (بھی ناقض وضو ہیں) جب دونوں بدن سے نکلیں۔ پھر مقام کی طرف تجاوز کر جائیں جسکو حکم تطہیر لاحق ہے اور قے اس حال میں کہ منہ بھر کر ہو۔

نواقض وضو ۔نواقض، ناقضة کی جمع ہے اور نقض اگر اجسام کی طرف منسوب ہو تو اس کے معنی اس کی تالیف وترکیب کو باطل کرنا ہے۔اور اگر معانی کی طرف منسوب کیا جائے تو معنی ہوں گے مفید مطلوب ہونے سے نکال دینا اور یہاں مطلوب وضو،نماز کا مباح ہونا ہے۔معانی سے مراد توڑنے والی علتیں اور اسباب ہیں حدیث میں ہے لا یحل دم امرء مسلم الا باحدی ثلاث یعنی کسی مسلمان کا خون حلال نہیں ہوگا مگر تین علتوں میں سے ایک کی وجہ سے۔

بہرحال نواقض وضو میں سے ایک ہر وہ چیز ہے جو پیشاب یا پاخانہ کے راستے سے نکلتی ہو۔دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا او جاء احد منکم من الغائط اور غائط سے نشیبی زمین کو کہتے ہیں جہاں انسان قضاء حاجت کے لئے جاتا ہو حاصل یہ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم میں سے اگر کوئی قضاء حاجت کے لئے ہوکر آئے اور پانی نہ ہو تو تیمم کرلے پس ثابت ہوگیا کہ خروج من السبیلین سے وضو ٹوٹ جاتا ہے،اس لئے کہ اگر وضو نہ ٹوٹتا تو پانی نہ ہونے کی صورت میں تیمم کا حکم کیوں دیا جاتا۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ اللہ کے رسول حدث کیا چیز ہے آپ ﷺ نے فرمایا: مایخرج من السبیلین جو چیز بھی پیشاب یا پاخانہ کے راستے سے نکلے اس حدیث میں کلمہ ما عام ہے جو معتاد اور غیر معتاد سب کو عام ہے یعنی شئے معتاد جیسے بول وبراز اور غیر معتاد جیسے کیڑا، کنکر اور استحاضہ کا خون،یہ سب ناقض نہیں ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے غائط سے کنایۃً قضاء حاجت کا ذکر کیا ہے اور قضاء حاجت معتاد ہے۔مگر ہم کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے: المستحاضة تتوضا لوقت کل صلوة یعنی مستحاضہ عورت وضو کرے گی ہر نماز کے وقت میں۔اور استحاضہ غیر معتاد

ہے پس معلوم ہوا کہ غیر معتاد چیزیں جو سبیلین سے نکلتی ہوں وہ بھی ناقض وضو ہیں۔

اور نواقض وضو میں یہ بھی ہے کہ زندہ آدمی کے بدن سے خون یا پیپ نکلے پھر ظاہر ہوکر ایسے مقام کی طرف تجاوز کر جائے جس کو غسل یا وضو میں پاک کرنے کا حکم ہے یعنی سبیلین کے علاوہ دوسرے مقام سے خروج میں فقط نجاست کا ظاہر ہونا کافی نہیں بلکہ سیلان شرط ہے۔چنانچہ اگر خون زخم کے سر پر چڑھا مگر بہا نہیں تو اس سے وضو نہیں ٹوٹے گا اور نواقض وضو میں سے منہ بھر قے ہے اور منہ بھر قے یہ ہے جس کو بغیر مشقت اور کلفت کے روکا نہ جاسکے۔

☆ **(۲) اختلاف فقہاء:** حضرت امام شافعیؒ نے فرمایا کہ غیر سبیلین سے نکلنے والی چیز وضو نہیں توڑتی۔حضرت امام زفرؒ کے نزدیک غیر سبیلین سے نکلنے والی چیز مطلقاً ناقض وضو ہے اس میں سیلان ہو یا سیلان نہ ہو، قے منہ بھر ہو یا منہ بھر کر نہ ہو۔حاصل اقوال یہ کہ خارج من غیر السبیلین امام شافعیؒ کے نزدیک مطلقاً غیر ناقض ہے اور امام زفرؒ کے نزدیک مطلقاً ناقض ہے۔اور علماء احناف میں سے ائمہ ثلاثہ رحمهم الله کے نزدیک شرط مذکورہ کے ساتھ ناقض ہے۔امام شافعیؒ کی دلیل یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے قے کی مگر وضو نہیں کیا پس ثابت ہوا کہ قے ناقض وضو نہیں ہے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ خروج نجاست من السبیلین کی صورت میں اعضاء اربعہ کو دھونے کا حکم امر تعبدی (خلاف قیاس) ہے کیونکہ عقل کا تقاضا یہ ہے کہ جہاں نجاست لگے وہ دھویا جائے مگر اس کے علاوہ دوسرے اعضاء کے دھونے کا حکم خلاف قیاس صرف بندگی ظاہر کرنے کے لئے ہے۔اور قاعدہ ہے کہ امر تعبدی یعنی خلاف قیاس پر کسی دوسری چیز کو قیاس نہیں کیا جاتا۔لہٰذا اعضاء اربعہ کو دھونے کا حکم مورد شرع پر منحصر ہوگا اور مورد شرع مخرج معتاد ہے یعنی مخرج معتاد (سبیلین) سے اگر نجاست خارج ہوگی تو اعضاء اربعہ کو دھونے یعنی وضو کا حکم ہوگا اور اگر مخرج معتاد کے علاوہ کسی غیر سبیلین سے نجاست نکلی ہے تو اعضاء اربعہ کو دھونے کا حکم نہیں ہوگا پس معلوم ہوا کہ خارج من غیر السبیلین ناقض وضو نہیں ہے۔

اور ہماری دلیل یہ ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ وضو (واجب ہے) ہر اس خون کی وجہ سے جو وہاں سے نکل کر بہنے والا ہو۔اس حدیث سے بایں طور استدلال ہوگا کہ اس جیسی ترکیب سے وجوب کا مفہوم ہوتا ہے جیسے حضور ﷺ کے قول فی خمس من الابل شاة میں بالاتفاق فرضیت ثابت ہے۔اور انما الماء من الماء خروج منی کی وجہ سے بالاتفاق وجوب غسل پر دلالت کرتا ہے۔پس اس حدیث کے معنی ہوں گے توضؤا من کل دم سائل من البدن یعنی ہر اس خون کی وجہ سے وضو کرو جو بدن سے نکل کر بہہ گیا۔

اور دوسری دلیل یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے قے کی یا نماز میں

www.Bhalli.Info

تکبیر چھوٹی تو یہ شخص پھر جائے اور وضو کرے یا اپنی نماز پر بنا کرے جب تک کہ کلام نہ کرے۔ حاصل استدلال یہ ہے کہ حدیث میں وضو کا امر کیا گیا ہے اور امر وجوب کے لئے آتا ہے پس معلوم ہوا کہ قے کرنے اور تکبیر چھوٹنے کے بعد وضو واجب ہو جاتا ہے۔

دلیل عقلی جو در حقیقت امام شافعیؒ کی عقلی دلیل کا جواب ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ سبیلین سے نجاست کا نکلنا زوال طہارت میں مؤثر ہے یعنی سبیلین سے نجاست نکلنے کی وجہ سے طہارت زائل ہو جاتی ہے اور اتنی مقدار اصل یعنی مقیس علیہ میں معقول یعنی قیاس کے مطابق ہے اور اعضاء اربعہ کے دھونے پر اکتفاء کرنا غیر معقول یعنی خلاف قیاس ہے پس خروج نجاست من غیر سبیلین کو خروج نجاست من السبیلین پر قیاس کیا اور زوال طہارت کا حکم لگایا۔ اور زوال طہارت کے بعد چونکہ طہارت لازم ہے اس لئے خروج نجاست من غیر سبیلین کی وجہ سے جب طہارت زائل ہو گئی تو اس کے لئے اعضاء اربعہ کی طہارت کا حکم خود بخود ثابت ہو جائے گا۔ خلاصہ یہ کہ جب مقیس علیہ اول یعنی خروج نجاست من غیر سبیلین سے زوال طہارت کی طرف متعدی ہوا تو اعضاء اربعہ کو دھونے پر اکتفاء کرنا بھی متعدی ہوگا کیونکہ یہ اس کے لوازم میں سے ہے۔

☆ (۳) امر تعبدی کا مفہوم: جو خلاف قیاس ہو یعنی مدرک بالعقل نہ ہو۔

(ب)...... **سور سباع البهائم نجس وسور الهرة طاهر مكروه**

سباع بہائم کونسی چیزیں کہلاتی ہیں؟ ان کا سور جب نجس ہے تو سور ہرۃ نجس کیوں نہیں حالانکہ حدیث میں "الهرة سبع" فرمایا گیا ہے۔ عقلی اور نقلی دلائل کے ساتھ مسئلہ مدلل کیجئے۔

الجواب الاول (ب) اس سوال میں دو امور حل طلب ہیں

① درندے کون سے ہیں ان کا جوٹھا پلید ہے۔ ② بلی کا جوٹھا پلید کیوں نہیں۔

☆ **(۱) درندے اور ان کا جھوٹا:** درندے وہ جانور ہیں جو چیرنے پھاڑنے والے ہیں جیسے بھیڑیا کتا خنزیر وغیرہ۔ اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ درندوں کا جھوٹا ناپاک ہے۔ ہماری طرف سے عقلی دلیل یہ ہے کہ درندوں کا گوشت ناپاک ہے اور لعاب اسی سے پیدا ہوتا ہے اور لعاب کے پاک اور ناپاک ہونے میں گوشت ہی معتبر ہے یعنی اگر گوشت ناپاک ہے تو اس کا لعاب بھی ناپاک ہوگا اور اگر گوشت پاک ہے تو اس کا لعاب بھی پاک ہوگا۔ حضرت امام شافعیؒ کی پیش کردہ احادیث کا جواب یہ ہے کہ درندوں کے جھوٹے پانی کے پاک ہونے کا حکم، ابتدائے اسلام میں ان کے گوشت کی تحریم سے پہلے تھا، پھر یہ حکم منسوخ ہو گیا۔

☆ **(۲) بلی کا جوٹھا کیوں پاک ھے:**

بلی کے جھوٹے میں فقہاء احناف کا اختلاف ہے، چنانچہ طرفین رحمہما اللہ نے کہا کہ بلی کا جھوٹا

پاک ہے مگر مکروہ پھر امام طحاویؒ کراہت تحریمی کے قائل ہیں اور امام کرخیؒ کراہت تنزیہی کے قائل ہیں۔ امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ بلی کا جھوٹا غیر مکروہ ہے اور یہی قول امام شافعیؒ کا ہے۔

امام ابو یوسفؒ کی دلیل یہ حدیث ہے کہ حضور ﷺ بلی کے سامنے پانی کا برتن جھکا دیتے وہ اس سے پانی پی لیتی پھر آپ ﷺ اس سے وضو کر لیتے۔ اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد ابو یوسفؒ نے کہا **اكرهه مع هذا الحديث**. اس حدیث کے ہوتے ہوئے بلی کے جھوٹے کو کیسے مکروہ قرار دوں۔

ایک اور حدیث ہے **عن عائشة رضي الله عنها قالت كنت اتوضا انا ورسول الله ﷺ في اناء واحد قد اصابت منه الهرة قبل ذلك.**

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اور رسول اکرم ﷺ ایک برتن میں وضو کرتے حالانکہ اس سے پہلے بلی اس میں سے پی چکی تھی۔ اس حدیث سے بھی ثابت ہوا کہ بلی کا جھوٹا بلا کراہت پاک ہے۔ اور طرفین رحمہما اللہ کی دلیل یہ ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: الهرة سبع بلی ایک درندہ ہے۔ اس قول سے اللہ کے رسول کا مقصد بلی کی پیدائش اور صورت بیان کرنا نہیں ہے بلکہ حکم بیان کرنا مقصود ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت احکام و شرائع بیان کرنے کے لئے ہوئی ہے نہ کہ خلقت اور صورت بیان کرنے کے لئے۔ پس جب بلی کا حکم وہ ہے جو درندہ کا ہے تو درندہ کی طرح اس کا جھوٹا ناپاک ہونا چاہئے تھا حالانکہ آپ اس کی نجاست کے قائل نہیں ہیں۔

صاحب ہدایہؒ نے جواب میں فرمایا کہ قیاس کا تقاضا تو یہی تھا لیکن علت طواف کی وجہ سے بلی کے جھوٹے کی نجاست ساقط ہو گئی اور کراہت باقی رہ گئی۔ علت طواف سے یا تو ضرورت مراد ہے یعنی ضرورت کی وجہ سے نجاست ساقط ہو گئی۔

(السوال الثاني (الف)) ...... **ويسجد للسهو في الزيادة والنقصان سجدتين بعد السلام ثم يتشهد ثم يسلم.**

عبارت مذکورہ کا ترجمہ و مطلب بیان کرنے کے بعد بتائیے کہ

(۱) سجدہ سہو کن کن صورتوں میں لازم ہوتا ہے؟ (۲) عبارت مذکورہ میں "في الزيادة والنقصان" اور "بعد السلام" کی قیود سے فقہاء کرام کے جن اختلافات کی طرف اشارہ ہے ان کو وضاحت کے ساتھ مدلل لکھئے۔

الجواب الثاني (الف) اس سوال میں دو امور حل طلب ہیں

(۱) سجدہ سہو کن صورتوں میں لازم ہے۔ ② زیادۃ ونقصان اور بعد السلام کی قیود سے اختلاف فقہاء۔

☆ **(۱) سجدہ سہو لازم کی صورتیں:**

زیادتی اور نقصان کی صورت میں سلام کے بعد کے دو سجدے کرے پھر تشہد پڑھے پھر سلام

www.Bhalli.Info

پھیر دے۔ مسئلہ یہ ہے کہ اگر نماز کے اندر کسی فعل کی زیادتی کردی گئی یا کمی کردی گئی تو اس سجدے سہو کے واجب ہوں گے۔ رہی یہ بات کہ سلام کے بعد واجب ہوں گے یا سلام سے جواز کے اندر کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ سب کا اتفاق ہے کہ سجدہ سہو سلام سے پہلے کرے یا سلام بعد کرے دونوں جائز ہیں۔

☆ (۲) زیادة و نقصان اور بعد السلام کی قیود سے اختلاف ائمہ:

البتہ روایات میں اختلاف ہے۔ چنانچہ احناف کے نزدیک سلام کے بعد اولی ہے امام شافعیؒ کے نزدیک سلام پہلے اولی ہے اور امام مالکؒ نے فرمایا کہ اگر مصلی کا سہو نقصان سے سجدہ سہو سلام سے پہلے کرے اور اگر زیادتی ہوگئی تو سلام کے بعد سجدہ سہو کرے۔

امام شافعیؒ کی دلیل یہ ہے کہ حضور ﷺ نے سجدہ سہو سلام سے پہلے کیا ہے جیسا کہ بخاری میں عبداللہ بن مالک کی حدیث ہے۔ بخاری کے الفاظ یہ ہیں۔ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم الظهر فقام فی الرکعتین الاولین ولم یجلس فقام الناس معه حتیٰ اذا قضی وانتظر الناس تسلیمه کبرو هو جالس فسجد سجدتین قبل ان یسلم نبی ﷺ نے ظہر کی نماز پڑھی اور پہلے دو رکعتوں میں بغیر قعدہ کے کھڑے ہوگئے آپ ﷺ کے لوگ بھی کھڑے ہوگئے حتی کہ جب نماز قریب الختم ہوگئی اور لوگ آپ کے سلام پھیرنے کا انتظار کرنے لگے تو آپ ﷺ نے بیٹھے بیٹھے تکبیر کہی اور سلام پھیرنے سے پہلے دو سجدے کئے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سجدہ سہو قبل السلام ہے۔

احناف کی دلیل آنحضور ﷺ کا قول لکل سهو سجدتان بعد السلام ہے (ابو داؤد، ابن ماجہ) دوسری دلیل حدیث فعلی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے سلام کے بعد دو سجدے کئے ہیں۔ صاحب ہدایہ کہتے ہیں کہ دو حدیث فعلی متعارض ہوگئی ہیں پس ان دونوں کو چھوڑ کر آپ ﷺ کے قول پر عمل کریں گے اور آپ کا قول یہ ہے کہ سہو کے دو سجدے سلام کے بعد ہیں۔ احناف کی عقلی دلیل یہ ہے کہ بالاجماع سجدہ سہو مکرر نہیں ہوتا۔ اور سلام سے پہلے سجدہ سہو کرنے کی صورت میں تکرار کا امکان ہے بایں طور کہ سلام سے پہلے سجدہ کرلیا پھر جب سلام پھیرنے کا وقت آیا تو اس کو شک ہوگیا کہ تین رکعتیں ہوئی ہیں یا چار ہوئیں۔ اسی سوچ میں پڑا رہا یہاں تک کہ سلام میں تاخیر ہوگئی پھر یاد آیا تو اس کو شک ہوگیا کہ تین رکعتیں ہوئی ہیں یا چار ہوئیں۔ تو اب تاخیر سلام کی وجہ سے اس پر دوبارہ سجدہ سہو واجب ہوا ہے اب یہ شخص دوبارہ سجدہ سہو کرے گا یا نہیں۔ دو ہی صورتیں ہیں اگر اس نے دوبارہ سجدہ سہو نہیں کیا تو نماز میں ایسا نقص باقی رہ گیا جس کی تلافی نہیں کی گئی ہے اور اگر دوبارہ سجدہ سہو کیا تو سجدہ سہو مکرر ہوجائے گا حالانکہ یہ بالاجماع غیر مشروع ہے۔

(ب) وهذا الضرب من الصوم يتادى بمطلق النية وبنية النفل وبنية واجب آخر

(ا) ھذا الضرب سے صوم کی جس قسم کی طرف اشارہ ہے اس کی تعیین کرتے ہوئے متن مذکورہ کا ترجمہ اور مطلب بیان کیجئے اور نیت صوم کے بارے میں حضرات فقہاء کا جو اختلاف ہے اسے دلائل کے ساتھ مفصل لکھئے۔

جواب الثانی (ب) اس سوال میں ایک امر حل طلب ہے

(۱) ترجمہ و مطلب۔ (۲) نیت صوم میں اختلاف فقہاء۔

(۱) ترجمہ: اور روزہ کی یہ قسم مطلق نیت، نفل کی نیت اور واجب آخر کی نیت کے ساتھ ادا ہو جاتا ہے۔

مطلب: مسئلہ یہ کہ روزہ کی یہ قسم یعنی واجب معین مطلق نیت سے بھی ادا ہوجاتا ہے اور نفل کی نیت سے بھی اور واجب آخر کی نیت سے بھی۔ مصنف قدوری کی عبارت میں تھوڑا سا جھول ہے اس لئے کہ واجب معین میں رمضان کا روزہ اور نذر معین کا روزہ دونوں داخل ہیں، تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ جس طرح رمضان کا روزہ مطلق نیت، نفل کی نیت اور واجب آخر کی نیت سے ادا ہوجاتا ہے، اسی طرح نذر معین کا روزہ بھی مذکورہ نیتوں سے ادا ہوجائے گا۔ حالانکہ ایسا نہیں۔ کیونکہ نذر معین کا روزہ مطلق نیت اور نفل کی نیت سے تو ادا ہوجاتا ہے مگر واجب آخر مثلاً قضاء یا کفارہ کی نیت سے ادا نہیں ہوتا بلکہ نذر معین والے دن اگر رات ہی میں کسی واجب آخر کی نیت کرلی تو واجب آخر ادا ہوگا نہ نذر معین کا روزہ۔ بہرحال احناف کا مذہب یہ ہے کہ رمضان کا روزہ مطلق نیت سے بھی ادا ہوجائے گا مثلاً یہ کہا کہ میں کل آئندہ روزہ رکھوں گا اور نفل نیت سے بھی ادا ہوجائے گا مثلاً یہ کہا کہ میں کل روزہ کفارہ کا یا گذشتہ سال کے رمضان کی قضاء کا روزہ رکھوں گا۔

(۲) نیت صوم میں اختلاف فقہاء: امام شافعیؒ نے فرمایا ہے کہ رمضان میں اگر نفلی روزہ کی نیت کی تو نہ رمضان کا روزہ ادا ہوگا اور نہ نفل کا بلکہ اس دن کا امساک فاقہ ہوگا۔ کیونکہ رمضان کے روزہ کی تو نیت نہیں کی ہے۔ اور نفلی روزہ کا وقت نہیں ہے اس لئے یہ کوئی روزہ شمار نہ ہوگا۔ اور اگر رمضان میں مطلقاً روزہ کی نیت کی تو اس میں امام شافعیؒ کے دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ مطلق نیت سے رمضان کا روزہ ادا ہوجائے گا۔ دوم یہ کہ روزہ رمضان ادا نہ ہوگا یہی امام مالک اور امام احمدؒ کا قول ہے اس مسئلہ میں کہ نفل کی نیت سے رمضان کا روزہ ادا نہیں ہوگا۔ امام شافعیؒ کی دلیل یہ ہے کہ رمضان کے مہینہ میں نفلی روزہ کی نیت کرکے گویا اس نے فرض سے اعراض کیا ہے کیونکہ فرض اور نفل کے درمیان مغایرت ہے پس فرض سے اعراض کرنا ایسا ہے جیسا کہ نیت ہی ترک کردی ہو اور یہ

www.Bhalli.Info

بات واضح ہے کہ ترک نیت سے روزہ ادا نہیں ہوتا اس لئے اس صورت میں رمضان کا روزہ ادا [illegible]
ہوگا۔اور چونکہ نفلی روزہ کا وقت نہیں ہے اس لئے نفلی روزہ بھی ادا نہ ہوگا۔مطلق نیت کی صورت [illegible]
امام شافعیؒ کے قولِ اول کی دلیل یہ ہے کہ جب ماہِ رمضان میں مطلقاً روزہ کی نیت پائی گئی تو [illegible]
اس نیت سے فرض سے اعراض کرنے والا شمار نہ ہوگا اور جب فرض سے اعراض کرتا نہیں پایا [illegible]
رمضان کا روزہ ادا ہو جائے گا دوسرے قول کی دلیل یہ ہے کہ جس طرح اصل صوم عبادت ہے [illegible]
طرح وصفِ فرضیت بھی عبادت ہے اور اصل صوم بغیر نیت کے ادا نہیں ہوتا پس جس طرح اصل [illegible]
بغیر نیت کے ادا نہیں ہوتا اسی طرح وصفِ فرضیت بھی بغیر نیت کے ادا نہیں ہوگا اور مطلق [illegible]
صورت میں چونکہ وصفِ فرضیت معدوم ہو گیا اس لئے نفسِ صوم بھی معدوم ہو جائے گا۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ رمضان کا مہینہ فرض روزوں کے لئے متعین ہے۔چنانچہ رسول [illegible]
ﷺ نے فرمایا ہے اذا انسلخ شعبان فلا صوم الا رمضان یعنی جب شعبان کا مہینہ ختم ہو [illegible]
سوائے رمضان کے کوئی روزہ نہیں ہے یعنی اس مہینہ میں سوائے فریضہ رمضان کے اور کوئی روزہ [illegible]
ہے۔پس جب رمضان کا مہینہ فریضہ صوم اصل نیت کے ساتھ ادا ہو جائے گا۔

السوال الثالث (الف) ...... والزکوة عند ابی حنیفةؒ وابی یوسفؒ فی النصاب دون العفو

متنِ مذکورہ میں بیان کردہ مسئلہ کو وضاحت و تفصیل کے ساتھ ذکر کرتے ہوئے ائمہ [illegible]
اختلاف دلائل کے ساتھ تحریر کیجئے اور ثمرہ اختلاف واضح کیجئے۔

الجواب الثالث (الف) اس سوال میں دو امور حل طلب ہیں

①وضاحت مسئلہ۔②اختلاف ائمہ۔

☆ **(۱) وضاحت مسئلہ:** توضیح مسئلہ سے پہلے یہ ذہن نشین کر لیجئے کہ مال کا ایک نصاب
ہوتا ہے۔اور ایک عفو ہوتا ہے،مثلاً پانچ اونٹوں میں ایک بکری واجب ہوتی ہے۔اور نو تک ایک
بکری رہتی ہے۔جب دس (۱۰) اونٹ ہو جائیں گے تو ان میں دو بکریاں واجب ہوں گی [illegible]
(۵) اونٹ اور دس (۱۰) اونٹ تو نصاب ہیں۔لیکن درمیان میں چھ (۶) سے نو (۹) تک عفو [illegible]
اسی طرح مثلاً پچیس (۲۵) اونٹوں میں بنت مخاض اور چھتیس (۳۶) میں بنت لبون ہے۔ان [illegible]
دونوں کے درمیان عفو ہے۔

☆ **(۲) اختلاف ائمہ:** اب اس بارے میں اختلاف ہے کہ زکوٰۃ کا تعلق عفو سے ہو [illegible]
نہیں۔سو امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ زکوٰۃ کا تعلق نصاب سے ہوتا ہے [illegible]
سے۔یہی قول امام مالکؒ،امام احمدؒ اور امام شافعیؒ کا ہے لیکن امام شافعیؒ کا یہ قول جدید ہے۔امام [illegible]

امام زفرؒ نے فرمایا ہے کہ زکوٰۃ نصاب اور عفو دونوں میں ہے۔مثلاً کسی کے پاس اگر نو (۹) اونٹ ہوں
تو ان میں ایک بکری واجب ہے۔لیکن شیخینؒ کے نزدیک یہ ایک بکری پانچ اونٹوں کی طرف سے زکوٰۃ
ہے۔اور باقی چار اونٹ عفو ہیں۔ان کے ساتھ زکوٰۃ کا قطعاً کوئی تعلق نہیں ہے۔اور امام محمدؒ و امام زفرؒ
کے نزدیک یہ بکری نو (۹) اونٹوں کی زکوٰۃ ہے۔ثمرۂ اختلاف اس مثال میں ظاہر ہوگا کہ ایک شخص کی
ملک میں نو (۹) اونٹ ہیں۔اور ان پر ایک سال گذر گیا۔پھر ان میں سے چار اونٹ ہلاک ہو گئے تو
شیخینؒ کے نزدیک باقی پانچ میں اس پر ایک ہی بکری واجب ہوگی۔اور امام محمدؒ و امام زفرؒ کے نزدیک
بکری کی قیمت کے نو حصے اس پر واجب کئے جائیں گے۔اور چار حصے ساقط ہو جائیں گے۔امام محمدؒ
اور امام زفرؒ کی دلیل یہ ہے کہ زکوٰۃ نعمتِ مال کا شکر ادا کرنے کے لئے واجب ہوئی ہے۔اور مال کل
کا کل خواہ عفو ہو خواہ نصاب نعمت ہے۔لہٰذا زکوٰۃ کا تعلق پورے مال کے ساتھ ہوگا۔اور زکوٰۃ کی جو
مقدار واجب ہوئی ہے وہ کل مال کا شکرانہ ہے۔اس کی تائید صدیق اکبرؓ کے فرامین زکوٰۃ سے بھی
ہوتی ہے۔کیونکہ ابو بکر صدیقؓ کے فرمان میں ہے۔فاذا بلغت خمس وعشرين الى خمس
وثلثين ففيها بنت مخاض یعنی اونٹ جب پچیس (۲۵) کو پہنچ جائیں تو پینتیس (۳۵) تک میں
ایک بنت مخاض ہے۔اس سے ظاہر ہوا کہ بنت مخاض پینتیس (۳۵) اونٹوں کی طرف سے زکوٰۃ
ہے۔حالانکہ اس میں پچیس (۲۵) اونٹ نصاب کہلاتے ہیں۔اور باقی دس اونٹ عفو کہلاتے ہیں۔
اسی طرح ہر نصاب میں عفو سے وجوب کی نفی فرمائی گئی ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ زکوٰۃ کا تعلق
نصاب سے ہوتا ہے نہ کہ عفو سے۔
عقلی دلیل یہ ہے کہ عفو، چونکہ وجود نصاب کے بعد ہی ثابت ہوتا ہے۔اس لئے عفو نصاب کے
تابع ہوگا۔اور جو مال، اصل اور تابع پر مشتمل ہو اور پھر اس میں سے کچھ ہلاک شدہ مال کو تابع کی
طرف پھیرا جاتا ہے۔نہ کہ اصل کی طرف۔

(ب) ثم يأتي من يومه ذلك مكة او من الغد او من بعد الغد فيطوف بالبيت سبعة اشواط.
عبارت مذکورہ کا ترجمہ اور مطلب بیان کرنے کے بعد بتائیے کہ
(۱) حج میں کتنے فرائض ہیں اور ان کی کیا ترتیب ہے؟ (۲) طواف کی کتنی قسمیں ہیں اور
عبارت مذکورہ میں کون سے طواف کا ذکر ہے؟ اور اس کا کیا حکم ہے؟ اور اس کا وقت کب تک رہتا ہے
اور وقت نکل جانے کے بعد کیا واجب ہوتا ہے؟

الجواب الثالث (ب) اس سوال میں تین امور حل طلب ہیں

①ترجمہ اور مطلب۔②حج کے فرائض اور ان کی ترتیب۔③طواف کی اقسام عبارت میں کون سا

www.Bhalli.Info

طواف ہے۔

☆ (۱) ترجمہ: قدوری نے کہا پھر مکہ میں آئے اُسی دن یا گیارہویں کو یا بارہویں کو پس خانہ کعبہ کا طواف کرے طواف زیارت سات پھیرے کیونکہ مروی ہے کہ حضور ﷺ نے جب سر منڈایا تو مکہ تشریف لائے پھر بیت اللہ کا طواف کیا، پھر منیٰ کو واپس آئے اور منیٰ میں ظہر کی نماز پڑھی۔

مطلب: فرمایا کہ یوم نحر کو منیٰ میں رمی، حلق اور ذبح کے بعد اسی دن مکۃ المکرمہ آجائے یا گیارہویں کو یا بارہویں کو پھر بیت اللہ کا طواف کرے۔ اس طواف کا نام طواف زیارت ہے اور حج کے ارکان میں سے ایک رکن ہے۔ دلیل یہ ہے کہ حضور ﷺ نے بھی حلق کرایا پھر مکہ میں آکر بیت اللہ کا طواف کیا پھر منیٰ کو تشریف لے گئے اور منیٰ میں ظہر کی نماز ادا کی۔

حج کے فرائض اور ان کی ترتیب: حج میں چار باتیں فرض ہیں، ان میں سے کوئی بات بھی چھوٹ جائے تو حج ادا نہ ہوگا۔

(۱) احرام: یہ حج کے لئے شرط بھی ہے اور حج کا رکن بھی ہے۔

(۲) وقوف عرفات: خواہ چند ہی لمحے کے لئے ہو۔

☆ **(۳) طواف زیارت:** اس کے پہلے چار شوط فرض ہیں اور بعد کے تین شوط واجب۔

☆ **(۴) ترتیب:** ان تینوں فرائض کو مقررہ مقامات، مقررہ اوقات میں متعین ترتیب کے مطابق ادا کرنا۔

طواف کی قسمیں اور ان کے احکام:

طواف بیت اللہ کی چھ قسمیں ہیں اور ہر ایک کا حکم الگ ہے۔

❶ **طواف زیارت:** اس کو طواف افاضہ بھی کہتے ہیں، اور طواف حج بھی کہتے ہیں، طواف زیارت حج کے ارکان میں سے ایک رکن ہے۔

قرآن حکیم میں ہے: ولیطوفوا بالبیت العتیق "اور اس قدیم گھر کا طواف کرنا چاہئے"

آئمہ کا اتفاق ہے کہ اس سے طواف زیارت مراد ہے، جو وقوف عرفات کے بعد دس تاریخ کو کیا جاتا ہے، اور اگر کسی وجہ سے دس ذوالحجہ کو نہ ہو سکے تو گیارہ یا بارہ ذوالحجہ کو بھی کیا جا سکتا ہے۔

❷ **طواف قدوم:** اس طواف کو طواف تحیۃ بھی کہتے ہیں۔ مکۂ مکرمہ میں داخلے کے بعد سب سے پہلے جو طواف کیا جاتا ہے اس کو طواف قدوم کہتے ہیں، یہ صرف ان لوگوں پر واجب ہے جو میقات سے باہر کے باشندے ہوں اور جن کو اصطلاح میں آفاقی کہتے ہیں، اس کو طواف اللقاء اور طواف التحیۃ بھی کہتے ہیں۔

● **طواف وداع:** بیت اللہ سے رخصت ہوتے وقت جو آخری طواف کرتے ہیں اس کو طواف وداع یا طواف صدر کہتے ہیں، یہ طواف بھی آفاقی پر واجب ہے، اس طواف کے بعد ملتزم سے پیٹ کر سینہ اور دایاں رخسار اس سے لگا کر اور دائیں ہاتھ سے بیت اللہ کا پردہ پکڑ کر انتہائی گریہ وزاری اور خشوع کے ساتھ دعا مانگنا چاہئے۔ یہ بیت اللہ سے رخصت کا وقت ہے، معلوم نہیں کہ پھر یہ سعادت نصیب ہو۔ طواف وداع کے بارے میں نبی ﷺ نے ہدایت فرمائی ہے

"کوئی شخص "طواف رخصت" کیے بغیر بیت اللہ سے واپس نہ ہو، مگر اس خاتون کے لیے اجازت ہے جو حالت حیض میں ہو"

● **طواف عُمرہ:** وہ طواف جو عُمرہ میں کیا جاتا ہے، عُمرے کا رُکن ہے، اس کے بغیر عُمرہ ادا نہ ہوگا۔

● **طواف نذر:** یعنی کسی نے طواف کی نذر مانی ہو، نذر کا طواف واجب ہے۔

● **نفلی طواف:** یہ کسی وقت بھی کیا جاسکتا ہے اور مکے میں جب تک رہنے کا موقع ملے اس سے بڑی سعادت اور کیا ہوگی کہ آدمی زیادہ سے زیادہ طواف کرے۔

طواف کے واجبات: طواف میں نو (۹) چیزوں کا اہتمام واجب ہے:

(۱) نجاست حکمیہ یعنی حدث اصغر اور حدث اکبر سے پاک ہونا، خواتین کے لیے حیض ونفاس کی حالت میں طواف کرنا جائز نہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حج کے سفر میں یہ ایام شروع ہو گئے تو وہ رونے لگیں، نبی ﷺ نے فرمایا "رونے کی کیا بات ہے، یہ تو ایسی چیز ہے جو آدم کی بیٹیوں کے ساتھ ہے، تم وہ سارے عمل کرو جو حاجیوں کو کرنے ہوتے ہیں، مگر بیت اللہ کا طواف اس وقت تک نہ کرو کہ اس سے پاک صاف نہ ہو جاؤ۔

(۲) ستر عورت: یعنی جسم کے ان حصوں کو چھپائے رکھنا، جن کا چھپانا ضروری ہے۔

آپ ﷺ کا ارشاد ہے: لایطوف بالبیت عریان "برہنہ ہو کر کوئی طواف نہ کرے"

(۳) حجر اسود کے استلام سے طواف شروع کرنا۔

(۴) طواف کی ابتداء اپنی دائیں جانب سے کرنا۔ حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ نبی ﷺ مکے تشریف لائے تو سب سے پہلے آپ حجر اسود کے پاس آئے، اس کا استلام کیا، اور پھر آپؐ نے اپنی دائیں جانب سے طواف شروع کیا۔

(۵) پیادہ طواف کرنا، عذر کی حالت میں، سوار ہو کر بھی طواف جائز ہے اور نفلی طواف تو بغیر

www.Bhalli.Info

عذر بھی سوار ہو کر جائز ہے، لیکن افضل یہی ہے، کہ پیدل طواف کیا جائے۔

⑥ طواف کے پہلے چار فرض چکروں کے بعد باقی تین شوط پورے کرنا۔

⑦ ہر طواف یعنی سات شوط پورے کرنے کے بعد دو رکعت نماز پڑھنا۔

حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ ہم لوگ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ بیت اللہ پہنچے، تو آپؐ نے حجر اسود کا استلام کیا، پہلے تین چکروں میں آپؐ نے رمل کیا۔ پھر چار چکروں میں معمول کے مطابق چلے، پھر آپؐ مقام ابراہیمؑ کی طرف بڑھے اور یہ آیت تلاوت فرمائی۔

واتخذوا من مقام ابراهيم مصلى "اور ابراہیمؑ کے مقام عبادت کو مستقل جائے نماز بنا لو" پھر آپؐ اس طرح کھڑے ہوئے کہ "مقام ابراہیمؑ" آپؐ کے اور بیت اللہ کے درمیان تھا، اور آپؐ نے نماز پڑھی۔

⑧ حطیم کے باہر۔ باہر سے طواف کرنا تاکہ حطیم بھی طواف میں شامل رہے۔

⑨ ممنوعات احرام سے اجتناب کرنا۔

طواف کی دُعا:

خانہ کعبہ کا طواف کرنے کے لیئے جب حجر اسود کے پاس پہنچے تو بسم اللہ واللہ اکبر کہے، پھر یہ دُعا پڑھے:

اللهم ايمانا بك وتصديقا بكتابك و وفاء بعهدك واتباعا لسنة نبيك صلى الله عليه وسلم.

"اے اللہ! تجھ پر ایمان لا کر، تیری کتاب کی تصدیق کر کے، اور تیرے عہد کو پورا کرتے ہوئے اور تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں (یہ استلام اور طواف کر رہا ہوں۔"

اور طواف شروع کر دے، طواف کرتے ہوئے آہستہ آہستہ یہ دُعا پڑھے

سبحان الله والحمد لله ولا اله الا الله والله اكبر ولا حول ولا قوة الا بالله.

"اللہ پاک و برتر ہے، تمام حمد و شکر اسی کے لیئے ہے، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ سب سے بڑا ہے، اور اللہ کے سوا کوئی طاقت نہیں جو نیکی کرا سکے اور کوئی طاقت نہیں جو بُرائی سے روک سکے۔" اور جب رُکن یمانی پر پہنچے تو رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان یہ دعا پڑھے:

ربنا اتنا في الدنيا حسنة وفي الاخرة حسنة وقنا عذاب النار.

"اے اللہ! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی عطا کر اور آخرت میں بھی، اور ہمیں جہنم کے عذاب سے بچا۔" اور یہ دُعا بھی پڑھے:

اللهم قنعني بما رزقتني وبارك لي فيه واخلف على كل غائبة لي بخير.

"اے اللہ! تو مجھے قناعت دے اسی پر جو کچھ تو نے مجھے عطا کر رکھا ہے، اور اسی میں میرے لئے برکت عطا فرما اور ہر غائب چیز میں تو خیر اور بھلائی کے ساتھ نگران بن جا۔"

اور یہ بھی پڑھے:

لا اله الا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شئ قدير.

"اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اقتدار اسی کا حق ہے، تعریف کا وہی حقدار اور وہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔"

طواف کے مسائل:

(۱) ہر طواف یعنی سات شوط پورے کرنے کے بعد دو رکعت نماز پڑھنا واجب ہے، دو طوافوں کے درمیان میں نماز نہ پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔

(۲) سات چکر لگا لینے کے بعد کسی نے قصداً آٹھواں چکر لگا لیا، تو اب چھ چکر مزید لگا کر ایک طواف اور کرنا ضروری ہے۔ اس لیئے کہ نفل عبادت شروع کرنے کے بعد لازم ہو جاتی ہے۔

(۳) جن اوقات میں نماز مکروہ ہے، ان اوقات میں طواف مکروہ نہیں ہے۔

(۴) طواف کرتے ہوئے اگر پنجوقتہ نمازوں میں سے کسی نماز کا وقت آجائے یا نماز جنازہ آ جائے یا وضو کی ضرورت پیش آجائے، تو واپس آنے کے بعد دوبارہ نئے سرے سے طواف شروع کرنے کی ضرورت نہیں، جہاں سے چھوڑ کر گیا تھا وہیں سے پورا کرے۔

(۵) طواف کرتے ہوئے اگر بھول جائے کہ کتنے شوط کیئے ہیں تو پھر نئے سرے سے شروع کرے، ہاں اگر کوئی قابل اعتماد شخص یاد دلا دے تو اس کی یاد دہانی کے مطابق عمل کر سکتا ہے۔

(۶) طواف کے دوران کوئی چیز کھانا پینا، خرید و فروخت کرنا، اشعار گنگنانا اور بے ضرورت باتیں کرنا مکروہ ہے۔

(۷) حالت طواف میں نجاست حقیقیہ سے پاک ہونا مسنون ہے اور نجاست حکمیہ سے پاک ہونا واجب ہے۔

(۸) حج اور عمرہ دونوں کے پہلے طواف میں رمل کرنا مسنون ہے، اور اضطباع بھی مسنون ہے۔

www.Bhalli.Info

الورقة الثالثة ...... في الفقه ...... وفاق المدارس العربية باكستان ...... شعبان ۱۴۳۱
ورقة الاختبار السنوي للمرحلة العالية ...... للبنات ...... مجموع الدرجات ۱۰۰ ...... الوقت
ملحوظة: اجب عن احد الشقين من كل سوال فقط ان اجبت بالعربية الفصحى تستحق عشر

السوال الأول (الف) ...... ويجوز الطهارة بماء خالطه شيء طاهر فغير احد اوصافه كماء المد والماء الذی اختلط به الزعفران اوالصابون او الاشنان قال اجرى في المختصر ماء الزردج مجری امرق والمروی عن ابی یوسف انه بمنزلة ماء الزعفران هو الصحیح۔

(۱) مذکورہ بالا عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے (۲) ماء زعفران سے وضو کرنا امام شافعیؒ کے نزدیک درست نہیں ہے جبکہ احناف کے ہاں اس سے وضو درست ہے۔ جانبین کے دلائل ذکر کریں (۳) خط کشیدہ عبارت کی وضاحت کریں اور یہ بتائیں (المختصر) سے کیا مراد ہے؟

الجواب الاول (الف) اس سوال میں تین امور حل طلب ہیں

① اعراب وترجمہ۔ ② زعفران سے وضو میں جانبین سے دلائل۔ ③ خط کشیدہ کی وضاحت، المختصر سے مراد۔

☆ (۱) اعراب: وَيَجُوْزُ الطَّهَارَةُ بِمَاءٍ خَالَطَهُ شَيْءٌ طَاهِرٌ فَغَيَّرَ اَحَدَ اَوْصَافِهِ كَمَاءِ الْمَدِّ وَالْمَاءُ الَّذِيْ اِخْتَلَطَ بِهِ الزَّعْفَرَانُ اَوِ الصَّابُوْنُ اَوِ الْاِشْنَانُ قَالَ اَجْرٰى فِي الْمُخْتَصَرِ مَاءَ الزَّرْدَجِ مَجْرَى الْمَرَقِ وَالْمَرْوِيُّ عَنْ اَبِيْ يُوْسُفَ اَنَّهُ بِمَنْزِلَةِ مَاءِ الزَّعْفَرَانِ هُوَ الصَّحِيْحُ

ترجمہ: اور ایسے پانی کے ساتھ پاکی حاصل کرنا جائز ہے جس میں کوئی پاک چیز مل گئی ہو اور اس نے پانی کے اوصاف میں سے کسی ایک کو متغیر کر دیا ہو جیسے سیلاب کا پانی اور وہ پانی جس میں زعفران یا صابون یا اشنان مل گئی ہو۔ مصنفؒ نے کہا کہ مختصر القدوری میں امام قدوری نے گاجر کے پانی کو شوربے کی مانند قرار دیا ہے۔ اور امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ یہ ماء زعفران کے مرتبہ میں ہے یہی قول صحیح ہے۔

☆ (۲) زعفران سے وضو میں اختلاف:

مسئلہ یہ ہے کہ اگر پانی میں کوئی پاک چیز مل گئی اور اس نے پانی کے تینوں اوصاف رنگ، بو، مزہ میں سے کسی ایک وصف کو متغیر کر دیا تو اس پانی سے وضو کرنا جائز ہے جیسے سیلاب کا پانی، زعفران یا صابون یا اشنان ملا ہوا پانی۔ اشنان ایک شور گھاس ہے جو زمین میں اگتی ہے۔ اور صابن کی طرح کپڑے کو صاف کر دیتی ہے مصنف قدوری کی عبارت اس طرف مشیر ہے کہ اگر پانی کے دو وصف یا تینوں وصف متغیر ہو گئے تو اس سے وضو کرنا جائز نہیں ہے۔

امام شافعیؒ نے فرمایا کہ زعفران اور اس کی مانند جو چیزیں زمین کی جنس سے نہیں ہیں ان کے پانی سے وضو کرنا جائز نہیں ہے۔ دلیل یہ ہے کہ یہ مقید پانی ہے چنانچہ اس کو آب زعفران یعنی مقید پانی کہا جاتا ہے اور اضافت چونکہ موجب تقلید ہے جیسے ماء شجر، ماء ثمر، اور ماء ورد، اس لئے ماء زعفران بھی ماء مقید ہوگا نہ کہ مطلق، اور ماء مطلق نہ ہونے کی صورت میں تیمم کا حکم دیا گیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے فلم تجدوا ماء یعنی ماء مطلقا فتیمموا پس ثابت ہوا کہ زعفران وغیرہ کے پانی کی موجودگی میں تیمم کرنا جائز ہے برخلاف زمین کے اجزاء کے کیونکہ عادۃً کوئی پانی زمین کے اجزاء اور میل سے خالی نہیں پایا جاتا، پس جب کوئی پانی زمینی اجزاء سے خالی نہ ہوا تو معلوم ہوا کہ اجزاء زمین کے مخلوط ہونے سے آب مطلق میں فرق نہیں آتا، حاصل یہ ہوا کہ پانی میں اگر زمین کے اجزاء مل گئے تو یہ پانی مطلق ہی رہے گا اور اس سے وضو کرنا جائز ہوگا۔ اور اگر زمین کے اجزاء کے علاوہ کوئی اور چیز پانی میں مخلوط ہوگئی تو وہ آب مقید ہوگا اور اس سے وضو کرنا ناجائز ہوگا اور ہماری دلیل یہ ہے کہ پانی پر اسم مطلق الاطلاق باقی ہے چنانچہ آپ دیکھئے کہ اس کا علیحدہ کوئی نیا نام نہیں ہوا ہے۔

یہاں مصنفؒ کی عبارت پر ایک اشکال ہوگا وہ یہ کہ سابق میں حضور ﷺ کا قول الا ما غیر طعمه او لونه اور ریحه گذرا ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ اگر پانی کا ایک وصف بھی متغیر ہو گیا تو اس سے وضو کرنا جائز نہیں ہے۔ حالانکہ مصنف قدوری اس صورت میں جواز کے قائل ہیں۔

جواب یہ ہے کہ حدیث میں شئے سے مراد شئے نجس ہے یعنی لا ینجسه شئ نجس اور یہ حدیث ماء جاری کے بارے میں وارد ہوئی ہے اب حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ جاری پانی پاک ہے کوئی ناپاک چیز اس کو نجس نہیں کر سکتی مگر یہ کہ اس کا رنگ یا مزہ یا بو متغیر ہوگئی ہو یعنی اگر نجاست دکھائی دے یا اس کا مزہ یا بو محسوس ہو تو اس پانی کا استعمال جائز نہیں ہے کیونکہ یہ اوصاف قیام نجاست پر دلالت کرتے ہیں۔

☆ (۳) خط کشیدہ کی وضاحت:

صاحب ہدایہؒ نے فرمایا کہ امام قدوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مختصر القدوری میں زردج (گاجر) کے پانی کو شوربے کے مرتبے میں رکھا ہے یعنی دونوں سے وضو کرنا جائز ہے۔ اور امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ زردج کا پانی زعفران کے پانی کے مرتبہ میں ہے یعنی ایک وصف متغیر ہونے کی صورت میں دونوں سے وضو کرنا جائز ہے اور امام شافعیؒ اور امام سرخسیؒ نے اسی کو اختیار کیا ہے۔

المختصر سے مراد: اس سے مراد قدوری ہے۔

(ب) ...... والمستحاضة ومن به سلس البول والرعاف الدائم والجرح الذی لا یرقأ یتوضؤن لوقت کل صلوة فیصلون بذلك الوضوء فی الوقت ماشاؤا من الفرائض

www.Bhalli.Info

والنوافل وقال الشافعیؒ تتوضأ المستحاضة لکل مکتوبة.

(۱) عبارت مذکورہ پر اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے (۲) حضرات احنافؒ اور امام شافعیؒ کے درمیان اختلاف دلائل کے ساتھ ذکر کریں (۳) احناف اور امام شافعیؒ کے درمیان اختلاف فقط مستحاضہ کے بارے میں ہے یا دیگر معذورین کے بارے میں بھی اختلاف ہے؟ واضح کیجئے۔

الجواب الاول (ب) اس سوال میں تین امور حل طلب ہیں

① اعراب و ترجمہ۔ ② اختلاف ائمہ۔ ③ اختلاف مستحاضہ میں یا دیگر میں۔

☆ (۱) اعراب: وَالْمُسْتَحَاضَةُ وَمَنْ بِهٖ سَلَسُ الْبَوْلِ وَالرُّعَافُ الدَّائِمُ وَالْجُرْحُ الَّذِيْ لَا يَرْقَأُ يَتَوَضَّئُوْنَ لِوَقْتِ كُلِّ صَلٰوةٍ فَيُصَلُّوْنَ بِذٰلِكَ الْوُضُوْءِ فِي الْوَقْتِ مَا شَاءُوْا مِنَ الْفَرَائِضِ وَالنَّوَافِلِ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ تَتَوَضَّأُ الْمُسْتَحَاضَةُ لِكُلِّ مَكْتُوْبَةٍ.

ترجمہ: اور مستحاضہ اور وہ شخص جس کو سلسل البول کا مرض ہو اور جس کو دائمی نکسیر ہو، اور جس کو زخم ہو کہ نہ بھرتا ہو تو یہ لوگ ہر نماز کے وقت کے لئے، وضو کریں پس اس وضو سے وقت کے اندر فرائض و نوافل سے جو چاہیں پڑھیں۔ اور امام شافعیؒ نے فرمایا کہ مستحاضہ ہر فریضہ کے لئے وضو کرے۔

☆ (۲) **اختلاف ائمہ:** مسئلہ یہ ہے کہ مستحاضہ عورت اور جس کو پیشاب آنا نہ تھمتا ہو اور جس کو دائمی نکسیر ہو اور جس کے ایسا زخم ہو کہ اس سے خون نہیں رکتا، ان معذورین کے بارے میں احناف کے نزدیک یہ حکم ہے کہ اس وضو سے وقت کے اندر اندر جتنی چاہے نماز پڑھے وہ نمازیں خواہ فرض، نفل، واجب ہوں یا نذر کی نمازیں ہوں۔

اور امام شافعیؒ کے نزدیک ہر فرض نماز کے لئے وضو کرے یعنی معذور ایک وضو سے ایک فرض ادا کر سکتا ہے متعدد فرض ادا نہیں کر سکتا۔ امام شافعیؒ کی دلیل حدیث المستحاضة تتوضأ لکل صلوة ہے، یعنی مستحاضہ ہر نماز کے لئے وضو کرے۔ حضرت امام شافعیؒ پر اعتراض ہو سکتا ہے کہ حدیث میں لفظ صلوۃ عام ہے فرض ہو یا غیر فرض ہو۔ لہٰذا فرض کے ساتھ مقید کرنا کیسے درست ہوگا۔

جواب لکل صلوة میں لفظ صلوۃ مطلق ہے اور قاعدہ ہے کہ المطلق ینصرف الی الفرد الکامل اور نماز کا فرد کامل فرض ہوتا ہے نہ کہ غیر فرض، اس لئے صلوۃ سے فرض نماز مراد لی گئی نہ کہ مطلق نماز۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ معذور کی طہارت کا اعتبار اداء فرض کی وجہ سے ہے اس لئے فرض سے فراغت کے بعد طہارت باقی نہ رہے گی۔ اور ہماری دلیل حضور ﷺ کا قول المستحاضة تتوضأ لوقت کل صلوة ہے۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے ان النبی ﷺ قال لفاطمة بنت ابی حبیش وتوضئی لوقت کل صلاة ان دونوں حدیثوں کا مطلب یہ ہے

[illegible] ہر نماز کے وقت کے لئے وضو کرے گی۔

اور امام شافعیؒ کی پیش کردہ روایت کا جواب یہ ہے کہ لکل صلاۃ میں لام وقت کے معنی میں ہے جیسے اقم الصلوة لدلوك الشمس میں لام وقت کے لئے ہے۔ اور جیسے حضور ﷺ کے قول ان للصلوة اولا و آخرا میں لام وقت کے لئے ہے یعنی نماز کا وقت کا اول بھی ہے اور آخر بھی، اور جیسے کہا جاتا ہے آتیك لصلوة الظهر میں تیرے پاس ظہر کے وقت آؤں گا۔

حاصل جواب یہ ہے کہ امام شافعیؒ کے پیش نظر وقت کو اداء کے قائم مقام کیا گیا ہے لہٰذا حکم بھی وقت پر ہوگا نہ کہ اداء پر کیونکہ جب ایک چیز دوسری چیز کے قائم مقام ہوتی ہے تو مقصود وہی اولیٰ ہے۔

☆ (۳) **اختلاف مستحاضہ میں یا دیگر میں:**

اختلاف مستحاضہ کے علاوہ باقی معذورین میں بھی ہے۔

السوال الثانی (الف) ...... لیس فی اقل من خمس ذود صدقة.

(۱) اونٹ کی زکوٰۃ کا نصاب تفصیل سے لکھیں (۲) مندرجہ ذیل الفاظ کی وضاحت کریں۔

حقة، جذعة، حملان، فصلان، السائمة، العلوفة، العوامل، الحوامل.

الجواب الثانی (الف) اس سوال میں دو امور حل طلب ہیں

① اونٹ میں زکوٰۃ کا نصاب۔ ② چند الفاظ کی وضاحت۔

☆ (۱) **اونٹ میں زکوٰۃ کا نصاب:** فرمایا کہ اونٹ کا نصاب پانچ اونٹ ہیں۔ اس سے کم میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے اور زکوٰۃ واجب ہونے کی شرط یہ ہے کہ وہ سائمہ ہوں اور ان پر سال گذر گیا ہو۔ پس اگر ان شرطوں کے ساتھ پانچ اونٹ ہوں تو ان میں ایک بکری واجب ہوگی۔ پانچ کے بعد نو تک عفو ہے۔ وہی ایک بکری رہے گی۔ جو بکری زکوٰۃ کی مد میں لی جائے گی وہ مادہ ہو اور پورے ایک سال کی ہو، دوسرے سال میں لگ گئی ہو۔ اور اگر مذکورہ شرطوں کے ساتھ کسی کی ملک میں دس (۱۰) اونٹ تو ان میں دو بکریاں ہیں۔ اور دس (۱۰) اونٹ کے بعد سے چودہ تک عفو ہے۔ چودہ میں بھی وہی دو بکریاں واجب ہوں گی۔ اور اگر اونٹ پندرہ ہوں تو ان میں تین بکریاں واجب ہوں گی۔ اور اگر اونٹ پندرہ ہوں تو ان میں تین بکریاں واجب ہوں گی۔ اور پندرہ کے بعد انیس تک عفو ہے۔ اور جب بیس اونٹ ہوں تو ان میں چار بکریاں ہیں۔ اور بیس کے بعد تک عفو ہے۔ پھر جب اونٹ پچیس (۲۵) ہوں تو ان میں ایک بنت مخاض واجب ہے پچیس کے بعد سے پینتیس (۳۵) تک عفو ہے اور جب چھتیس (۳۶) ہوں تو ان میں ایک بنت لبون واجب ہے۔ اور چھیالیس کے بعد سے ساٹھ (۶۰) تک عفو ہے۔ اور جب اکسٹھ ہوں تو ان میں ایک جذعہ واجب ہے، اور اکسٹھ کے بعد پچھتر

www.Bhalli.Info

تک عفو ہے۔اور چھہتر (۷۶) کے بعد نوے (۹۰) تک عفو ہے۔اور جب اکانوے (۹۱) ہوں تو ان میں دو حقے ہیں۔اکانوے کے بعد سے ایک سو بیس (۱۲۰) تک عفو ہے۔صاحب ہدایہؒ نے دلیل میں لکھا ہے کہ رسول اکرمؐ سے زکوٰۃ کے فرمان اسی تفصیل کے ساتھ مشہور ہوئے ہیں۔

☆ (۳) چند الفاظ کی وضاحت:

①ذود اونٹ کو کہتے ہیں۔②حقہ وہ مادہ ہے جس کی عمر کا چوتھا سال شروع ہو گیا ہو اس کو حقہ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ اس بات کا حق دار ہو گیا کہ اس پر سواری کی جائے۔اور اس پر بوجھ لادا جائے۔③جذعہ وہ مادہ بچہ ہے جس کی عمر کا پانچواں سال شروع ہو گیا ہو۔وجہ تسمیہ یہ ہے کہ جذع یجذع کے معنی آتے ہیں جڑ سے اکھاڑنا چونکہ اس عمر میں اونٹنی کے بچے کے دودھ کے دانت ٹوٹ کر گر جاتے ہیں۔اور دوسرے نکلتے ہیں اس لئے اس کو جذعہ کہا گیا ہے۔(حاشیہ ہدایہ بحوالہ ...) جذعہ اونٹ کا وہ سب سے بڑا بچہ ہے جس کو زکوٰۃ میں لیا جاتا ہے۔جذعہ سے بڑا ثنی اور اس سے بڑا سدیس۔ اور اس سے بڑا بازل ہے۔ان میں سے کوئی بھی زکوٰۃ میں نہیں لیا جاتا ہے۔④حملان (حاء کا ضمہ یا کسرہ) حمل کی جمع ہے۔بکری کا وہ بچہ جو پہلے سال میں ایک سال اس کا پورا نہ ہوا ہو۔⑤فصلان فصیل کی جمع ہے۔اونٹنی کا وہ بچہ جو ابھی ابن مخاض نہ ہوا ہو پہلے سال میں ہو۔⑥سائمۃ السوائم اس کی جمع ہے۔سامت الماشیہ سے ماخوذ ہے۔یعنی چرنا۔چنانچہ سائمہ وہ جانور ہے، جس کو مباح جنگلوں میں چرایا جاتا ہے۔پس ایسے جانوروں کے نر و مادہ اور ملے ہوئے سب میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔⑦العلوفۃ وہ جانور جن کو سال یا سال سے زائد حصہ میں اور بقول صاحب ہدایہ کے یا آدھے سال باندھ کر کھلایا ہو۔ان جانوروں میں ہمارے اور شوافع کے نزدیک زکوٰۃ نہیں ہے اور امام مالکؒ کے نزدیک زکوٰۃ ہے۔⑧عوامل عاملہ کی جمع ہے وہ جانور جو کام کے واسطے ہوں۔⑨حوامل حامل کی جمع ہے جو سامان وغیرہ لادنے کے لئے ہوتے ہیں۔

ب ...... مندرجہ ذیل الفاظ کی تشریح کریں۔

میقات، آفاق، رفث، فسوق جدال، شوط، عج، ثج، اضطباع، رمل، یوم الترویہ، یوم عرفہ، یوم النحر، طواف قدوم، طواف زیارت، طواف صدر، اشعار، ھدی، احصار

الجواب الثانی (ب) اس سوال میں کئی امور حل طلب ہیں

(۱) میقات: اس سے مراد وہ خاص اور متعین مقام ہے۔جس پر احرام باندھے بغیر مکہ مکرمہ جانا جائز نہیں، کسی بھی غرض سے کوئی مکۃ مکرمہ جانا چاہتا ہو اس کے لئے لازم ہے کہ وہ میقات پر پہنچ کر احرام باندھ لے۔

مختلف ممالک کی طرف سے آنے والوں کے لئے پانچ میقات مقرر ہیں۔

(۲) آفاق: میقات سے باہر کے علاقوں میں رہنے والوں کو اصطلاح میں آفاقی کہتے ہیں۔ان کے بعض مسائل میقات کے اندر رہنے والوں سے مختلف ہیں۔

(۳) رفث: رفث سے مراد جنسی فعل یا اس سے متعلق گفتگو کرنا ہے، حج کے دوران یہ فعل اور اس طرح کی گفتگو ممنوع ہے، اشاروں میں بھی اس طرح کی کوئی بات نہ کرنا چاہئے۔

(۴) فسوق: یہ فسق کی جمع ہے بدکاری اور گناہ کو کہتے ہیں۔

(۵) جدال: لڑائی جھگڑا کرنا اور خواہ مخواہ کسی سے الجھ پڑنا حج کے ایام میں یہ چیز اکثر طور پر دیکھنے میں آتی ہے۔

(۶) شوط: اس کے معنی ہے چکر لگانا اور اصطلاح میں شوط سے مراد بیت اللہ کے گرد چکر لگانا ہے۔

(۷) عج اس کے معنی ہیں خون بہانا اور پانی بہانا۔

(۸) ثج: چیخنا چلانا۔

(۹) اضطباع: چادر وغیرہ کو اس طرح اوڑھا جائے کہ اس کا ایک کنارہ داہنے شانے پر ڈالنے کے بجائے داہنی بغل کے نیچے سے نکال کر اوڑھا جائے، اور داہنا شانہ کھلا رہے، یہ عمل بھی اظہار قوت وطاقت کے لئے ہے۔

(۱۰) رمل: شانے ہلا کر ذرا تیز چلنا جس سے قوت اور طاقت کا مظاہرہ ہو، اس کو دُلکی چال چلنا کہتے ہیں۔ نبی ﷺ جب سنہ ۷ھ میں صحابہ کرامؓ کی ایک کثیر تعداد کے ساتھ عمرہ ادا کرنے کے لئے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے تو وہاں لوگوں نے آپس میں کہا "ان لوگوں کا کیا حال ہو رہا ہے! یہ تو بڑے ضعیف اور کمزور ہو گئے ہیں، دراصل مدینے کی آب وہوا نے ان کی صحت برباد کر دی ہے، مدینے کی آب وہوا خراب ہے"۔

"طواف کے پہلے تین شوطوں میں سب رمل کریں یعنی دُلکی چال چل کر قوت وطاقت کا مظاہرہ کریں"۔ چنانچہ رمل کیا گیا، اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کی اس وقت کی یہ ادا ایسی بھائی کہ ایک عمل سنت قرار دے دی گئی۔

(۱۱) یوم الترویۃ: ۸ ذی الحج کو کہتے ہیں۔

(۱۲) یوم عرفہ: ۹ ذی الحج کو کہتے ہیں۔

(۱۳) یوم النحر: ذی الحج کی ۱۰ تاریخ کو کہتے ہیں۔

(۱۴) طواف قدوم: اس طواف کو طواف تحیۃ بھی کہتے ہیں۔مکۃ مکرمہ میں داخلے کے بعد

www.Bhalli.Info

سب سے پہلے جو طواف کیا جاتا ہے اس کو طواف قدوم کہتے ہیں، یہ صرف ان لوگوں پر واجب ہے جو میقات سے باہر کے باشندے ہوں۔ اور جن کو اصطلاح میں آفاقی کہتے ہیں، اس کو طواف اللقاء اور طواف التحیۃ بھی کہتے ہیں۔

(۱۵) طواف زیارت: اس کو طواف افاضہ بھی کہتے ہیں، اور طواف حج بھی کہتے ہیں، طواف زیارت حج کے ارکان میں سے ایک رُکن ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

ولیطوفوا بالبیت العتیق۔ "اور اس قدیم گھر کا طواف کرنا چاہیے"۔

آئمہ کا اتفاق ہے کہ اس سے طواف زیارت مراد ہے، جو وقوف عرفات کے بعد دس تاریخ کو کیا جاتا ہے، اور اگر کسی وجہ سے ۱۰ ذوالحجہ کو نہ ہو سکے تو ۱۱، ۱۲ ذوالحجہ کو بھی کیا جاسکتا ہے۔

(۱۶) طواف صدر: بیت اللہ سے رُخصت ہوتے وقت جو آخری طواف کرتے ہیں اس کو طوافِ وداع یا طوافِ صدر کہتے ہیں، یہ طواف بھی آفاقی پر واجب ہے، اس طواف کے بعد ملتزم سے چمٹ کر سینہ اور دایاں رُخسار اس سے لگا کر اور دائیں ہاتھ سے بیت اللہ کا پردہ پکڑ کر انتہائی گریہ وزاری اور خشوع کے ساتھ دُعا مانگنا چاہیے۔ یہ بیت اللہ سے رُخصت کا وقت ہے، معلوم نہیں پھر کب یہ سعادت نصیب ہو۔ طواف وداع کے بارے میں نبی ﷺ نے ہدایت فرمائی ہے "کوئی شخص "طواف رُخصت" کیئے بغیر بیت اللہ سے واپس نہ ہو، مگر اس خاتون کے لیئے اجازت ہے جو حالت حیض میں ہو۔"

(۱۷) اشعار: لغت میں زخم لگا کر خون نکالنے کا نام ہے۔ اور اشعار کی کیفیت یہ ہے کہ اونٹ کا کوہان پھاڑ دے بایں طور کہ دائیں جانب کوہان کے اسفل میں نیزہ مارے۔ متاخرین نے کہا کہ زیادہ مشابہ بایاں کوہان ہے۔ کیونکہ حضور ﷺ نے بائیں جانب بالقصد نیزہ مارا اور دائیں جانب اتفاقاً اور اس کے ہدی کا جانور ہونے کی اطلاع کے لئے اس کے کوہان کو خون سے آلودہ کر دے۔

(۱۸) ھدی: ہدی کے معنی ہیں تحفہ اور ہدیہ، اور شریعت کی اصطلاح میں ہدی سے مراد وہ جانور ہے جو زائر حرم قربانی کرنے کے لئے اپنے ہمراہ لے جاتا ہے یا کسی ذریعے سے وہاں بھیج دیتا ہے۔

ہدی کی تین قسمیں ہیں: اُونٹ، گائے اور بکری۔

(۱۹) احصار: احصار کے لغوی معنی روکنے اور باز رکھنے کے ہیں...... اصطلاح میں احصار سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص حج یا عمرے کی نیت کرے اور پھر وہ حج یا عمرہ کرنے سے روک دیا جائے، ایسے شخص کو اصطلاح میں "محصر" کہتے ہیں۔

السوال الثالث (الف) ...... ویبدأ بتکبیر التشریق بعد صلوٰۃ الفجر من یوم عرفۃ ویختم عقیب صلوٰۃ العصر من یوم النحر عند ابی حنیفۃ وقالا یختم عقیب صلوٰۃ العصر من

آخر ایام التشریق۔

(۱) عبارت مذکورہ کا ترجمہ کیجئے (۲) امام صاحب کے نزدیک تکبیرات تشریق کون سی نمازوں کے بعد ہیں؟ اور صاحبین کے نزدیک کون سی نمازوں کے بعد؟ واضح طور پر لکھیں؟ (۳) ہر قول کی دلائل ذکر کریں (۴) مفتی بہ قول کون سا ہے؟

الجواب الثالث (الف) اس سوال میں چار امور حل طلب ہیں

(۱) ترجمہ۔ (۲) تکبیرات تشریق ائمہ کے ہاں کون سی نماز کے بعد۔ (۳) دلائل۔ (۴) مفتی بہ قول۔

(۱) ترجمہ: اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک عرفہ کے دن سے نماز فجر کے بعد تکبیر تشریق شروع کرے۔ اور یوم نحر کو نماز عصر کے بعد ختم کرے اور صاحبین نے فرمایا کہ ایام تشریق کے آخری دن عصر کی نماز کے بعد ختم کرے۔

(۲) تکبیرات تشریق ائمہ کے ہاں کون سی نماز کے بعد:

تشریق خود تکبیر ہے، تو اب معنی یہ ہوں گے کہ ان تکبیرات کے بیان میں جن کا نام تشریق ہے۔ عنایہ میں ہے کہ تکبیر تشریق چونکہ ایام اضحیہ کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس لئے علیحدہ فصل میں ذکر کیا ہے۔ کفایہ میں ہے کہ تکبیرات کی اضافت تشریق کی طرف صاحبین کے قول پر درست ہے، کیونکہ ان کے نزدیک یوم نحر یعنی دسویں ذی الحجہ کی عصر کی نماز کے بعد تکبیر ختم ہو جاتی ہے۔ حالانکہ ایام تشریق کا آغاز گیارہویں ذی الحجہ سے ہوتا ہے جیسا کہ خلاصہ کے حوالہ سے صاحب عنایہ نے تحریر فرمایا ہے کہ ایام نحر تین ہیں۔ اور ایام تشریق بھی تین ہیں، اس طرح کہ ذی الحجہ کی دسویں تاریخ خاص طور پر یوم نحر ہے اور تیرہویں تاریخ خاص طور پر یوم تشریق ہے اور گیارہویں اور بارہویں نحر اور تشریق دونوں کے دن ہیں پس ابو حنیفہؒ کے نزدیک تکبیرات تشریق کا عنوان کس طرح درست ہوگا۔ اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ دسویں ذی الحجہ اگرچہ یوم نحر ہے۔ یوم تشریق نہیں ہے مگر یوم تشریق یعنی گیارہویں ذی الحجہ کے قریب ہے، اس قرب کی وجہ سے تشریق کی طرف تکبیرات کی اضافت کی گئی ہے۔

(۳) دلائل: تکبیرات تشریق کی ابتداء اور انتہاء میں چونکہ صحابہ کا اختلاف ہے اس لئے ائمہ کے درمیان بھی یہ مختلف فیہ رہا ہے۔ کبار صحابہ مثلاً حضرت عمر، علی، ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ تکبیرات تشریق کی ابتداء عرفہ کے دن یعنی ذی الحجہ کی نویں تاریخ سے کی جائے گی۔ اس کو بالاتفاق علماء احناف نے اختیار کیا ہے اور صغار صحابہ مثلاً عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر، زید بن ثابت نے کہا کہ یوم نحر یعنی دسویں ذی الحجہ کے دن کی ظہر سے تکبیرات کا آغاز کیا جائے گا۔ انتہاء کے سلسلہ میں عبداللہ بن مسعودؓ کا قول ہے کہ ایام نحر کا پہلا دن یعنی دسویں ذی الحجہ کی نماز عصر ہے۔ مطلب یہ کہ دسویں ذی الحجہ کی عصر کی نماز کے بعد تکبیر کو ختم کر دے۔ پس عبداللہ بن مسعودؓ کے نزدیک کل آٹھ نمازوں کے بعد یعنی نویں ذی الحجہ

www.Bhalli.Info

کی فجر سے دسویں کی عصر تک تکبیر تشریق پڑھی جائے گی۔ یہی مذہب حضرت امام ابو حنیفہؒ کا ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ تکبیر تشریق ایام تشریق کے آخری دن یعنی تیرہویں ذی الحجہ کی عصر کی نماز پر ختم کی جائے گی۔ پس حضرت علیؓ کے نزدیک کل ۲۳ نمازوں کے بعد یعنی نویں ذی الحجہ کی فجر سے تیرہویں کی عصر تک تکبیر پڑھی جائیگی اسی قول کو حضرات صاحبین نے اختیار کیا ہے۔

صاحبینؒ نے اکثر کو اختیار کرتے ہوئے حضرت علیؓ کے قول پر عمل کیا ہے کیونکہ تکبیر بھی عبادت ہے اور عبادات کے اندر احتیاط اسی میں ہے کہ اکثر کو لیا جائے۔ امام ابو حنیفہؒ کا کمتر اور اقل کو اختیار کرنا اس سے ہے کہ باآواز بلند تکبیر کہنا بدعت ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے واذکر ربك فی نفسك تضرعا وخیفة ودون الجهر.

☆ (۴) **مفتی به قول:** حضرت امام ابو حنیفہؒ کا ہے۔

(ب)..... **الاعتکاف مستحب والصحیح انه سنة مؤکدة.**

(۱) اعتکاف کے لغوی اور اصطلاحی معنی بیان کریں (۲) اعتکاف مستحب، اعتکاف سنت اور اعتکاف واجب کی تعریف کریں (۳) معتکف کے لئے مسجد سے نکلنا کب جائز ہے؟ (۴) اعتکاف کن چیزوں سے فاسد ہو جاتا ہے؟ (۵) عورتوں کے اعتکاف کی صورت کیا ہوتی ہے۔

الجواب الثالث (ب) اس سوال میں پانچ امور حل طلب ہیں

① اعتکاف کے معنی۔ ② اعتکاف مستحب، سنت، واجب کی تعریف۔ ③ معتکف کا مسجد سے کب نکلنا جائز ہے۔ ④ اعتکاف کے فاسد۔ ⑤ عورتوں کے اعتکاف کی صورت۔

☆ (۱) **اعتکاف کے معنی:**

لغت میں اعتکاف مطلقاً ٹھہرنے کا نام ہے خواہ کسی جگہ ہو اور کسی مقصد کے لئے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ما هذا التماثيل التي انتم لها عاكفون یعنی کیا ہیں یہ مورتیاں جن کے پاس تم پڑے رہتے ہو۔ اور اصطلاح شرع میں اعتکاف کی نیت اور روزے کے ساتھ مسجد میں قیام کرنا۔ گویا اعتکاف کے لئے چار چیزیں ضروری ہیں۔ ① ٹھہرنا۔ ② مسجد۔ ③ نیت اعتکاف۔ ④ روزہ۔ صاحب ہدایہ کہتے ہیں کہ ٹھہرنا تو اعتکاف کا رکن ہے کیونکہ اعتکاف کا لفظ لغۃً ٹھہرنے کے معنی پر دلالت کرتا ہے۔ اس لئے ٹھہرے رہنے کا پایا جانا ضروری ہے اور نیت چونکہ عادت اور عبادت کے درمیان امتیاز پیدا کرنے کے لئے تمام عبادات مقصودہ میں شرط ہے اس لئے اعتکاف کے واسطے بھی نیت شرط ہوگی تاکہ عادۃً ٹھہرا رہنے اور عبادت کے طور پر ٹھہرا رہنے کے درمیان امتیاز ہو جائے اور روزہ ہمارے نزدیک تو اعتکاف کی شرط ہے لیکن امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک شرط نہیں ہے اور اس مسئلہ میں حضرت امام مالکؒ بھی ہمارے ساتھ ہیں۔

☆ (۲) **اعتکاف مستحب، سنت واجب کی تعریف:**

اعتکاف کی تین قسمیں ہیں۔ واجب، مستحب، سنت مؤکدہ۔

اعتکاف واجب:

نذر کا اعتکاف واجب ہے، کسی نے یونہی اعتکاف کی نذر مانی یا کسی شرط کے ساتھ کہا، مثلاً یہ کہا کہ اگر میں امتحان میں کامیاب ہوگیا یا میرا فلاں کام ہوا تو میں اعتکاف کروں گا یہ اعتکاف واجب ہے اور اس کا پورا کرنا ضروری ہے۔

اعتکاف مستحب:

رمضان کے اخیر عشرے کے علاوہ جو بھی اعتکاف کیا جاتا ہے وہ مستحب ہے، چاہے رمضان کے پہلے اور دوسرے عشرے میں کیا جائے یا کسی اور مہینے میں۔

اعتکاف سنت مؤکدہ:

رمضان کے اخیر عشرے میں اعتکاف کرنا سنت مؤکدہ کفایہ ہے۔ یعنی مسلمانوں کو بحیثیت مجموعی اس سنت کا اہتمام کرنا چاہیے کیونکہ احادیث میں اس کی انتہائی تاکید کی گئی ہے، خود قرآن میں بھی اس کا ذکر ہے۔

ولا تباشروهن وانتم عاكفون في المساجد.

"اور اپنی عورتوں سے نہ ملو، جب تم مسجدوں میں اعتکاف میں ہو۔"

اور نبی ﷺ پابندی کے ساتھ ہر سال اعتکاف فرماتے تھے۔ وفات تک آپ کا یہی معمول رہا اور کسی وجہ سے ایک سال آپ اعتکاف نہ کر سکے تھے تو دوسرے سال آپ نے بیس دن تک اعتکاف فرمایا اس لیے اگر مسلمان اس سنت کو اجتماعی طور پر چھوڑ دیں گے تو سب ہی گنہگار ہوں گے اور اگر بستی کے کچھ افراد بھی اس سنت کا اہتمام کر لیں تو چونکہ یہ سنت کفایہ ہے۔ اس لیے چند افراد کا اعتکاف سب کی طرف سے کافی ہو جائے گا۔ لیکن یہ بات انتہائی تشویش کی ہوگی کہ پورا مسلمان معاشرہ اس سے بے پروائی برتے اور نبی اکرم ﷺ کی یہ محبوب سنت بالکل ہی مٹ جائے۔

حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ:

"نبی ﷺ رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔ وفات تک آپ کا یہی معمول رہا، اور آپ کے بعد آپ کی ازواج اعتکاف کا اہتمام کرتی رہیں۔"

افضل ترین اعتکاف:

سب سے افضل اعتکاف وہ ہے جو خانہ کعبہ یعنی مسجد الحرام میں کیا جائے۔ اس کے بعد وہ اعتکاف جو مسجد نبوی میں کیا جائے اور اس کے بعد اس اعتکاف کا درجہ ہے جو بیت المقدس میں کیا

www.Bhalli.Info

جائے، اس کے بعد وہ اعتکاف افضل ہے جو کسی جامع مسجد میں کیا جائے جہاں باقاعدہ جماعت سے نماز ہوتی ہے اور اگر جامع مسجد میں نماز باجماعت کا نظم نہ ہو تو محلّہ کی مسجد میں جہاں نماز باجماعت کا اہتمام ہو، اور اس کے بعد ہر اس مسجد میں اعتکاف افضل ہے جہاں نماز باجماعت میں زیادہ لوگ شریک ہوتے ہوں۔

☆ (۳) معتکف کا مسجد سے نکلنا کب جائز ہے:

وہ امور جو اعتکاف میں جائز ہیں۔

(۱) پیشاب اور قضائے حاجت کے لیے اپنے معتکف سے باہر جانا جائز ہے مگر یہ لحاظ رہے کہ یہ ضرورتیں اس جگہ پوری کی جائیں جو معتکف سے قریب ہو، اگر مسجد سے قریب کوئی جگہ نہ ہو یا جگہ ہو لیکن بے پردگی یا گندگی کی وجہ سے ضرورت رفع نہ ہو تو پھر اپنے گھر رفع حاجت کے لیے جانے کی اجازت ہے۔

(۲) غسل جنابت کے لیے بھی معتکف سے باہر جانے کی اجازت ہے ہاں اگر مسجد میں غسل کا انتظام ہو تو پھر مسجد ہی میں غسل کرنا چاہیے۔

(۳) کھانے کے لیے بھی مسجد سے باہر جانا جائز ہے اگر کوئی کھانا لانے والا نہ ہو اور اگر کھانا لانے والا ہو تو پھر مسجد ہی میں کھانا ضروری ہے۔

(۴) جمعہ اور عیدین کی نماز کے لیے بھی معتکف سے باہر جانا جائز ہے اور کسی ایسی مسجد میں اعتکاف کیا ہو جہاں جماعت نہ ہوتی ہو تو پنجوقتہ نماز کے لیے جانا بھی جائز ہے۔

(۵) کہیں آگ لگ جائے یا کوئی شخص کنویں میں ڈوب رہا ہو یا کوئی کسی کو قتل کر رہا ہو یا مسجد گر جانے کا خوف ہو تو ان صورتوں میں معتکف سے باہر آنا نہ صرف جائز بلکہ ضروری ہے، لیکن اعتکاف بہرحال ٹوٹ جائے گا۔

(۶) اگر کوئی شخص کسی طبعی ضرورت مثلاً قضائے حاجت کے لیے معتکف سے نکلا یا شرعی ضرورت مثلاً نماز جمعہ کے لیے نکلا اور اس دوران اس نے کسی مریض کی عیادت کی یا نماز جنازہ میں شریک ہوگیا تو کوئی حرج نہیں۔

(۷) کسی بھی شرعی یا طبعی ضرورت کے لیے مسجد سے باہر نکلنا جائز ہے لیکن ضرورت پوری کر لینے کے بعد فوراً معتکف میں واپس آجائے۔

(۸) جمعہ کی نماز کے لیے اتنی دیر پہلے جانا کہ اطمینان سے تحیۃ المسجد اور جمعہ کی سنتیں پڑھ لی جائیں اور جمعہ کی نماز کے بعد اتنی دیر ٹھہرنا کہ اطمینان سے بعد کی سنتیں ادا کر لی جائیں جائز ہے اور اس وقت کا اندازہ معتکف کی رائے پر ہے۔

(۹) اگر کوئی شخص زبردستی معتکف سے باہر نکال دیا جائے۔ یا کوئی زبردستی معتکف سے باہر نکال لیا جائے تب بھی اعتکاف ختم ہو جائے گا۔

(۱۰) اگر کسی کو کوئی قرض خواہ باہر روک دے یا وہ شخص خود بیمار ہو جائے اور معتکف تک پہنچنے سے معذور ہو جائے تب بھی اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔

(۱۱) اگر کوئی خرید و فروخت کرنے والا نہ ہو اور گھر میں کھانے کو نہ ہو تو یہ جائز ہے کہ معتکف بقدر ضرورت خرید و فروخت کرلے۔

(۱۲) اذان دینے کے لیے مسجد سے باہر نکلنا بھی جائز ہے۔

(۱۳) اگر کسی معتکف نے اعتکاف کی نیت کرتے وقت یہ نیت کر لی تھی کہ نماز جنازہ کے لیے جاؤں گا تو نماز جنازہ کے لیے نکلنا جائز ہے اور نیت نہیں کی تھی تو جائز نہیں۔

(۴) اعتکاف کن چیزوں سے فاسد ہوتا ہے:

وہ امور جو اعتکاف میں ناجائز ہیں:

(۱) حالت اعتکاف میں جنسی لذت حاصل کرنا، یا عورت سے بوس و کنار کرنا، ناجائز ہے، البتہ بوس و کنار وغیرہ سے اگر انزال نہ ہو تو اعتکاف فاسد نہ ہوگا۔

(۲) حالت اعتکاف میں کسی دنیوی کام میں مشغول ہونا مکروہ تحریمی ہے البتہ مجبوری کی حالت میں جائز ہے۔

(۳) حالت اعتکاف میں بالکل خاموش بیٹھنا مکروہ تحریمی ہے، ذکر و فکر یا تلاوت وغیرہ میں مشغول رہنا چاہیے۔

(۴) مسجد میں خرید و فروخت کرنا، یا لڑنا جھگڑنا، غیبت کرنا اور کسی طرح کی بیہودہ باتوں میں مشغول ہونا سب مکروہ ہے۔

(۵) کسی طبعی اور شرعی ضرورت کے بغیر مسجد سے باہر جانا یا طبعی اور شرعی ضرورت سے باہر نکلنا اور وہاں ضرورت سے زیادہ ٹھہر جانا جائز نہیں ہے اور اس سے اعتکاف فاسد ہو جاتا ہے۔

(۵) عورتوں کے اعتکاف کی صورت:

خواتین کو اپنے گھر ہی میں اعتکاف کرنا چاہیے، خواتین کے لیے کسی مسجد میں اعتکاف کرنا مکروہ ہے۔ خواتین گھر میں عام طور پر جس جگہ نماز پڑھتی ہوں اسی مقام پر پردہ وغیرہ ڈال کر اعتکاف کے لیے مخصوص کر لینا چاہیے۔

(۱) اعتکاف کے احکامات جو اوپر گذر چکے ہیں وہ سارے کے سارے عورتوں کے لئے بھی ہیں۔

www.Bhalli.Info

الورقة الثالثة ...... فی الفقه ...... وفاق المدارس العربیة باکستان ...... شعبان ۱۴۳۱ھ

ورقة الاختبار السنوی للمرحلة العالیة ...... للبنات ...... مجموع الدرجات۱۰۰ ...... الوقت ساعات

ملحوظة: اجب عن احد الشقین من کل سوال فقط ان اجبت بالعربیة الفصحی تستحق عشر درجات

السوال الاول (الف) ...... الماء المستعمل لا یطهر الا حداث خلافاً لمالك والشافعی هما یقولان ان الطهور ما یطهر غیر مرة بعد اخری کالقطوع وقال زفرؒ وهو احد قولی الشافعیؒ ان کان المستعمل متوضیا فهو طهور وان کان محدثا فهو طاهر غیر طهور

(۱) اشرح العبارة المذکورة بحیث تتضح مسئلة الماء المستعمل (۲) ماذا یقول الأئمة الثلثة الحنفیة فی الماء المستعمل (۳) عرفی الماء المستعمل.

الجواب الاول (الف) اس سوال میں تین امور حل طلب ہیں

① مسئلہ ماء مستعمل۔ ② ائمہ ثلاثہ کا نظریہ۔ ③ ماء مستعمل کی تعریف۔

☆ (۲،۱) **مسئلہ ماء مستعمل و اختلاف ائمہ:**

چنانچہ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ نے فرمایا ہے کہ وہ طاہر مُطہر ہے یعنی خود بھی پاک ہے اور دوسرے کو پاک کرنے والا ہے۔ اور امام زفرؒ نے کہا کہ اگر آب مطلق استعمال کرنے والا باوضو ہو پھر اس نے وضو پر وضو کیا تو یہ مستعمل پانی طاہر و مطہر ہے یعنی خود پاک اور دوسرے کو پاک کرنے والا ہے۔ اور اگر بے وضو ہو تو آب مستعمل طاہر غیر مطہر ہے یعنی خود پاک ہے مگر دوسرے کو پاک کرنے والا نہیں ہے۔ اور یہی ایک قول امام شافعیؒ کا ہے اور امام محمدؒ نے فرمایا ہے اور یہی روایت امام اعظم ابو حنیفہؒ سے ہے کہ آب مستعمل طاہر غیر مطہر ہے۔

اور شیخین رحمہما اللہ نے فرمایا کہ نجس ہے۔ پھر حسن بن زیاد رحمۃ اللہ کا مذہب یہ ہے کہ آب مستعمل نجس بنجاست غلیظہ ہے اور اس کو امام ابو حنیفہؒ سے روایت کیا ہے اور امام ابو یوسفؒ کا مذہب یہ ہے کہ یہ نجس بنجاست خفیفہ ہے اور یہ بھی امام ابو حنیفہؒ سے ایک روایت ہے۔

حضرت امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کی دلیل یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے اپنے کلام میں ماء مطلق کو طہور فرمایا ہے چنانچہ ارشاد ہے وانزلنا من السماء ماء طهورا اور طہور فعول کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے معنی ہوں گے بار بار پاک کرنا۔ جیسے قطوع کے معنی بار بار کاٹنا، لفظ طہور اس بات کا فائدہ دے گا کہ پانی ایک بار استعمال کرنے کے بعد دوسری بار پاک کرے گا اور تیسری بار پاک کرے گا۔ پس معلوم ہوا کہ آب مستعمل مطہر (پاک کرنے والا) ہے اور جو مطہر ہوگا وہ طاہر ضرور ہوگا۔ پس ثابت ہوا کہ آب مستعمل طاہر و مطہر دونوں ہے۔

☆ (۳) **ماء مستعمل کی تعریف:** مستعمل کا حکم تین قسم پر ہے:

(۱) وہ پانی جو کہ پاک چیزیں دھونے کے لئے استعمال کیا گیا ہو مثلاً غلہ جات، سبزیوں اور پاک کپڑوں کا پانی تو یہ بالاتفاق پاک ہے۔

(۲) وہ پانی جو کہ نجاست حقیقیہ دور کرنے کے لئے استعمال کیا گیا ہو جیسے استنجے کا پانی اور نجس کپڑوں کا پانی تو یہ بالاتفاق نجس ہے۔

(۳) وہ پانی جو کہ نجاست حکمی دور کرنے کے لئے استعمال کیا گیا ہو۔ یا قربت اور ثواب کے ارادے سے کیا گیا ہو تو اس میں اختلاف ہے۔

(ب) فان افتتح الصلاة بالفارسية اوقرأ فيها بالفارسية او ذبح وسمى بالفارسية وهو يحسن العربية اجزاه عند ابی حنیفةؒ وقالا لا یجزیه الا فی الذبیحة وان لم یحسن العربیة اجزاه.

(۱) شکلی العبارة ثم ترجمیها (۲) اشرحی العبارة واذکری مسئلة القراءة بالفارسیة مع اختلاف الأئمة بکل وضوح (۳) هل الا ختلاف فی اللغة الفارسیة فقط؟

الجواب الاول (ب) اس سوال میں تین امور حل طلب ہیں

① اعراب و ترجمہ۔ ② تشریح مسئلہ قرات فی الفارسی اختلاف ائمہ۔ ③ اختلاف صرف فارسی میں ہے یا دیگر میں۔

(۱) **اعراب:** فَإِنِ افْتَتَحَ الصَّلَاةَ بِالْفَارِسِيَّةِ أَوْقَرَأَ فِيهَا بِالْفَارِسِيَّةِ أَوْ ذَبَحَ وَسَمّٰى بِالْفَارِسِيَّةِ وَهُوَ يُحْسِنُ الْعَرَبِيَّةَ أَجْزَأَهُ عِنْدَ أَبِي حَنِيْفَةَ وَقَالَا لَا يُجْزِيهِ إِلَّا فِي الذَّبِيْحَةِ وَإِنْ لَمْ يُحْسِنِ الْعَرَبِيَّةَ أَجْزَأَهُ.

ترجمہ: فارسی زبان میں نماز شروع کرنا اور نماز کے اندر فارسی میں قرأت کرنا، ذبیحہ پر فارسی زبان میں تسمیہ کہنا مثلاً بنام خدائے بزرگ کہنا حضرت امام اعظمؒ کے نزدیک جائز ہے خواہ عربی زبان پر قادر ہو یا قدرت نہ ہو۔ اور صاحبینؒ نے کہا کہ اگر عربی زبان پر قادر ہے تو فارسی میں ادا کرنا جائز نہیں ہے البتہ ذبیحہ پر فارسی زبان میں بلکہ ہر زبان میں تسمیہ جائز ہے اور اگر عربی زبان پر قدرت نہ ہو تو فارسی میں سب جائز ہے۔

(۲) **اختلاف ائمہ:** تکبیر تحریمہ میں کلام یہ ہے کہ امام محمدؒ عربی زبان میں ادا کرنے میں امام ابو حنیفہؒ کے ساتھ ہیں یعنی جس طرح امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ہر اس کلمہ سے شروع کرنا جائز ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی تعظیم پر دلالت کرے اسی طرح امام محمدؒ کے نزدیک بھی ہر کلمہ تعظیم کے ساتھ افتتاح نماز جائز ہے اور فارسی زبان میں ادا کرنے میں امام ابو یوسفؒ کے ساتھ ہیں حتیٰ کہ سوائے عربی کے دیگر زبان میں تکبیر کہنا امام محمدؒ کے نزدیک بھی ناجائز ہے۔ حاصل یہ کہ عربی پر قدرت کی صورت

www.Bhalli.Info

میں غیر عربی میں تکبیر تحریمہ کہنا صاحبینؒ کے نزدیک ناجائز ہے۔

☆ (۳) اختلاف صرف فارسی میں:

اختلاف ائمہ تقریباً ہر زبان میں ہے نہ کہ صرف فارسی میں۔

السوال الثانی (الف)...... ولا یجوز للرجال ان یقتدوا بامرأۃ او صبی اما المرأۃ فلقوله علیه الصلاۃ والسلام اخروهن من حیث اخرهن الله فلا یجوز تقدیمها واما الصبی فلانه متنفل.

(۱) اشرحی العبارۃ بوضوح(۲) ماهو حکم صلاۃ المفترض خلف المتنفل؟(۳) ما هو القول المختار فی امامة الصبی فی صلاۃ التراویح؟ اشرحی حسب بیان صاحب الهدایة

الجواب الثانی (الف) اس سوال میں تین امور حل طلب ہیں

① تشریح عبارت ② صلوۃ المفترض خلف المتنفل کا حکم۔ ③ نماز تراویح میں امامة الصبی

☆ (۱) تشریح عبارت:

مردوں کے لئے نہ عورت کی اقتداء جائز ہے اور نہ بچے کی، عورت کی اقتداء کا جائز نہ ہونا اس لئے ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اخروهن من حیث اخرهن الله، وجہ استدلال یہ ہے کہ لفظ حیث سے مراد مکان ہے اور جس مکان میں عورتوں کی تاخیر واجب ہو علاوہ مکان صلوٰۃ کے کوئی مکان نہیں ہے پس ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو مکان صلوٰۃ میں مؤخر کیا ہے یعنی اس کو مردوں کے لئے امام بننے کا حق نہیں دیا ہے۔

اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ حیث تعلیل کے لئے ہے اب ترجمہ یہ ہوگا کہ عورتوں کو مؤخر کرو، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو مؤخر کیا تو اس کو مقدم کرنا یعنی امام بنانا بھی جائز نہیں ہوگا۔

☆ (۲) مفترض خلف المتنفل کا حکم:

مفترض کے لئے متنفل کی اقتداء کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ اقتداء نام ہے بنا کرنے کا اور بنا امر وجودی ہے نہ کہ امر عدمی اور عدمی اور بناء امر وجودی اس لئے ہے کہ بناء نام ہے ایک شخص کا دوسرے شخص کی متابعت کرنا اس کے افعال میں مع ان کی صفات کے اور یہ بات ظاہر ہے کہ متابعت کا مفہوم وجودی ہے نہ کہ مفہوم سلبی اور امر وجودی کی بنا امر عدمی پر صحیح نہیں ہے پس چونکہ مسئلہ مذکورہ میں وصف فرضیت امام کے حق میں معدوم ہے اس لئے بناء کرنا متحقق نہیں ہوگا اور جب بناء کرنا متحقق نہیں ہوا تو اقتداء کرنا بھی صحیح نہیں ہوگا۔

☆ (۳) نماز تراویح میں امامة الصبی:

تراویح اور سنن مطلقہ میں اختلاف ہے، مشائخ بلخ کے قول کے مطابق تراویح اور سنن مطلقہ

میں نابالغ بچے کی اقتداء کرنا جائز ہے اور ہمارے مشائخ یعنی مشائخ ماوراء النہر نے اس کو ناجائز کہا ہے،

سنن مطلقہ سے مراد وہ سنن رواتب ہیں جو فرائض سے پہلے اور فرائض کے بعد مشروع ہوئے ہیں۔

ایک روایت کے مطابق عید کی نماز بھی سنت ہے، اور وتر، کسوف، خسوف اور استسقاء کی نماز بھی صاحبین کے نزدیک سنت ہے۔

حاصل یہ ہے کہ سنت نمازوں میں اگر نابالغ بچے نے امامت کی تو مشائخ بلخ کے نزدیک بالغ مردوں کے لئے اس کی اقتداء کرنا جائز ہے اور ماوراء النہر یعنی بخارا اور سمرقند کے علماء ومشائخ نے اس کو ناجائز کہا ہے مشائخ بلخ نے مظنونہ نماز پر قیاس کیا ہے، مظنونہ نماز یہ ہے کہ ایک شخص نے یہ خیال کیا کہ اس کے ذمہ نماز واجب ہے پس اس نے اس گمان کے ساتھ وہ نماز ادا کرنی شروع کر دی پھر درمیان میں کوئی مفسد پیش آگیا اور نماز ٹوٹ گئی پھر معلوم ہوا کہ اس کے ذمہ واجب نہ تھی تو اب شروع کرنے کی وجہ سے اس کا قضاء کرنا واجب ہے یا نہیں تو اس کے بارے میں ائمہ ثلاثہ کے نزدیک حکم یہ ہے کہ قضاء واجب نہیں ہے البتہ امام زفرؒ کے نزدیک قضاء واجب ہے۔ پھر اگر نفل ادا کرنے والا بالغ آدمی مظنونہ نماز ادا کرنے والے کی اقتداء کرے تو جائز ہے۔

اب مشائخ بلخ کے قیاس کا حاصل یہ ہوگا کہ نفل نماز شروع کرنے سے واجب ہو جاتی ہے، اور مظنونہ نماز واجب نہیں ہوتی ہے پس جب نفل پڑھنے والا مظنونہ نماز ادا کرنے والے کی اقتداء کر سکتا ہے تو ایسے ہی نفل ادا کرنے والا بچے کو اقتداء کر سکتا ہے۔

اور ہمارے مشائخ میں سے بعض نے نفل مطلق کی صورت میں امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے اختلاف بیان کیا ہے چنانچہ امام ابو یوسفؒ نے کہا کہ نفل مطلق میں بھی بالغ مرد کا بچے کی اقتداء کرنا جائز نہیں ہے اور امام محمدؒ نے اسکو جائز قرار دیا ہے۔

صاحب ہدایہ نے کہا کہ بالغ مرد کا بچے کی اقتداء کرنا کسی بھی نماز میں جائز نہیں ہے خواہ نفل مطلق ہو یا موقت ہو یہی ماوراء النہر کے مشائخ کا مذہب ہے اس مذہب مختار کی دلیل یہ ہے کہ بچے کی نفل نماز بالغ کی نفل نماز سے کمتر اور ادنیٰ ہے کیونکہ بالاتفاق اگر بچہ نفل نماز شروع کر کے فاسد کر دے تو اس پر اس کی قضاء واجب نہیں ہوتی اور اگر بالغ نفل نماز فاسد کر دے تو اس کے ذمہ قضاء کرنا واجب ہے اور قاعدہ ہے کہ قوی کی بنا ضعیف پر نہیں کی جاتی اس لئے بالغ کے نفل کی بناء بچے کے نفل پر نہیں کی جائے گی۔

(ب) الزکوۃ عند ابی حنیفة وابی یوسف رحمهما الله تعالیٰ فی النصاب دون العفو.

(۱) اشرحی المسئلة بوضوع اذکری فیها اختلاف الأئمة بأدلتهم حسب بیان صاحب الهدایة

www.Bhalli.Info

الجواب الثاني (ب) اس سوال میں دو امور حل طلب ہیں

① تشریح مسئلہ۔ ② اختلاف ائمہ۔

اس کا حل گزر چکا ہے پرچہ ۱۴۱۹ھ میں ملاحظہ فرمائیں۔

السوال الثالث (الف) ...... الصوم ضربان واجب ونفل والواجب ضربان منه ما يتعلق بزمان بعينه كصوم رمضان والنذر المعين فيجوز بنية من الليل وان لم ينو حتى اصبح اجزأته النية مابينه وبين الزوال وقال الشافعيؒ لا يجزيه.

(۱) اشرحي العبارة ثم اذكر اختلاف الشافعيؒ ودليله (۲) رجحي مذهب السادة الحنفية في ضوء الأدلة.

الجواب الثالث (الف) اس سوال میں دو امور حل طلب ہیں

① تشریح عبارۃ اختلاف امام شافعی۔ ② ترجیح مذہب احناف مع دلائل۔

☆ (۱) **تشریح عبارۃ اختلاف امام شافعی:**

حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک نفلی روزہ میں رات سے نیت کرنا شرط نہیں ہے۔ ان کی دلیل کیونکہ نفلی روزہ ان کے نزدیک متجزی ہو جاتا ہے پس جو حصہ بغیر نیت کے ہوگا وہ فاسد اور جو نیت کے ساتھ ہوگا وہ صحیح شمار ہوگا۔

☆ (۲) **ترجیح مذہب احناف:** ہماری دلیل یہ ہے کہ جب ایک اعرابی نے رمضان کا چاند دیکھنے کی شہادت دی تو رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے کچھ کھالیا ہے وہ باقی دن نہ کھائے اور جس نے کھایا وہ روزہ رکھ لے یعنی روزہ کی نیت کرلے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زوال کے بعد روزہ کی نیت کرنا جائز ہے۔ بقول ملا علی قاری صاحب شرح نقایہ کے یہ حدیث غیر معروف ہے۔ البتہ سنن اربعہ میں ابن عباسؓ سے یہ روایت ہے۔ قال جاء اعرابي الى النبي ﷺ فقال اني رأيت الهلال قال الحسن في حديثه يعني رمضان فقال اتشهد ان لا اله الا الله قال نعم قال اتشهد ان محمداً رسول الله قال نعم قال يا بلال اذن في الناس فليصوموا. یعنی ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ دربار رسالت میں ایک اعرابی آیا اور اس نے کہا کہ میں نے چاند دیکھا ہے۔ حسن نے اپنی حدیث میں کہا کہ رمضان کا چاند حضور ﷺ نے فرمایا کہ کیا تو توحید کی شہادت دیتا ہے اس نے کہا جی ہاں آپ نے فرمایا کہ کیا تو محمدؐ کے رسول ہونے کی شہادت دیتا ہے اس نے کہا جی ہاں، آپ نے فرمایا بلال لوگوں میں اعلان کردو کہ وہ روزہ رکھیں۔

اور امام شافعیؒ کی طرف سے پیش کردہ حدیث لا صلوة لجار المسجد الا في المسجد میں کمال صلوۃ کی نفی کی گئی ہے نہ کہ اصل صلوۃ اور صحت صلوۃ کی۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اس حدیث

مطلب یہ ہے کہ اس شخص کا روزہ نہیں ہوگا جس نے یہ نیت نہیں کی کہ وہ رات سے روزہ دار ہے۔ حاصل یہ کہ ایک شخص جس نے نیت تو دن میں کی ہے لیکن یہ نیت نہیں کی کہ میرا یہ روزہ رات یعنی صبح صادق سے ہے بلکہ جس وقت نیت کی ہے اسی وقت سے روزہ کی نیت کی ہے تو ظاہر ہے کہ یہ درست نہ ہوگا کیونکہ روزہ تو وہی معتبر ہے جو صبح صادق سے ہو۔ ہماری طرف سے عقلی دلیل یہ ہے کہ رمضان کا دن اور نذر معین کا دن روزہ ہی کا دن ہے کیونکہ اس دن میں روزہ فرض ہے۔ پس جب یہ دن روزہ کے لئے مقرر ہے تو دن کے اول حصہ میں جو امساک یعنی کھانے پینے اور جماع سے رکنا پایا گیا وہ اُس نیت پر موقوف رہے گا جو مؤخر ہے اور دن کے اکثر حصہ کے ساتھ مقترن ہے جیسا کہ نفل کے روزہ میں ہے۔

(ب) ويعتبر في المرأة ان يكون لها محرم تحج به او زوج ولا يجوز لها ان تحج بغيرهما اذا كان بينها وبين مكة ثلاثة أيام وقال الشافعيؒ يجوز لها الحج اذا خرجت في رفقة ومعها نساء ثقات لحصول الأمن بالمرافقة.

(۱) اشرحي المسئلة مع الخلاف الائمة بادلتهم حسب بيان صاحب الهداية.

الجواب الثالث (ب) اس سوال میں دو امور حل طلب ہیں

① عورت کا حج محرم کے ساتھ۔ ② اختلاف ائمہ۔

☆ (۱) **عورت کا حج محرم کے ساتھ:**

صورت مسئلہ یہ ہے کہ عورت کے شہر اور مکۃ المکرمہ کے درمیان اگر تین دن کی مسافت یا اُس سے زائد کی دوری ہو تو عورت کو حج کے لئے جانا اس وقت جائز ہوگا جب کہ اس کے ساتھ محرم ہو یا اس کا شوہر اس کے ساتھ ہو۔ محرم اس کو کہتے ہیں جس کے ساتھ ابدی طور سے نکاح حرام ہو خواہ قرابت کی وجہ سے یا رضاعت کی وجہ سے خواہ مصاہرت (دامادیت) کی وجہ سے۔ لیکن محرم کے لئے شرط ہے کہ وہ عاقل بالغ ہو، آزاد ہو یا غلام، کافر ہو یا مسلمان ہو۔ اور اگر محرم فاسق ہو یا مجوسی یا بچہ یا مجنون ہو تو اس کا عورت کے ساتھ سفر حج میں ساتھ ہونا معتبر نہ ہوگا۔ کیونکہ ان لوگوں سے مقصد سفر یعنی امن اور حفاظت حاصل نہ ہو سکے گی۔ فاسق سے تو اس لئے کہ اس کے فسق کی وجہ سے وہ عورت خود ہی محفوظ نہ رہ سکے گی اور مجوسی کے مذہب میں چونکہ نکاح محارم حلال ہے اس لئے مجوسی کی طرف سے بھی حفاظت ممکن نہیں ہے۔ ان دونوں کو محافظ مقرر کرنا تو "دودھ کی رکھوالی بلی" کے مانند ہے۔ اور رہا بچہ اور مجنون تو یہ دونوں تو دوسرے کی حفاظت کے محتاج ہیں اس لئے یہ کسی کی کیا حفاظت کر سکتے ہیں۔

☆ (۲) **اختلاف ائمہ:**

حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ عورت اگر ساتھیوں کے ساتھ نکلی اور اس کے ساتھ ثقہ اور قابل اعتماد عورتیں ہوں تو اس کے لئے حج کو جانا جائز ہے اگرچہ اس کے ساتھ محرم اور شوہر نہ

www.Bhalli.Info

ہو۔ کیونکہ رفاقت کی وجہ سے امن حاصل ہے۔

دلائل احناف: ① حضور ﷺ نے فرمایا کہ بغیر محرم کے کوئی عورت حج نہ کرے۔ ② مسلم، ابوداؤد کی روایت ہے لایحل لامرأۃ تؤمن باللہ والیوم الآخر ان تسافر سفراً یکون ثلاثۃ ایام فصاعداً الا ومعھا ابوھا او ابنھا اوزوجھا اواخوھا اومحرم منھا یعنی اللہ اور آخرت پر ایمان رکھنے والی عورت کے لئے تین دن یا زیادہ کا سفر کرنا حلال نہیں مگر یہ کہ اس کے ساتھ اس کا باپ ہو یا اس کا بیٹا ہو یا اس کا شوہر ہو یا اس کا بھائی ہو یا اس کا محرم ہو۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بغیر محرم کے عورت کے لئے سفر کرنا جائز نہیں اگرچہ وہ سفر حج ہو۔ نیز عقلی دلیل یہ ہے کہ بغیر محرم کے عورت پر فتنہ کا اندیشہ ہے اور جب یہ چند ہو جائیں گی تو چونکہ یہ ناقصات عقل ہیں اور ناقصات دین بھی اس لئے فتنہ میں اضافہ ہی ہوگا یہی وجہ ہے کہ مرد کو اجنبیہ عورت کے ساتھ تنہائی میں جمع ہونا حرام ہے اگرچہ اس عورت کے ساتھ دوسری عورت بھی ہو۔ کیونکہ پہلے ایک ہی تھی اور اب دو فتنہ ہو گئیں۔ پس حاصل یہ ہوا کہ بغیر محرم کے تین دن کا سفر عورت کے لئے ناجائز ہے۔ ہاں اگر عورت اور مکہ کے درمیان تین دن سے کم مسافت ہو تو عورت کو بغیر محرم اور بغیر شوہر کے حج کو جانا جائز ہے۔ کیونکہ شریعت اسلام نے بغیر محرم کے مادون السفر کا سفر کرنے کی اجازت دی ہے اور اتنے قلیل عرصہ میں کسی فتنہ کا بھی خوف نہیں ہے۔

انتباہ: اب خواتین وحضرات اسی مسئلہ سے اندازہ لگالیں کہ ایک مقدس فرض کی ادائیگی کے لئے عورت تنہا بغیر محرم یا شوہر کے نہیں کر سکتی کجا یہ کہ ہمارے معاشرہ کی خواتین غیر لوگوں کے ساتھ کئی دنوں تک تھکانہ ڈیوٹیاں سرانجام دیتی ہیں شرع میں اسکا جواز کہاں ہے اور پھر ان حالات میں جو اثرات بد مرتب ہوتے ہیں اور بدترین واقعات ومشاہدات پیش آتے ہیں اللہ ہی حافظ ہے۔ ایک عورت کا اس دور میں اکیلے سفر کرنا ملازمت کرنا اور گھر سے باہر اجنبی لوگوں کے ساتھ رہنا ایک المیہ ہے اس پر بالخصوص مرد حضرات کو توجہ دینی چاہیے تاکہ عزت نفس برقرار رہ سکے۔

اور شاید یہی وجہ ہے کہ ہمارے اکثر اکابرین بنات کے مدارس کے بالکل مخالف ہیں اللہ تعالی مدارس اسلامیہ اور معلمات وطالبات کی حفاظت فرمائے اور نظر بد سے بچائے رکھے اگرچہ ان میں ماحول بہتر ہے تاہم معلمات وطالبات اپنی عفت وعزت کی خود محافظ ہیں اسلئے کہ دنیوی تعلیم کے ادارے سکولز کالجز ویونیورسٹیوں کے مقابل ان کا وجود ضروری ہوگیا ہے۔ کیونکہ مغربی اقدار و اطوار کے سامنے کم از کم یہ ایک بند ہے جب ہماری بچیاں دینی تعلیم سے آراستہ ہو کر عروج دین کی کوشش کریں گی تو لامحالہ اپنے گھر اور اردگرد کا ماحول صاف ستھرا بنا سکتی ہیں اس کے لئے انہیں دنیا دار اور دولت یافتہ خواتین کے مقابل اپنے اخلاق وکردار اور اوصاف حسنہ کا معیار اعلی وبرتر رکھنا ہوگا۔

الورقة الثالثة ...... فی الفقه ...... وفاق المدارس العربية باكستان ...... شعبان ۱۴۲۲ھ

الاختبار السنوی للمرحلة العالية ...... للبنات ...... مجموع الدرجات ۱۰۰ ...... الوقت ۳ ساعات

ملاحظہ: اجب عن احد الشقين من كل سوال فقط ان اجبت بالعربية الفصحی تستحق عشر درجات

السوال الاول (الف) ...... والدم و القيح اذا خرجا من البدن فتجاوزا الی موضع يلحقه حكم التطهير و القی ملء الفم

(۱) خون اور قئی نواقض وضو میں سے ہیں یا نہیں؟ (۲) فتجاوزا الی موضع يلحقه حكم التطهير کا کیا مطلب ہے (۳) عبارت کے اندر مذکورہ مسئلہ میں اگر کوئی اختلاف ہے تو اسے تحریر کریں۔

اس کا حل گذر چکا ہے پرچہ ۱۴۱۹ھ میں ملاحظہ فرمائیں۔

(ب) القهقهة فی صلوة ذات ركوع وسجود والقياس انها لا تنقض

(۱) قہقہہ ناقض وضو کب ہے؟ (۲) اس مسئلہ میں حضرات شافعیہ کا کیا مسلک ہے؟ (۳) القياس انها لا تنقض کی وضاحت کریں۔

جواب الثالث (الف) اس سوال میں تین امور حل طلب ہیں

① قہقہہ ناقض وضو کب ہے؟ ② اس مسئلہ میں حضرات شافعیہ کا مسلک۔ ③ القياس انها لا تنقض کی وضاحت۔

(۱) قهقهه ناقض وضو كب هے؟ مسلك شافعيه:

قہقہہ یہ ہے کہ جو آدمی کو خود سنائی دے اور اس کے پاس والوں کو بھی سنائی دے۔ دانت خواہ ظاہر ہوں یا ظاہر نہ ہوں۔ اور ضحک یہ ہے کہ جو آدمی کو خود سنائی دے لیکن پاس والوں کو سنائی نہ دے اور تبسم یہ ہے کہ کسی کو سنائی نہ دے۔ تبسم نہ مبطل صلوۃ ہے اور نہ ہی ناقض وضو ہے اور عاقل بالغ کے قہقہہ کا حکم یہ ہے کہ اگر وہ رکوع، سجدے والی نماز میں پایا گیا۔ یا رکوع، سجدے والی نماز کو پڑھتا ہو اس میں قہقہہ پایا گیا تو یہ مبطل صلوۃ بھی ہے اور ناقض وضو بھی اور امام مالکؒ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ نے فرمایا کہ قہقہہ ناقض نہیں ہے اور یہی قیاس ہے، ان حضرات کی دلیل یہ ہے کہ اس میں خروج نجاست نہیں پایا گیا حالانکہ خروج نجاست ہی ناقض ہے۔

www.Bhalli.Info

☆ (۳) القیاس أنها لا تنقض کی وضاحت:

ایک مرتبہ حضور ﷺ نماز پڑھا رہے تھے ایک اعرابی جس کی بینائی کمزور تھی آیا اور گڑھے میں گر پڑا صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم جو شریک نماز تھے ہنس پڑے تو آپ ﷺ نے نماز سے فراغت کے بعد فرمایا کہ تم میں سے جو شخص قہقہہ لگا کر ہنسا وہ اپنی نماز اور وضو کا اعادہ کرے۔ اور حدیث مشہور اور حدیث کی وجہ سے قیاس کو چھوڑ دیا جاتا ہے چونکہ یہ حدیث صلوٰۃ کاملہ یعنی رکوع سجدہ والی نماز میں وارد ہوئی۔ اس لئے اسی پر اکتفاء کیا جائے گا اور اس سے متجاوز ہو کر نماز جنازہ سجدہ تلاوت اور خارج نماز میں قہقہہ ناقض نہیں ہوگا کیونکہ خلاف قیاس حکم اپنے مورد سے متجاوز نہیں ہوتا ہے۔

السوال الثانی (الف)...... ویجوز الطهارة بماء خالطه شئی طاهر فغیر أحد اوصافه

(۱) اگر پاک چیز پانی میں مل جائے تو اس کا حکم کیا ہے؟ (۲) پانی کے اوصاف کیا ہیں اور ان کے تغیر کا کیا حکم ہے؟ (۳) اگر مائع چیز پانی میں مل جائے جیسے پٹرول، مٹی کا تیل وغیرہ تو اس وضو کا حکم ہوگا؟

اس کا حل گذر چکا ہے پرچہ ۱۴۳۰ھ میں ملاحظہ فرمائیں۔

(ب)...... والماء المستعمل هو ما ازیل به حدث او استعمل فی البدن علی وجه القربة

(۱) ماء مستعمل کی تعریف کریں (۲) ماء مستعمل کا حکم کیا ہے؟ (۳) پانی مستعمل کب بنتا ہے اس میں ائمہ کا اختلاف اور مفتی بہ قول تحریر کریں۔

اس کا حل گذر چکا ہے پرچہ ۱۴۳۱ھ میں ملاحظہ فرمائیں۔

السوال الثالث (الف)...... ومن تصدق بجمیع ماله لا ینوی الزکوٰة سقط فرضها عنه استحسانا.

(۱) عبارت میں ذکر شدہ مسئلہ کی وضاحت کریں (۲) اس مسئلہ میں ائمہ کا جو اختلاف ہے اسے تفصیل سے بیان کریں۔

الجواب الثالث (الف) اس سوال میں دو امور حل طلب ہیں

① عبارت میں مسئلہ کی وضاحت۔ ② اختلاف ائمہ۔

☆ (۱) وضاحت مسئلہ مذکورہ:

مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی نے بلا نیت زکوٰۃ اپنا پورا مال صدقہ کر دیا تو استحسانا اس سے فرض زکوٰۃ ساقط

ہو جائے گا۔ اور قیاس یہ ہے کہ فرض زکوٰۃ اس سے ساقط نہ ہو، یہی امام زفرؒ کا قول ہے قیاس کی وجہ یہ ہے کہ نفل اور فرض دونوں مشروع ہیں۔ پس امتیاز کرنے کے لیے ایک کو متعین کرنا ضروری ہے جیسے نماز میں مطلق نیت سے فرض نماز ادا نہیں ہوتی بلکہ اس کو متعین کرنا ضروری ہوتا ہے۔ اسی طرح فرض زکوٰۃ بلا نیت زکوٰۃ کے ادا نہ ہوگا اگرچہ مطلق نیت پائی گئی۔ وجہ استحسان یہ ہے کہ واجب تو پورے مال کا ایک جز یعنی چالیسواں حصہ ہے اور پورے مال کے ضمن میں وہ بھی متعین ہے اور متعین، تعیین کا محتاج نہیں ہوتا۔ اس لئے خاص طور پر اس ایک جز یعنی مقدار زکوٰۃ کو متعین کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، رہا قیاس اپنی جگہ بدستور باقی ہے کہ زکوٰۃ ادا کرنے کے لیے نیت شرط ہے اور نیت پائی نہیں گئی تو اس کا جواب یہ ہے کہ اصل عبادت کی نیت شرط ہے تاکہ عبادت اور عادت کے درمیان امتیاز ہو جائے اور اصل عبادت کی نیت پائی گئی ہے کیونکہ ہمارا کلام اس صورت میں ہے جب کہ پورا مال کسی فقیر پر صدقہ کیا ہو اور اس سے اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کا ارادہ کیا ہو۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ فقیر پر اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے صدقہ کرنا عبادت ہے۔ پس اصل عبادت کی نیت پائی گئی۔ کیونکہ فرض زکوٰۃ کی نیت تعیین حاصل کرنے کے لئے شرط ہے اور تعیین کی ضرورت عدم تعیین کے وقت پیش آئے گی اور نصاب زکوٰۃ میں واجب زکوٰۃ متعین ہے اس لئے اس کو متعین کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

(ب) ولا باس بالسواك الرطب. بالغداة والعشی للصائم.

الجواب الثالث (الف) اس سوال میں دو امور حل طلب ہیں

① وضاحت مسئلہ۔ ② اختلاف ائمہ۔

☆ (۱) وضاحت مسئلہ مذکورہ:

مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے نزدیک روزے کے لئے گیلی اور پانی میں بھیگی ہوئی مسواک کرنا صبح کے وقت بھی اور شام کے وقت بھی بلا کراہت جائز ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک شام کے وقت روزہ دار کے لئے مسواک کرنا مکروہ ہے۔ امام شافعیؒ کا مستدل وہ حدیث ہے جس کو طبرانی اور دارقطنی نے روایت کیا ہے۔ انه علیه الصلوٰة والسلام قال اذا صمتم فاستاکوا بالغداة ولا تستاکوا بالعشی فان الصائم اذا یبست شفتاه کانت له نورا یوم القیامة. یعنی جب تم روزہ رکھو تو صبح کو مسواک کرو اور شام کے وقت مسواک نہ کرو۔ کیونکہ جب روزے دار کے ہونٹ خشک ہو جائیں گے تو قیامت کے دن اس کے لئے ایک نور ہوگا۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ روزہ دار کے

www.Bhalli.Info

منہ کی بُو جس کو حدیث میں اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بہتر کہا گیا ہے مسواک کرنے سے اس کا زائل کرنا لازم آتا ہے پس اس کو باقی رکھنے کے لئے شام کے وقت مسواک کرنے سے منع کیا گیا ہے۔اور یہ بو شہید کے خون کے مشابہ ہوگئی ہے۔پس جس طرح شہید کے خون کو زائل نہیں کیا جاتا بلکہ بغیر غسل کے دفن کیا جاتا ہے، اسی طرح روزے دار کے منہ کی بُو کو بھی زائل نہیں کیا جائے گا۔ہماری دلیل ابن ماجہ کی حدیث خير خلال الصائم السواك یعنی روزے دار کی بہترین خصلت مسواک کرنا ہے۔اس حدیث میں نہ صبح وشام کی کوئی تفصیل ہے اور نہ تر اور خشک کی تفصیل ہے اس لئے روزہ کی حالت میں ہر طرح کا مسواک کرنا اور ہر وقت کرنا جائز ہے۔دوسری دلیل یہ ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ لولا ان اشق علىٰ امتی لامرتهم بالسواك عند كل صلوة. یعنی اگر میں اپنی امت پر شاق اور گراں محسوس نہ کرتا تو ان کو ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم کرتا۔یہ حدیث اگرچہ مسواک کے عدم وجوب پر دلالت کرتی ہے لیکن ہر نماز کے وقت مسواک کا مسنون ہونا بھی ثابت ہوتا ہے۔اور ہر نماز میں عموم ہے۔ظہر، عصر، مغرب، سب کو شامل ہے اور وقت میں بھی عموم ہے۔تیسری دلیل مسند احمد کی یہ حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا صلوة بسواك افضل عندا لله تعالىٰ من سبعين صلوة بغير سواك۔یعنی مسواک کر کے نماز پڑھنا اللہ کے نزدیک بغیر مسواک کے ستر نمازوں سے افضل ہے۔یہ حدیث روزہ دار کی نماز پر بھی صادق آئے گی، بشرطیکہ اس نے مسواک کر کے ادا کیا ہو۔

امام شافعیؒ کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ خلوف عبادت کا اثر ہے اور عبادات میں اخفاء اولیٰ ہے تا کہ ریاکاری کا شبہ نہ ہو۔اور اخفاء اسی وقت ہو سکتا ہے جب کہ مسواک کے ذریعہ اس بُو کو ختم کیا جائے۔برخلاف شہید کے خون کے کہ وہ ظلم کا اثر ہے۔اپنے مقابل سے انصاف کا خواستگار ہے، اس لئے اس کا باقی رکھنا ضروری ہے۔

الورقة الثالثة ...... في الفقه ...... وفاق المدارس العربية باكستان ...... شعبان ۱۴۲۳ھ

الاختبار السنوى للمرحلة العالية ...... للبنات ...... مجموع الدرجات ۱۰۰ ...... الوقت ۳ ساعات

ملاحظة: اجب عن احد الشقين من كل سوال فقط ان اجبت بالعربية الفصحى تستحق عشر درجات

السؤال الأول (الف) ...... القهقهة في الصلاة ذات ركوع وسجود والقياس أنها لا تنقض.

(۱) مسئلہ مذکورہ میں حضرات ائمہ کا اختلاف دلائل کے ساتھ تحریر کیجئے (۲) ضحک، تبسم، اور قہقہہ میں فرق واضح کیجئے۔

اس کا حل گذر چکا ہے۔

(ب) والمستحاضة ومن به سلس البول والرعاف الدائم والجرح الذى لا يرقأ يتوضؤن لوقت كل صلاة فيصلون بذلك الوضوء في الوقت ماشاؤا من الفرائض والنوافل وقال الشافعيؒ تتوضأ المستحاضة لكل مكتوبة.

(۱) عبارت پر اعراب لگا کر معنی خیز ترجمہ کیجئے (۲) صورت مسئلہ کی وضاحت کر کے حنفیہ کے مسلک کو دلائل سے ثابت کریں۔

اس کا حل گذر چکا ہے۔

السؤال الثاني (الف) ...... القراءة في الفرض واجبة في الركعتين وقال الشافعي في الركعات كلها

(۱) مسئلہ مذکورہ میں حضرات ائمہ کا اختلاف دلائل کے ساتھ تحریر کیجئے۔

الجواب الثاني (الف) اس سوال میں دو امور حل طلب ہیں

(۱) اختلاف ائمہ۔ (۲) دلائل۔

(۱) **مسئلہ مذکورہ میں اختلاف ائمہ:**

فرض نماز میں مسئلہ قرأت کے اندر پانچ قول ہیں (۱) علماء احناف کے نزدیک دو رکعتوں میں قرأت فرض ہے۔(۲) امام شافعیؒ کے نزدیک تمام رکعتوں میں فرض ہے (۳) امام مالکؒ نے کہا کہ اکثر رکعتوں میں فرض ہے (۴) حسن بصریؒ ایک رکعت میں فرضیت قرأت کے قائل ہیں (۵) ابوبکر اصم نماز میں سنیت قرأت کے قائل ہیں۔ابوبکر نے قرأت کو باقی دوسرے اذکار پر قیاس کیا ہے یعنی جس طرح نماز کے اندر رکوع اور سجدہ کی تسبیحات اور ثناء وغیرہ مسنون ہیں اسی طرح قرأت قرآن بھی مسنون ہے۔

www.Bhalli.Info

☆ (۲) دلائل:

حسن بصریؒ کی دلیل یہ ہے کہ فاقرؤا ماتیسر من القرآن میں اقرؤا امر کا صیغہ ہے اور امر تکرار کا تقاضا نہیں کرتا۔ اس لئے ایک ہی رکعت میں قرأت کرنا فرض ہوگا۔

امام مالکؒ کی دلیل یہ ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا صلوٰۃ الا بقراءۃ اور ہر رکعت صلوٰۃ ہے۔ لہٰذا کوئی رکعت بغیر قرأت کے نہیں ہوگی مگر چونکہ تین رکعات اکثر ہیں اور آسانی کے لئے اکثر کو کل کے قائم مقام کر دیا جاتا ہے اس لئے تین رکعات کو چار کے قائم مقام قرار دے کر تین میں قرأت فرض کی گئی۔

امام شافعیؒ کی دلیل بھی یہی حدیث ہے۔ کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ بغیر قرأت کے نماز نہیں ہوتی اور ہر رکعت نماز ہے لہٰذا ہر رکعت میں قرأت کرنا فرض ہوگا۔ ہر رکعت کے نماز ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اگر کسی نے قسم کھائی کہ میں نماز نہیں پڑھوں گا۔ پھر اس نے ایک رکعت پڑھی تو حانث ہوجائے گا پس ایک رکعت پڑھنے سے حانث ہوجانا اس بات کی دلیل ہے کہ ایک رکعت نماز ہے ورنہ حانث نہ ہوتا۔

احناف کی دلیل باری تعالیٰ کا قول "فاقرؤا ما تیسر من القرآن" ہے بایں طور کہ "اقرؤا" امر کا صیغہ ہے اور امر تکرار کا تقاضا نہیں کرتا پس ایک رکعت میں فرضیت قرأت عبارت النص سے ثابت ہوگئی اور چونکہ رکعت ثانیہ من کل وجہ رکعت اولیٰ کے مشابہ ہے اس لئے دلالت النص سے رکعت ثانیہ میں بھی قرأت کو واجب کیا گیا۔ حاصل یہ کہ پہلی رکعت میں قرأت کا وجوب عبارت النص سے ثابت ہوا اور دوسری میں یہ چیز نہیں ہے۔

یہاں ایک سوال ہوگا وہ یہ کہ پہلی اور دوسری رکعت میں مشابہت نہیں ہے بلکہ مغایرت ہے۔ اس طور پر کہ پہلی رکعت میں ثناء، تعوذ، اور بسم اللہ ہے اور دوسری میں یہ چیزیں نہیں ہیں۔

یہ چیزیں امر زائد ہیں۔ اعتبار فقط ارکان کا ہے اور اصل ارکان میں دونوں رکعتیں برابر ہیں۔ رہیں آخر کی دو رکعتیں سو وہ پہلی دو رکعتوں سے مختلف ہیں اور یہ فرق چند باتوں میں ہے۔ (۱) سفر کی وجہ سے آخر کی دو رکعتیں ساقط ہوتی ہیں پہلی دو ساقط نہیں ہوتیں۔ (۲) اول کی دو رکعتوں بالجہر قرأت ہوتی ہے اور آخیر کی دو رکعتوں میں بالسر (۳) اول کی دو رکعتوں میں فاتحہ کے ساتھ سورت کا ملانا بھی واجب ہے اور آخری دو میں فاتحہ کے ساتھ سورت کا ضم نہیں ہوتا۔ پس جب اس قدر تفاوت ہے تو آخر کی دو رکعتوں کو اول کی دو کے ساتھ لاحق نہیں کیا جائے گا۔

والصلوٰۃ فیما یروی سے امام شافعیؒ کی پیش کردہ حدیث لا صلوٰۃ الا بقراءۃ کا جواب ہے۔ جواب کا حاصل یہ ہے کہ حدیث میں صریح لفظ صلوٰۃ سے مراد صلوٰۃ کاملہ ہے اور عرف میں

اور دو رکعت کا اطلاق دو رکعتوں پر ہوتا ہے پس حدیث سے دو رکعتوں میں قرأت کا ثبوت ہوگا نہ کہ ہر رکعت میں۔

(ب) الزکوۃ واجبۃ علی الحر العاقل البالغ المسلم اذا ملك نصابا ملکا تاما وحال علیہ الحول.

(۱) وجوب زکوۃ دلائل سے ثابت کیجئے؟ (۲) وجوب کی شرائط کو عبارت کے اندر ذکر کیا گیا ہے ان کی تشریح کریں (۳) حولان حول سے کیا مراد ہے؟ (۴) وجوب سے مراد وجوب علی الفور ہے یا وجوب علی التراخی؟

الجواب الثانی (ب) اس سوال میں دو امور حل طلب ہیں

(۱) وجوب زکوۃ دلائل سے۔ (۲) شرائط وجوب۔ (۳) حولان حول سے مراد۔ (۴) وجود سے وجوب علی الفور یا علی التراخی مراد ہے۔

(۲) شرائط وجوب:

قدوری نے زکوۃ واجب ہونے کی چند شرطیں ذکر کی ہیں۔ ① آزاد ہونا۔ ② عاقل ہونا۔ ③ بالغ ہونا۔ ④ مسلمان ہونا۔ ⑤ مقدار نصاب کا مالک ہونا۔ ⑥ ملک کا تام ہونا۔ ⑦ مال نصاب پر حولان حول یعنی ایک سال گذر جانا۔ صاحب ہدایہؒ نے زکوۃ کے وجوب پر تین دلیلیں ذکر کی ہیں۔ ① کتاب اللہ یعنی واتوا الزکوۃ ② حدیث مشہورہ "ادوا زکوۃ اموالکم" اور بنی الاسلام علی خمس (الحدیث) ③ اجماع امت یعنی رسول اکرم ﷺ کے زمانے سے آج تک کسی نے زکوۃ کے وجوب کا انکار نہیں کیا ہے۔ اور مصنفؒ نے کہا ہے کہ متن کے اندر واجب سے فرض مراد ہے۔ کیونکہ زکوۃ کا ثبوت دلیل قطعی سے ہوا اور اس کے ثبوت میں حبہ برابر شبہ نہیں ہے۔ اور جس چیز کا ثبوت دلیل قطعی سے ہوا اور اس میں کوئی شبہ نہ ہو تو وہ فرض ہوتا ہے نہ کہ واجب۔

(۳) حولان حول سے مراد:

صاحب ہدایہ نے حولان حول کے شرط ہونے کی حکمت شرعی ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ایک سال کی مدت نمو اور مال بڑھ جانے پر قدرت دینے والی ہے۔ یعنی ایک سال کے اندر آدمی تجارت وغیرہ کے ذریعہ مال کو بڑھا سکتا ہے، کیونکہ سال مختلف فصلوں (سردی، گرمی، ربیع اور خریف) پر مشتمل ہوتا ہے۔ اور اغلب یہی ہے کہ ان فصلوں میں نرخوں کا تفاوت ہوتا ہے۔ مثلاً ایک چیز ایک فصل میں ارزاں اور دوسری فصل میں گراں ہو جاتی ہے۔ پس اس طرح آدمی تجارت میں نفع حاصل کرکے اپنا مال بڑھا سکتا ہے۔ وجوب زکوۃ کا مدار اگرچہ نمو اور بڑھاوے پر ہے اور وہ ایک سال میں ہوتا ہے اس لئے وجوب زکوۃ کا مدار ایک سال کی مدت کو قرار دیا گیا ہے۔ خواہ اس میں حقیقۃ نمو

www.Bhalli.Info

پایا جائے یا نہ پایا جائے۔ اب اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ کسی نے اگر اپنا مال زمین میں دفن کر دیا
اس پر بھی زکوۃ ہے حالانکہ یہاں کوئی نمو اور بڑھاوا نہیں ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس صورت
میں حقیقۃً اگرچہ نمو نہیں۔ لیکن تقدیراً نمو ہے کیونکہ یہ مالک کی حماقت ہے کہ اس نے اپنا مال زمین
کے حوالہ کیا۔ حالانکہ اس کو اپنے مال پر تجارت وغیرہ کی قدرت حاصل ہے پس اس کی قدرت معتبر
ہوگی۔ اور حماقت معتبر نہ ہوگی۔

☆ (۴) **وجود سے وجوب علی الفور یا علی التراخی مراد ہے:**

سال گذرنے کے بعد زکوۃ جب واجب الاداء ہوئی تو علی الفور واجب ہے یا علی
التراخی، یعنی فی الفور ادا کرنا واجب ہے یا تراخی بھی جائز ہے۔ اس بارے میں امام کرخیؒ کا قول یہ
ہے کہ سال پورا ہونے کے بعد فی الفور ادا کرنا واجب ہے چنانچہ قدرت کے باوجود تاخیر کی صورت
میں گنہگار ہوگا دلیل یہ ہے کہ آتوا الزکوۃ اور حدیث ادوا زکوۃ اموالکم میں امر مطلق ہے اور
مطلق امر کا مقتضی مامور بہ کو فی الفور بجالانا ہے اس لئے سال گذرنے کے بعد فی الفور زکوۃ ادا کرنا
واجب ہوگا۔ اگر امکانی قدرت کے باوجود زکوۃ ادا کرنے میں تاخیر کی تو گنہگار ہوگا۔

السوال الثالث (الف)...... الصوم ضربان واجب ونفل والواجب ضربان منه ما يتعلق
بزمان بعينه كصوم رمضان والنذر المعين فيجوز بنية من الليل وان لم ينو حتى اصبح
أجزته النية مابينه وبين الزوال.

(۱) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے (۲) روزے میں نیت کب تک معتبر ہے؟ اور اس میں
کیا اختلاف ہے؟ (۳) نذر معین اور غیر معین میں حکم کے اعتبار سے کیا فرق ہے؟۔

اس کا حل گذر چکا ہے پرچہ ۱۴۲۱ھ میں ملاحظہ فرمائیں۔

(ب)...... ويعتبر في المرأة ان يكون لها محرم تحج به اوزوج ولا يجوز لها ان تحج
بغيرهما اذا كان بينها وبين مكة ثلثة ايام.

(۱) صورت مسئلہ کی وضاحت کریں (۲) حضرات ائمہ کے اختلاف کو وضاحت کے ساتھ بیان
کریں (۳) حج کی تینوں اقسام میں فرق بیان کریں۔

اس کا حل گذر چکا ہے پرچہ ۱۴۲۱ھ میں ملاحظہ فرمائیں۔

الورقة الثالثة ...... في الفقه ...... وفاق المدارس العربية باكستان ...... شعبان ۱۴۲۴ھ
الاختبار السنوي للمرحلة العالية ...... للبنات ...... مجموع الدرجات ۱۰۰ ...... الوقت ۳ ساعات
ملاحظة: اجب عن احد الشقين من كل سوال فقط ان اجبت بالعربية الفصحى تستحق عشر درجات

السوال الاول (الف) فان قاء بلغما فغير ناقض عند ابي حنيفةؒ ومحمدؒ وقال ابو
يوسف ناقض اذا قاء ملء الفم والخلاف في المرتقي من الجوف اما النازل من الرأس
فغير ناقض بالاتفاق.

(۱) عبارت پر اعراب لگائیں (۲) عبارت کی وضاحت کریں (۳) قئی کے بارے میں
حضرات ائمہ کے اختلاف کو دلائل کی روشنی میں بیان کریں۔

الجواب الاول (الف) اس سوال میں تین امور حل طلب ہیں

(۱) اعراب۔ (۲) وضاحت۔ (۳) اختلاف ائمہ۔

(۱) __اعراب:__ فَإِنْ قَاءَ بَلْغَمًا فَغَيْرُ نَاقِضٍ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ
نَاقِضٌ إِذَا قَاءَ مِلْأَ الْفَمِ وَالْخِلَافُ فِي الْمُرْتَقِي مِنَ الْجَوْفِ أَمَّا النَّازِلُ مِنَ الرَّأْسِ فَغَيْرُ
نَاقِضٍ بِالْاِتِّفَاقِ.

(۲) __وضاحت:__ لیکن اگر اس نے خالص بلغم قے کیا جس میں کھانے وغیرہ کی کوئی آمیزش
نہ ہو تو اس کی دو صورتیں ہیں۔ یا تو دماغ سے اتریگا یا جوف معدہ سے چڑھے گا۔ اول تو بالاتفاق
ناقض وضو نہیں ہے کیونکہ سر اور دماغ نجاست کی جگہ نہیں ہے۔

(۳) __اختلاف ائمہ:__ اور دوسری صورت طرفین رحمہما اللہ کے نزدیک ناقض نہیں ہے البتہ
امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ناقض ہے بشرطیکہ منہ بھر ہو۔ امام ابو یوسفؒ کی دلیل یہ ہے کہ بلغم اگرچہ خود نجس
نہیں ہے مگر معدہ کی نجاست کے ساتھ متصل ہونے کی وجہ سے نجس ہو گیا اور مقام کی طرف نکلا جس کو
غسل میں پاک کرنے کا حکم لاحق ہے یعنی غسل میں کلی کرنا فرض ہے۔ پس جب خروج نجاست پایا
گیا ناقض وضو ہوگا جیسے کھانے اور پیپ کی قے۔ اور طرفین کی دلیل یہ ہے کہ بلغم چکنا ہوتا ہے اس
میں نجاست پیوست نہیں ہوتی ہے اور جو نجاست اس کے ساتھ لگی ہوتی ہے وہ قلیل ہے اور قے میں
قلیل ناقض وضو نہیں ہوتی اس لئے بلغم کی قے ناقض وضو نہیں ہوگی۔

(ب) فصل في الاستنجاء الاستنجاء سنة لأن النبي ﷺ واظب عليه ويجوز فيه
الحجر وما قام مقامه يمسحه حتى ينقيه لان المقصود هو الانقاء فيعتبر ما هو
المقصود وليس فيه عدد مسنون.

(۱) عبارت پر اعراب لگائیں (۲) عبارت کی وضاحت کریں (۳) استنجاء میں احجار کے

www.Bhalli.Info

عدد کے بارے میں ائمہ کرام کے اختلاف کو دلائل کی روشنی میں بیان کریں۔

الجواب الاول (ب) اس سوال میں تین امور حل طلب ہیں

①اعراب۔ ②وضاحت۔ ③عدد احجار میں اختلاف ائمہ۔

☆ (۱) **اعراب:** اَلْاِسْتِنْجَاءُ سُنَّةٌ لِاَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَاظَبَ عَلَيْهِ وَيَجُوزُ [illegible] الْحَجَرُ وَمَاقَامَ مَقَامَهُ يَمْسَحُهُ حَتّٰى يُنَقِّيَهُ لِاَنَّ الْمَقْصُوْدَ هُوَ الْاِنْقَاءُ فَيُعْتَبَرُ مَا هُوَ الْمَقْصُوْدُ وَلَيْسَ فِيْهِ عَدَدٌ مَسْنُوْنٌ۔

☆ (۲) **وضاحت:** بعض علماء کا خیال ہے کہ استنجاء وضو کی سنتوں میں سے ہے [illegible] وضو میں ذکر کرنا زیادہ مناسب تھا۔

جواب چونکہ سبیلین پر سے نجاستِ حقیقیہ کو دور کرنے کا نام استنجاء ہے اس لئے اس کو [illegible] الانجاس وتطهير ها کے تحت ذکر کیا۔ استنجاء، استطابۃ، اور استجمار تینوں ہم معنی [illegible] مگر استنجا اور استطابۃ عام ہیں پانی سے ہو یا دوسری پاک کرنے والی چیز سے، اور استجمار ڈھیلوں اور پتھروں کے ساتھ خاص ہے۔ استنقاء کے معنی بھی پتھر وغیرہ سے پاک کر لینا، استنزاء زمین پر پاؤں مارنا۔ اور استنزاہ پیشاب سے نزاہت چاہنا۔

استنجاء ماخوذ ہے نجو سے اور نجو اس چیز کو کہتے ہیں جو پیٹ سے نکلے اور بلند [illegible] نجو کہتے ہیں۔

☆ (۳) **اختلاف ائمہ:**

ہمارے نزدیک استنجا سنت مؤکدہ ہے اور اسی کے قائل امام مالکؒ اور امام مزنیؒ ہیں۔

اور امام شافعیؒ نے کہا کہ فرض ہے، استنجاء مسنون ہونے پر دلیل حضور ﷺ کا دائمی [illegible] چنانچہ بخاری ومسلم کی روایت ہے: عن انس قال کان رسول اللہ ﷺ یدخل الخلاء [illegible] انا وغلام نحوی اداوة من ماء وعنزة فليستنجی بالماء حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے [illegible] کہ جب رسول اللہ ﷺ پاخانہ تشریف لے جاتے تو میں اور میرے مانند ایک لڑکا پانی کا [illegible] پوری دار عصا اٹھاتے پس آپ پانی سے استنجاء فرماتے تھے۔

اور ابن ماجہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے قالت ما رأيت رسول [illegible] خرج من غائط قط الا مس ماء ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ میں [illegible] بھی رسول اللہ ﷺ کو نہیں دیکھا کہ آپ ﷺ پاخانہ سے نکلے مگر یہ کہ پانی چھوتے [illegible] دونوں حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نے استنجاء کرنے پر ہمیشگی فرمائی ہے۔ استنجاء [illegible] اور جو اس کے قائم مقام ہو اس کا استعمال کرنا جائز ہے اور اس کی کیفیت یہ ہے کہ استنجاء کی جگہ [illegible]

[illegible] کہ وہ پاک ہو جائے کیونکہ پاک کرنا ہی مقصود ہے لہٰذا جو مقصود ہے اسی کا اعتبار ہوگا۔

(۳) **عدد احجار میں اختلاف ائمہ:**

صاحب ہدایہ کہتے ہیں کہ پتھروں میں کوئی عدد مسنون نہیں ہے بلکہ جس قدر سے پاکی حاصل [illegible] اسی قدر استعمال کرے۔ تین ہوں یا کم یا تین سے زائد۔

امام شافعیؒ نے کہا کہ تین پتھروں کا ہونا ضروری ہے۔ امام شافعیؒ کی دلیل حضرت ابو ہریرہ [illegible] اللہ تعالی عنہ کی حدیث ہے ان رسول اللہ ﷺ قال انما انا لكم مثل الوالد [illegible] احدكم الى الغائط فلا يستقبل القبلة ولا يستدبرها بغائط ولا بول وليستنج [illegible] احجار یعنی حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہارے واسطے مثل باپ کے ہوں۔ جب تم میں [illegible] جائے تو پاخانہ اور پیشاب میں نہ قبلہ کا استقبال کرے اور نہ استدبار کرے اور تین [illegible] استنجاء کرے۔ اس حدیث میں صیغہ امر واقع ہے۔ اور امر وجوب کے لئے ہے پس اس [illegible] استنجاء کا واجب ہونا اور پتھروں میں تین کا عدد ہونا ثابت ہوگیا۔

[illegible] دلیل یہ حدیث ہے عن ابی ہریرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی ﷺ قال من [illegible] فليوتر من فعل فقد احسن و من لا فلا حرج۔

[illegible] (الف) ...... باب الامامة الجماعة سنة مؤكدة لقوله عليه السلام الجماعة [illegible] الهدى لا يتخلف عنها الا منافق، واولى الناس بالامامة اعلمهم بالسنة۔

(۱) عبارت مذکورہ کی وضاحت کریں (۲) احق بالامامۃ کی تفصیل کتاب مطابق بیان کریں۔

الثانی (الف) اس سوال میں دو امور حل طلب ہیں

[illegible] کی وضاحت۔ ②احق بالامامۃ کی تفصیل۔

(۱) عبارت کی وضاحت:

[illegible] سنت مؤکدہ ہے کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جماعت سنن ہدیٰ میں سے ہے اس سے [illegible] رہتا ہے۔ سنت کی دو قسمیں ہیں ایک سنت ہدیٰ دوم سنت زائد۔ سنت ہدیٰ وہ ہے جس [illegible] ﷺ نے بطریق عبادت مواظبت فرمائی مگر کبھی کبھار ترک کے ساتھ، اس کا ترک کرنا [illegible] اور یہ شعائر اسلام میں سے ہے۔ اور سنت زائد وہ ہے جس کو آنحضرت ﷺ نے بطریق [illegible] اس کے ترک میں کوئی حرج نہیں ہے۔ جیسے تہجد کی نماز۔ بہرحال جماعت سنت مؤکدہ [illegible] کہ اس کا ترک کرنا جائز نہیں حتی کہ اگر اہل شہر نے جماعت کو ترک کر دیا تو ان کو اقامت [illegible] دیا جائے گا۔ اگر انہوں نے اس پر عمل کیا تو فبہا ورنہ ان سے قتال کرنا حلال ہوگا۔

[illegible] کے سنت مؤکدہ ہونے کی تائید ان احادیث سے بھی ہوتی ہے۔ جو جماعت کی

www.Bhalli.Info

فضیلت میں وارد ہوئی ہیں۔ چنانچہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے صلاۃ الجماعۃ افضل من
احدکم وحدہ بخمسۃ وعشرین درجۃ، یعنی جماعت سے نماز پڑھنا بہ نسبت تنہا نماز
کے پچیس درجہ افضل ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ۲۷ درجہ افضل ہے۔

☆ (۳) **احق بالامامۃ کی تفصیل:** امامت کا سب سے زیادہ مستحق وہ شخص ہے جو
زیادہ جاننے والا ہو یعنی ان احکام شرعی کا جاننے والا ہو جو نماز کے ساتھ متعلق ہیں مثلاً نماز
نماز کے ارکان، نماز کی سنتیں اور اس کے آداب بشرطیکہ مایجوز بہ الصلوۃ قرأت پر قادر
ہو، امام ابو یوسفؒ سے ایک روایت یہ ہے کہ امامت کا زیادہ مستحق وہ ہوگا جو قرأت قرآن میں
سے اچھا ہوگا، بشرطیکہ بقدر ضرورت علم رکھتا ہو۔ امام ابو یوسفؒ کی دلیل یہ ہے کہ قرأت
ایسا رکن ہے جس کے بغیر چارہ نہیں ہے اور علم کی ضرورت اس وقت پیش آئے گی جب کوئی
مفسد پیش آئے تاکہ علم کے ذریعہ نماز کو درست کر سکے اور عارض نماز کے اندر کبھی پیش آتا ہے
پیش نہیں آتا۔ پس معلوم ہوا کہ قرأت کا علم زیادہ ضروری ہے بہ نسبت علم بالسنۃ کے اس لئے
کو اعلم بالسنہ پر مقدم کیا گیا۔ لیکن ہم طرفین کی طرف سے جواب یہ دیں گے کہ قرأت کی
احتیاج فقط ایک رکن کے لئے ہے اور علم کی طرف احتیاج تمام ارکان کے لئے ہے کیونکہ
کرنیوالی چیزوں کی معرفت بھی علم کے ذریعہ ہوگی اور نماز کو درست کرنے والی چیزوں کی معرفت
علم کے ذریعہ ہوگی۔ پس ثابت ہوا کہ علم کی ضرورت بہ نسبت قرأت کے زیادہ ہے اس لئے اعلم
کو اقرأ پر ترجیح دی گئی بندہ کے ناقص خیال میں دونوں چیزیں لازم وملزوم ہیں اسلئے کہ قرأت کی
اہمیت اپنی جگہ ہے جیسے ورتل القران ترتیلا کی تفسیر جود القران تجویدا کی گئی ہے
جزریؒ فرماتے ہیں و الاخذ بالتجوید حتم لازم من لم یجود القران اثم طرفین کے قول کی
تائید حاکم کی روایت سے بھی ہوتی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔

یقوم القوم اقدمھم ھجرۃ فان کانوا فی الھجرۃ سواء فافقھھم فی الدین فان کانوا فی
الفقہ سواء فاقرأھم للقرآن

یعنی قوم کی امامت وہ کرے جو ہجرت میں مقدم ہو پس اگر ہجرت میں سب برابر ہوں تو افقہ
فی الدین امامت کرے اور اگر فقہ میں سب برابر ہوں تو اقرأ للقرآن امامت کرے۔ اس حدیث
میں افقہ فی الدین یعنی اعلم کو اقرأ پر مقدم کیا گیا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے
ان الذین جمعوا القرآن علی عھد رسول اللہ ﷺ اربعۃ کلھم من الانصار ابی بن
کعب ومعاذ بن جبل وزید بن ثابت وابو زید فھولاء اکثر قراءۃ من ابی بکر رضی اللہ
تعالیٰ عنہ حتی قال ﷺ اقرأکم ابی،

یعنی عہد رسالت میں چار شخص جامع قرآن تھے اور چاروں کا تعلق انصار سے تھا، ابی بن کعب،
معاذ بن جبل، زید بن ثابت اور ابو زید رضوان اللہ علیہم اجمعین پس یہ چاروں بہ نسبت ابو بکر
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قراءت قرآن کے زیادہ جاننے والے ہیں مگر اس کے باوجود حضور ﷺ نے
امامت کے لئے صدیق اکبرؓ کو بڑھایا۔ پس معلوم ہوا کہ جب اقرأ اور اعلم میں تعارض ہو جائے تو
اعلم کو مقدم کیا جائے گا نہ کہ اقرأ کو۔

[ب] باب فی سجدۃ التلاوۃ قال سجود التلاوۃ فی القرآن اربعۃ عشر۔

(۱) قرآن کریم میں سجدوں کی تفصیل بیان کریں (۲) سجدہ کس کے ذمہ میں واجب ہوتا ہے
سجدہ کرنے کا طریقہ کیا ہے پوری تفصیل بیان کریں۔

الجواب الثانی (ب) اس سوال میں دو امور حل طلب ہیں
(۱) قرآن میں سجدے۔ (۲) وجوب سجدہ وطریقہ۔

(۱) **قرآن کریم میں سجدے:**

صاحب قدوری نے کہا ہے کہ قرآن پاک میں سجدہ چودہ ہیں۔ (۱) سورہ اعراف کے آخر
میں ان الذین عند ربک لایستکبرون عن عبادتہ ویسبحو نہ ولہ یسجدون (پ۹ ع۱۴)،
(۲) سورہ رعد میں ہے۔ وللہ یسجد من فی السموٰت والارض طوعا و کرھا وظلالھم
بالغدو والاصال، (پ۱۳ رکوع ۸) (۳) سورہ نحل میں ہے۔ یخافون ربھم من فوقھم و
یفعلون مایؤمرون. (پ۱۴، ع۱۴) سورہ بنی اسرائیل میں ہے: ویخرون للاذقان یبکون و
یزیدھم خشوعا، (پ۱۵، ع۱۲) (۵) سورہ مریم میں ہے: اذا تتلی علیھم ایات الرحمن
خروا سجدا وبکیا. (پ۱۶ ع۷) (۶) سورہ حج کا پہلا سجدہ ہے۔ ومن یھن اللہ فما لہ من
مکرم ان اللہ یفعل ما یشاء (پ۱۷، ع۹) (۷) سورۃ فرقان میں ہے: واذا قیل لھم اسجدوا
للرحمن قالوا وما الرحمن انسجد لما تامرنا، (پ۱۹ ع۳) (۸) سورۃ نمل میں ہے: ما
تخفون وما تعلنون اللہ لا الہ الا ھو رب العرش العظیم (پ۱۹ ع۱۷) (۹) سورہ سجدہ (الم
تنزیل) میں ہے۔ انما یؤمن بایاتنا الذین اذا ذکروا بھا خروا سجدا وسبحوا بحمد
ربھم وھم لا یستکبرون (پ۲۱ ع۱۵) (۱۰) سورۃ صٓ میں ہے۔ فغفرنا لہ ذلک وان لہ
عندنا لزلفی وحسن مآب (پ۲۳ ع۱۱) (۱۱) سورۃ حمٓ سجدہ میں ہے۔ یسبحون لہ باللیل
والنھار وھم لا یسامون (پ۲۴ ع۱۹)۔ (۱۲) سورہ النجم میں ہے۔ فاسجدوا للہ واعبدوا.
(پ۲۷ ع۷) (۱۳) سورۃ اذا السماء انشقت میں ہے واذاقرئ علیھم القرآن لا
یسجدون، (پ۳۰ ع۹،) (۱۴) سورہ علق میں ہے۔ واسجد واقترب (پ۳۰ ع۲۱)

www.Bhalli.Info

☆ (۳) **سجدہ کس پر واجب ھے:**

صاحب ہدایہ نے ان چودہ مواضع سجدہ پر مصحف عثمان سے استدلال کیا ہے اور مصحف عثمان معتمد ہے۔

مسئلہ یہ ہے کہ امام نے سجدہ کی آیت تلاوت کی تو امام نماز میں فوراً سجدہ کرے۔ اور اس کے ساتھ مقتدی بھی سجدہ کرے۔ دلیل یہ ہے کہ مقتدی نے اقتداء کی نیت کر کے امام کی متابعت کو اپنے اوپر لازم کرلیا ہے۔ ایسی صورت میں اگر مقتدی نے امام کے ساتھ سجدہ تلاوت نہ کیا تو امام کی مخالفت کرنا لازم آئے گا۔ اور اگر مقتدی نے آیت سجدہ تلاوت کی تو شیخینؒ کے نزدیک امام اور مقتدی دونوں سجدہ نہ کریں نہ نماز کے اندر اور نہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد، یہی مذہب علماء ثلاثہ ہے۔ حضرت امام محمدؒ نے فرمایا ہے کہ امام اور مقتدی جب نماز سے فارغ ہوجائیں، تو سب سجدہ کریں، امام محمدؒ کی دلیل یہ ہے کہ سجدہ کا سبب یعنی مقتدی کا آیت سجدہ کو پڑھنا اور باقی حضرات کا اس کو سننا پایا گیا، اور مانع سجدہ یعنی ان کا نماز کے اندر ہونا دور ہوگیا اور قاعدہ ہے کہ جب کسی چیز کا سبب پایا جائے اور مانع دور ہوجائے تو وہ چیز بالیقین متحقق ہوجاتی ہے۔

طریقہ سجدہ: جب سجدہ تلاوت کرنے کا ارادہ ہو تو بغیر دونوں ہاتھ اٹھائے تکبیر کہہ کر سجدہ کرے پھر تکبیر کہہ کر اپنا سر زمین سے اٹھالے دلیل نماز کے سجدہ پر قیاس ہے یہی عبداللہ ابن مسعودؓ سے مروی ہے یہ ذہن میں رہے کہ یہ دونوں تکبیریں مسنون ہیں واجب نہیں ہیں۔ صاحب ہدایہ کہتے ہیں کہ سجدہ تلاوت کرنے والے پر نہ تشہد ہے نہ سلام ہے کیونکہ تشہد اور سلام نماز سے نکلنے کے لئے مشروع ہوئے ہیں اور نماز سے نکلنا تقاضا کرتا ہے کہ پہلے تحریمہ ہو اور تحریمہ اس جگہ معدوم ہے اور جب تحریمہ معدوم ہے تو تحلل بھی نہیں ہوگا اور جب تحلل نہیں ہے تو تشہد اور سلام بھی نہیں ہوں گے۔

سجدہ تلاوت میں کیا پڑھے سو اس سلسلے میں بعض نے تو یہ کہا ہے کہ نماز کے سجدہ میں جو پڑھا جاتا ہے وہی سجدہ تلاوت میں پڑھے اور بعض کا قول ہے کہ سجدہ تلاوت میں یہ کہے سبحان ربنا ان کان وعد ربنا لمفعولا.

السوال الثالث (الف) ..... باب صدقة الفطر قال صدقة الفطر واجبة على الحر المسلم اذا كان مالكا لمقدار النصاب فاضلا عن مسكنه وثيابه واثاثه وفرسه وسلاحه وعبيده.

(۱) عبارت پر اعراب لگائیں (۲) صاحب کتاب کے انداز میں عبارت مذکورہ کی وضاحت کریں۔

الجواب الثالث (الف) اس سوال میں دو امور حل طلب ہیں

① اعراب۔ ② عبارت کی وضاحت۔

(۱) **اعراب:** بَابُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ قَالَ صَدَقَةُ الْفِطْرِ وَاجِبَةٌ عَلَى الْحُرِّ الْمُسْلِمِ اِذَا كَانَ مَالِكًا لِمِقْدَارِ النِّصَابِ فَاضِلًا عَنْ مَسْكَنِهٖ وَثِيَابِهٖ وَاَثَاثِهٖ وَفَرَسِهٖ وَسِلَاحِهٖ وَعَبِيْدِهٖ.

(۲) **عبارت کی وضاحت:**

ہمارے نزدیک صدقۃ الفطر واجب ہے یعنی ایسی دلیل سے ثابت ہے جس میں شبہ ہے اور امام مالکؒ، امام شافعیؒ کے نزدیک فرض ہے۔ امام مالکؒ کا ایک قول مسنون ہونے کا بھی ہے۔

جس پر صدقۃ الفطر واجب ہوگا اس کے لئے چند شرطیں ہیں۔ ① آزاد ہو۔ ② مسلمان ہو۔ ③ بمقدار نصاب کا مالک ہو، یہ نصاب نامی ہو یا نامی نہ ہو البتہ ضروریات اصلیہ سے فاضل ہو۔ مثلاً رہائش کے مکان، پہننے کے کپڑے، گھریلو استعمال کے سامان، سواری کے گھوڑے، استعمال کے ہتھیار اور خدمات کے غلاموں سے فاضل ہو۔ چنانچہ اگر کسی کے پاس دو مکان ہوں اور ایک میں رہتا ہو اور دوسرے میں نہیں رہتا خواہ اس کو کرایہ پر دے رکھا ہو یا نہ دے رکھا ہو تو نصاب میں اس کی قیمت معتبر ہوگی اور اگر اس کی قیمت دو سو درہم کے برابر ہو تو اس پر صدقۃ الفطر واجب ہوجائے گا۔ ائمہ ثلاثہ صدقۃ الفطر کی فرضیت پر حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔ حدیث یہ ہے ان النبی ﷺ فرض صدقة الفطر علىٰ كل حر او عبد ذكر او انثى صغير او كبير نصف صاع من بر او صاعا من تمر او صاعا من شعير (کفایہ) اور ہماری دلیل یہ ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے خطبہ میں فرمایا ہے ادوا عن كل حر وعبد صغير او كبير نصف صاع من بر او صاعا من تمر حدیث میں صغیر اور کبیر عبد کی صفتیں ہیں نہ کہ حر اور عبد دونوں کی کیونکہ غلام صغیر ہو یا کبیر دونوں کی طرف سے مولیٰ پر صدقۃ الفطر واجب ہوتا ہے لیکن آزاد اولاد اگر کبیر ہو تو اس کی طرف سے باپ پر صدقہ واجب نہیں ہوتا۔ صرف صغیر اولاد کی طرف سے واجب ہوتا ہے۔ بہرحال یہ حدیث ابن عمرؓ کو ثعلبہ نے روایت کیا ہے خبر واحد ہے اور خبر واحد دلیل ظنی ہوتی ہے نہ کہ دلیل قطعی اور دلیل ظنی سے وجوب تو ثابت ہوسکتا ہے لیکن فرضیت ثابت نہیں ہوسکتی۔ اس لئے ہم نے کہا کہ صدقۃ الفطر واجب ہے نہ کہ فرض اور ابن عمرؓ کی حدیث میں لفظ فرض سے اصطلاحی فرض مراد نہیں کہ اس کا منکر کافر ہو بلکہ لفظ فرض سے مراد معنی امر ہیں اور امر سے وجوب ثابت ہوتا ہے نہ کہ فرضیت۔

(ب) باب القرآن القرآن افضل من التمتع والافراد.

(۱) درج ذیل کی تعریف کریں حج افراد، حج قرآن، حج تمتع (۲) حج کی اقسام ثلاثہ میں سے کونسی قسم افضل ہے؟ اس کے بارے میں ائمہ کرامؒ کے اختلاف کو دلائل کی روشنی میں بیان کریں۔

الجواب الثالث (ب) اس سوال میں دو امور حل طلب ہیں

① حج افراد، قرآن، تمتع کی تعریف۔ ② اقسام ثلاثہ میں سے افضل

www.Bhalli.Info

☆ **(۱) حج افراد، قرآن، تمتع کی تعریف:**

حج کی تین قسمیں ہیں اور تینوں کے کچھ الگ الگ مسائل ہیں۔

① حج افراد۔ ② حج قران۔ ③ حج تمتع۔

حج افراد: افراد کے لغوی معنی ہیں، اکیلا کرنا، تنہا کام کرنا وغیرہ اور اصطلاح شرع میں افراد [illegible] وہ حج ہے، جس کے ساتھ عمرہ نہ کیا جائے، صرف حج کا احرام باندھا جائے اور صرف حج کے مراسم ادا [illegible] جائیں، حج افراد کرنے والے کو مفرد کہتے ہیں، مفرد احرام باندھتے وقت صرف حج کی نیت کرے [illegible] سارے ارکان حج جو اس سے پہلے بیان ہو چکے ہیں ادا کرے، مفرد پر قربانی واجب نہیں ہے۔

حج قران: قران کے لغوی معنی ہیں، دو چیزوں کو باہم ملانا، اور اصطلاح شرع میں قرآن [illegible] عمرے کا احرام ایک ساتھ باندھ کر دونوں کے ارکان ادا کرنے کو کہتے ہیں، حج قران کرنے والے [illegible] قارن کہتے ہیں۔

حج قران، افراد اور تمتع دونوں سے افضل ہے۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا۔

"حج اور عمرے کو ملا کر ادا کرو۔ اس لیے کہ یہ دونوں ناداری اور گناہوں کو (آدمی سے اس طرح) نیست و نابود کر دیتے ہیں جیسے کہ بھٹی لوہے اور سونے اور چاندی کے میل کچیل کو نیست و نابود کر دیتی ہے۔"

حج تمتع: تمتع کے لغوی معنی ہیں کچھ وقت تک فائدہ اٹھانا اور اصطلاح شرع میں آدمی عمرہ اور حج ساتھ ساتھ کرے لیکن احرام دونوں کے الگ الگ باندھے۔ عمرہ کے بعد احرام کھول کر ان [illegible] سے فائدہ اٹھائے جو ممنوع تھیں اور پھر حج کا احرام باندھ کر حج ادا کرے۔

☆ **(۲) اقسام ثلاثہ میں سے افضل مع اختلاف ائمہ:**

ان کی افضلیت میں اختلاف ہے چنانچہ فرمایا کہ ہمارے نزدیک قران افضل ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک افراد افضل ہے اور امام مالکؒ کے نزدیک تمتع افضل ہے۔ امام مالکؒ کی دلیل یہ ہے کہ قرآن پاک میں تمتع کا ذکر ہے چنانچہ ارشاد ہے فمن تمتع بالعمرة الى الحج. اور قران پاک میں [illegible] ذکر نہیں ہے اور یہ بات مسلم ہے کہ جو چیز قرآن پاک میں مذکور ہو وہ افضل ہے بہ نسبت اس کے [illegible] قرآن پاک میں مذکور نہ ہو۔ امام شافعیؒ کی دلیل حدیث عائشہ القران رخصة ہے یعنی قران رخصت ہے اور افراد عزیمت ہے اور ظاہر ہے کہ عزیمت کو اختیار کرنا اولیٰ ہے بہ نسبت رخصت کو اختیار کرنے کے پس ثابت ہوا کہ افراد افضل ہے دوسری دلیل یہ ہے کہ حج افراد میں تلبیہ اور سفر اور حلق [illegible] زیادتی ہے بایں طور کہ قارن، حج اور عمرہ دونوں کے لئے ایک سفر کرے گا دونوں کے لئے ایک [illegible]

[illegible] دونوں کے لئے ایک بار حلق کرے گا اور مفرد تنہا حج کے لئے سفر کرے گا اور تنہا حج کے لئے [illegible] اور حلق کرے گا یعنی قران کی صورت میں تینوں چیزیں حج اور عمرہ دونوں کی طرف منقسم ہو [illegible] اور افراد کی صورت میں منقسم نہ ہوں گی۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ [illegible] حج اور عمرہ دونوں کا احرام ایک ساتھ باندھو۔ غور کیجئے کہ اللہ کے رسول اللہ نے اپنی اولاد کو [illegible] دونوں کا احرام ایک ساتھ باندھنے کا امر فرمایا ہے اور دونوں کا ایک ساتھ احرام باندھنا قران [illegible] پس معلوم ہوا کہ نبی نے اپنی اولاد کو قرآن کا امر فرمایا ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ نبی اپنی [illegible] افضل ہی کا امر کرتا ہے نہ کہ مفضول کا۔ پس ثابت ہوا کہ قران افضل ہے۔ دوسری دلیل یہ [illegible] قران کی صورت میں دو عبادتیں یعنی حج اور عمرہ جمع ہو جاتے ہیں پس یہ ایسا ہو گیا جیسے کوئی شخص [illegible] دونوں کو جمع کرے اور جہاد کے میدان میں تہجد کی نماز بھی پڑھے اور لشکر اسلام کی [illegible] کرتا ہے۔ امام شافعیؒ کی عقلی دلیل کا جواب یہ ہے کہ تلبیہ کی کوئی مقدار مقرر نہیں ہے۔ لہذا [illegible] کہ وہ مفرد کے مقابلہ میں زیادہ تلبیہ کہے اور رہا سفر تو وہ مقصود نہیں ہے۔ مقصود تو حج ہے [illegible] ادا کرنے کا وسیلہ ہے اسلئے سفر وجہ ترجیح ثابت نہ ہوگا اور رہا حلق تو وہ بنفسہ عبادت نہیں بلکہ [illegible] خروج ہے اس لئے حلق بھی وجہ ترجیح ثابت نہ ہوگا۔

امام شافعیؒ کی پیش کردہ روایت کا جواب یہ ہے کہ حدیث القران رخصة میں قران کی [illegible] اور افراد کی عزیمت کو بیان کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ اہل جاہلیت کے ایک باطل عقیدہ کی تردید [illegible] ہے ان کا عقیدہ یہ تھا کہ حج کے مہینوں میں عمرہ کرنا بدترین گناہ ہے اللہ کے رسول ﷺ [illegible] یہ عقیدہ غلط ہے بلکہ قران رخصت اسقاط ہے اور رخصت اسقاط اس شریعت میں عزیمت [illegible] جب قران کی اجازت ہے تو گویا شہر حج میں عمرہ کی اجازت دی گئی۔ صاحب ہدایہ [illegible] مالک کی دلیل کا جواب دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ آپ کا یہ کہنا کہ قران کا قرآن پاک میں [illegible] ہے کیونکہ باری تعالیٰ کے قول واتموا الحج والعمرة لله سے یہی مراد ہے کہ حج اور عمرہ [illegible] احرام اپنے لوگوں کے جھونپڑوں سے باندھے اور حج اور عمرہ دونوں کا احرام ایک ساتھ [illegible] قران ہے۔

صاحب ہدایہ نے وجہ ترجیح بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ قران کی صورت میں حج کے احرام میں [illegible] حج کا احرام ساتھ ہی باندھ لیا جاتا ہے اور تعجیل صفت محمودہ ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ [illegible] میں حج اور عمرہ دونوں کا احرام میقات سے لے کر دونوں کے افعال سے فراغت تک [illegible] ہے۔ اس کے برخلاف متمتع کے تمتع کرنے میں افعال عمرہ ادا کرنے کے بعد احرام سے [illegible] اور احرام کی استدامت بھی محمود ہے اس لئے قران، تمتع سے اولیٰ ہوگا۔

www.Bhalli.Info

الورقة الثالثة ...... في الفقه ...... وفاق المدارس العربية باكستان ...... شعبان ۱۴۳
ورقة الاختبار السنوي للمرحلة العالية ...... للبنات ...... مجموع الدرجات۱۰۰ ...... الوقت
ملحوظه: اجب عن احد الشقين من كل سوال فقط ان اجبت بالعربية الفصحى تستحق عشر

السوال الاول (الف) ...... ويستحب للمتوضئ أن ينوي الطهارة.

(۱) وضوء میں نیت واجب ہے یا سنت؟ حضرات فقہاء کا اختلاف دلائل کے ساتھ ذکر کریں (۲) تیمم میں نیت شرط ہے یا نہیں؟ وضوء اور تیمم میں نیت کا اعتبار سے فرق کیوں ہے؟

الجواب الاول (الف) اس سوال میں دو امور حل طلب ہیں

① وضو میں نیت واجب یا سنت۔ ② تیمم میں نیت شرط ہے یا نہیں۔

☆ **(۱) وضو میں نیت:**

وضو کی نیت کے حکم میں علماء کا اختلاف ہے۔ چنانچہ علماء احناف رحمہم اللہ کے نزدیک وضو میں نیت کرنا مسنون ہے اور امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد رحمہم اللہ کے نزدیک فرض ہے۔

ائمہ ثلثہ کے دلائل: ① حضور ﷺ کا ارشاد انما الاعمال بالنیات یعنی اعمال نیتوں پر موقوف ہیں وضو بھی ایک عمل ہے لہٰذا یہ بھی نیت پر موقوف ہوگا۔ دلیل ② کہ وضو ایک عبادت ہے اور عبادت نیت کے صحیح نہیں ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وما امروا الا لیعبدوا اللہ مخلصین لہ الدین اخلاص بغیر نیت کے ممکن نہیں ہوتا اس لئے ہم نے کہا کہ کوئی عبادت بغیر نیت کے معتبر نہ ہوگی میں بالاتفاق نیت فرض ہے۔

دلائل احناف: ① کہ ایک شخص نے حضور ﷺ سے وضو کے بارے میں دریافت کیا آپ ﷺ نے اس کو نیت کی تعلیم نہیں دی (شرح نقایہ) اس سے معلوم ہوا کہ نیت وضو میں فرض نہیں ورنہ آپ ﷺ اس کو نیت کی تعلیم ضرور فرماتے۔

دلیل ② کہ وضو نماز کی شرط ہے اور نماز کی باقی شرطیں نیت کی محتاج نہیں ہیں لہٰذا وضو بھی ... ہوگا۔

صاحب ہدایہ رحمہم اللہ کی پیش کردہ دلیل درحقیقت امام شافعیؒ کی دلیل کا ... ہے۔ حاصل دلیل یہ ہے کہ بلاشبہ وضو کا عبادت ہونا بغیر نیت کے نہیں ہوسکتا۔ لیکن وضو بغیر نیت ... مفتاح صلوۃ ہوسکتا ہے کیونکہ نماز کی مفتاح طہارت ہے اور طہارت نیت اور بغیر نیت ... طرح متحقق ہوجاتی ہے اس لئے کہ پانی اپنی ذات سے پاک کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ... وانزلنا من السماء ماء طهورا لہٰذا پاک کرنے والے پانی کے استعمال سے وضو کا طہارت ... واقع ہوگا خواہ طہارت کی نیت کرے یا نیت نہ کرے۔

☆ **(۲) تیمم میں نیت شرط ہے یا نہیں:**

تیمم مٹی سے ہوتا ہے اور مٹی بذاتہ پاک کرنے والی نہیں ہے مگر ارادہ صلوۃ کی حالت میں۔ ... مٹی سے پاک کرنا امر تعبدی (خلاف قیاس) ہے اور امور تعبدیہ نیت کے محتاج ہوتے ہیں اس وجہ سے تیمم پر قیاس کرنا درست نہیں ہے دوسرا جواب یہ ہے کہ تیمم کے لغوی معنی قصد اور ارادے کے ہیں اور امور شرعیہ میں معنی لغوی ملحوظ ہوتے ہیں اس لئے تیمم میں نیت اور قصد کی شرط لگائی گئی ہے۔

اور حدیث انما الاعمال بالنیات کا جواب یہ ہے کہ حدیث میں اعمال سے مراد عبادات ہیں کیونکہ بہت سے مباحات شرعاً بغیر نیت کے معتبر ہوتے ہیں مثلاً نکاح، طلاق بلکہ طاعات مستقلہ مراد ہیں۔ اور وضو طاعت مستقلہ نہیں ہے بلکہ نماز کے لئے وسیلہ ہے۔

(ب) ...... وان صلى أربعا ولم يقرأ فيهن شيئا أعاد ركعتين، وهذا عند أبي حنيفة ومحمد، وعند أبي يوسف يقضي أربعا، وهذه المسألة على ثلاثة أوجه.

(۱) عبارت پر اعراب لگائیں (۲) حضرات فقہاء کے اختلاف کی وضاحت کریں (۳) مذکورہ مسئلہ کی تمام صورتیں ذکر کریں۔

الجواب الاول (ب) اس سوال میں تین امور حل طلب ہیں

① اعراب۔ ② اختلاف فقہاء۔ ③ مذکورہ مسئلہ کی تمام صورتیں۔

☆ **(۱) اعراب:**

وَاِنْ صَلّٰى اَرْبَعًا وَلَمْ يَقْرَأْ فِيْهِنَّ شَيْئًا اَعَادَ رَكْعَتَيْنِ وَهٰذَا عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَ مُحَمَّدٍ وَ عِنْدَ اَبِيْ يُوْسُفَ يَقْضِيْ اَرْبَعًا وَهٰذِهِ الْمَسْأَلَةُ عَلٰى ثَمَانِيَةِ اَوْجُهٍ.

تشریح:

متن کا مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی نے نفل کی چار رکعت پڑھیں اور کسی رکعت میں قرأت نہیں کی تو طرفین کے نزدیک دو رکعت کی قضاء کرنا واجب ہے اور ابو یوسف کے نزدیک چار کی قضاء واجب ہے۔

بقول صاحب عنایہ کے اس مسئلہ کا لقب مسئلہ ثمانیہ ہے کیونکہ عقلی طور پر اس مسئلہ میں آٹھ صورتیں نکلتی ہیں۔ لیکن تھوڑے سے تامل سے پتہ چلتا ہے کہ سولہ صورتیں نکلتی ہیں۔ (۱) چاروں میں قرأت کی۔ (۲) چاروں میں قرأت ترک کردی۔ (۳) پہلی دو رکعت میں ترک کی۔ (۴) شفع ثانی یعنی بعد کی دو میں ترک کی۔ (۵) فقط رکعت اولیٰ میں ترک کی۔ (۶) فقط رکعت ثانیہ میں ترک کی۔ (۷) فقط رکعت ثالثہ میں ترک کی۔ (۸) فقط رکعت رابعہ میں ترک کی۔ (۹) اول اور رکعت ثالثہ میں ترک کی۔ (۱۰) شفع اول اور رکعت رابعہ میں ترک کی۔ (۱۱) رکعت اول اور شفع ثانی میں ترک کی۔ (۱۲) رکعت ثانیہ اور شفع ثانی میں ترک کی۔ (۱۳) رکعت اولیٰ اور ثالثہ میں ترک کی۔ (۱۴) رکعت

www.Bhalli.Info

اولی اور رابعہ میں ترک کی۔(۱۵) رکعت ثانیہ اور ثالثہ میں ترک کی۔(۱۶) رکعت ثانیہ اور رکعت رابعہ میں ترک کی۔ مصنف نے پہلی صورت کو بیان نہیں کیا کیونکہ مقصود اقسام فساد کو بیان کرنا ہے اور پہلی صورت میں چونکہ تمام رکعتوں میں قرأت کی گئی ہے اس لئے وہ اقسام فساد میں سے نہیں ہوگی۔ اور چونکہ سات صورتیں اتحاد حکم کی وجہ سے انہیں آٹھ میں متداخل ہوگئیں اس لئے اب کل آٹھ صورتیں باقی رہیں جن کے بارے میں فاضل مصنف نے فرمایا "وھذہ المسئلة علی ثمانیة اوجه"۔

صاحب ہدایہ کے پیش نظر آٹھ صورتوں میں سے یہ آٹھ ہیں ① چاروں میں قرأت کو ترک کر دیا گیا ہو۔ ② شفع ثانی میں ترک کر دیا گیا ہو۔ ③ شفع اول میں ترک کیا گیا ہو ④ شفع ثانی کی کسی ایک رکعت میں ترک کیا گیا ہو۔ ⑤ شفع اول کی کسی ایک رکعت میں ترک کیا گیا ہو ⑥ شفع اول کی کسی ایک رکعت میں اور شفع ثانی کی کسی ایک رکعت میں ترک کیا گیا ہو۔ ⑦ شفع ثانی کی دونوں رکعتوں اور شفع اول کی کسی ایک رکعت میں ترک کیا گیا ہو۔ ⑧ شفع اول کی دونوں رکعتوں اور شفع ثانی کی کسی ایک رکعت میں ترک کیا گیا ہو۔ (الکفایہ)

چونکہ اس مسئلہ کی تخریج ائمہ ثلاثہ کے علیحدہ علیحدہ اصول پر مبنی ہے اس لئے صاحب ہدایہ نے اولاً اصول کو ذکر فرمایا ہے۔ چنانچہ کہا کہ امام محمدؒ کی اصل اور بنیادی بات یہ ہے کہ پہلی دو رکعتوں میں قرأت چھوڑنا یا ان دونوں میں سے کسی ایک میں چھوڑنا تحریمہ کو باطل کر دیتا ہے۔ کیونکہ تحریمہ منعقد کیا جاتا ہے افعال کے لئے اور افعال ترک قرأت کی وجہ سے فاسد ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا وہ تحریمہ جو افعال کے لئے منعقد کیا جاتا ہے وہ بھی فاسد ہو جائے گا۔

امام ابو یوسفؒ کی اصل یہ ہے کہ شفع اول میں قرأت چھوڑنا تحریمہ کو باطل نہیں کرتا بلکہ ادا کو فاسد کر دیتا ہے کیونکہ قرأت ایک رکن زائد ہے۔ چنانچہ آپ غور کیجئے کہ بغیر قرأت کے بھی نماز پائی جاتی ہے جیسے گونگے کے حق میں نماز بلا قرأت۔ البتہ بغیر قرأت کے ادا صحیح نہیں ہوتی۔ بہر حال شفع اول میں قرأت کا ترک کرنا فساد ادا کا موجب ہے بطلان تحریمہ کا موجب نہیں ہے اور فساد ادا، ترک ادا سے بڑھ کر نہیں یعنی ادا کو اگر ترک کر دیا مثلاً حدث ہوگیا اور وضو کے لئے گیا تو اس صورت میں اس نے ادا چھوڑ دی مگر تحریمہ باطل نہیں ہوا پس جب ترک ادا سے تحریمہ باطل نہیں ہوتا تو فساد ادا سے بدرجہ اولیٰ تحریمہ باطل نہیں ہوگا۔

امام ابو حنیفہؒ کی اصل یہ ہے کہ اول کی دو رکعتوں میں قرأت چھوڑنا تحریمہ کو باطل کر دیتا ہے اور ایک رکعت میں چھوڑنا تحریمہ کو باطل نہیں کرتا۔ پہلی بات کی دلیل یہ ہے کہ نفل کا ہر شفع علیحدہ مستقل نماز ہے پس اس میں قرأت چھوڑنا نماز کو قرأت سے خالی کرتا ہے۔ اور نماز قرأت سے خالی ہونے کی صورت میں اس طرح فاسد ہو جاتی ہے کہ اس کی قضاء واجب ہوگی اور تحریمہ باطل ہو جائے گا۔

دوسری بات کی دلیل یہ ہے کہ ایک رکعت میں قرأت چھوڑنے کی وجہ سے قیاس کا تقاضا تو یہی ہے کہ شفع اول کے تحریمہ باطل ہو جائے اور نماز فاسد ہو جائے اور نماز فاسد ہو جائے جیسے کہ فجر کی ایک رکعت میں قرأت چھوڑنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے مگر ایک رکعت میں ترک قرأت کی وجہ سے نماز کا فاسد ہونا مختلف فیہ ہے۔ کیونکہ حسن بصریؒ کا مذہب ہے کہ ایک رکعت میں قرأت کرنا کافی ہے اگر دو میں سے ایک میں قرأت کی اور ایک میں نہیں کی تو نماز فاسد نہیں ہوگی۔ پس احتیاط پر عمل کرتے ہوئے ہم نے کہا کہ ایک رکعت میں ترک قرأت سے نماز تو فاسد ہو جائے گی اور قضاء واجب ہوگی لیکن شفع ثانی کو لازم کے حق میں تحریمہ باقی رہے گا۔

السوال الثاني (الف) ...... السفر الذي يتغير به الأحكام أن يقصد مسيرة ثلاثة أيام ولياليها بسير الا بل ومشي الأقدام والسير المذكور هو الوسط ولا يعتبر السير في الماء، وفرض المسافر في الرباعية ركعتان لايزيد عليهما.

(۱) عبارت پر اعراب لگائیں (۲) صاحب ہدایہ کے طرز پر عبارت کی تشریح کریں (۳) قصر واجب ہے یا سنت؟ دلائل کے ساتھ تحریر کیجئے۔

الجواب الثاني (الف) اس سوال میں تین امور حل طلب ہیں

① اعراب۔ ② عبارت کی تشریح۔ ③ قصر واجب ہے یا سنت۔

① (۱) اعراب:

اَلسَّفَرُ الَّذِیْ یَتَغَیَّرُ بِهِ الْاَحْكَامُ اَنْ یَّقْصِدَ مَسِیْرَةَ ثَلَاثَةِ اَیَّامٍ وَلَیَالِیْهَا بِسَیْرِ الْاِبِلِ وَمَشْیِ الْاَقْدَامِ وَالسَّیْرُ الْمَذْكُوْرُ هُوَ الْوَسْطُ وَلَا یُعْتَبَرُ السَّیْرُ وَفَرْضُ الْمُسَافِرِ فِی الرُّبَاعِیَّةِ رَكْعَتَانِ لَا یَزِیْدُ عَلَیْهِمَا.

② (۲) عبارت کی تشریح:

صاحب قدوری نے فرمایا ہے کہ جس سفر سے احکام متغیر ہو جاتے ہیں وہ سفر یہ ہے کہ انسان تین دن تین رات کے چلنے کا ارادہ کرے، چال کے اندر اونٹ کی چال معتبر ہے یا پیدل کی یا بیل گاڑی کی۔ یہ بات ذہن نشین رہے کہ ہر ملک کے سال میں سب سے چھوٹا دن معتبر ہے۔ جیسے ہمارے یہاں شمالی ہند میں خوب جاڑے میں سب سے چھوٹا دن ہوتا ہے۔ نیز رات و دن ۲۴ گھنٹہ کا مراد نہیں ہے بلکہ ہر روز صبح سے زوال کے وقت تک کا چلنا مراد ہے کیونکہ ۲۴ گھنٹہ چلتے رہنا نہ انسان کے بس میں ہے اور نہ ہی سواری کے جانور کی طاقت میں۔ بہر حال ہر روز صبح سے زوال تک منزل پر پہنچ کر آرام کر کے تین رات تین دن میں جو مسافت طے ہو، وہ مسافت سفر ہے۔

تین دن اور تین رات کی تقدیر پر حدیث رسول یمسح المقیم کمال یوم ولیلة والمسافر

www.Bhalli.Info

ثلثة ایام ولیا لیہا سے استدلال یہ ہے کہ المسافر کا الف لام استغراقی ہے پس مسح کی رخصت ہر مسافر کو شامل ہوگی۔ یعنی ہر مسافر تین دن اور تین رات مسح کرنے پر قادر ہوگا ہر مسافر تین رات اور تین دن مسح کرنے پر اسی وقت قادر ہوسکتا ہے جبکہ اقل مدت سفر تین رات دن ہو، اگر اقل مدت سفر اس سے کم ہو جائے تو ہر مسافر کا تین دن اور تین رات مسح کرنے پر قادر ہونا ممکن نہیں رہے گا، حالانکہ حدیث سے ہر مسافر کے لئے تین دن اور تین رات مسح کرنے کی قدرت ثابت ہے۔ پس ثابت ہوگیا کہ سفر کی کم از کم مدت تین دن اور تین راتیں ہیں۔

ہمارے مذہب کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے لا تسافر المرأة فوق ثلثة ایام ولیا لیہا الا ومعها زوجها او ذو رحم محرم منها. حدیث میں لفظ فوق زائد ہے جیسے فاضربوا فوق الاعناق میں لفظ فوق زائد ہے اب حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ عورت کے لئے مدت سفر سے کم بغیر محرم کے سفر کرنے کی اجازت ہے۔ پس چونکہ حدیث میں تین دن اور تین رات عورت کو بغیر محرم کے سفر کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ اس لئے مدت سفر تین دن اور تین رات ہوگی۔

علماء احناف میں سے امام ابو یوسفؒ نے فرمایا ہے کہ اقل مدت سفر دو یوم کامل اور تیسرے دن کا اکثر حصہ ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک ایک قول کے مطابق ایک دن اور ایک رات کم از کم سفر کی مدت ہے۔ امام مالکؒ اور امام احمدؒ نے فرمایا ہے کہ چار فرسخ اقل مدت سفر ہے۔ یہی ایک قول امام شافعیؒ کا ہے۔ صاحب ہدایہ کہتے ہیں کہ ہماری پیش کردہ حدیث دونوں مخالف اقوال کے خلاف حجت ہے۔

☆ (۳) قصر واجب ہے یا سنت؟

قدوریؒ نے فرمایا ہے کہ ہمارے نزدیک رباعی نماز میں مسافر پر دو رکعت فرض ہیں، ان پر اضافہ جائز نہیں ہے۔ حاصل یہ ہے کہ ہمارے نزدیک مسافر کے حق میں قصر رخصت اسقاط ہے یعنی رباعی نماز میں دو رکعت ساقط ہو کر دو رکعت رہ گئی ہیں، امام شافعیؒ نے فرمایا کہ مسافر کے حق میں قصر رخصت ہے اور اتمام افضل ہے۔ یعنی مسافر کی سہولت کے پیش نظر اس کو دو رکعت پڑھنے کی اجازت دی گئی ہے۔ ورنہ رباعی نماز میں اس پر چار رکعت ہی فرض ہیں، اور چار ہی کا پڑھنا افضل ہے اسی کے قائل امام احمدؒ ہیں، اور امام مالکؒ کا بھی ایک قول یہی ہے۔ امام شافعیؒ کی دلیل روزہ پر قیاس ہے۔ یعنی جس طرح مسافر کے لئے رمضان المبارک میں افطار کی اجازت ہے اور روزہ رکھنا افضل ہے۔ اسی طرح رباعی نماز میں قصر کی اجازت دی گئی ہے ورنہ اتمام افضل ہے۔

(ب)...... ومن قتله أهل الحرب أو أهل البغي أو قطاع الطريق، فباي شيء قتلوه لم يغسل، واذا استشهد الجنب غسل عند أبي حنفة، وقالا لايغسل.

(۱) عبارت پر اعراب لگا کر معنی خیز ترجمہ کیجئے (۲) شہید کی تعریف کیجئے (۳) مذکورہ مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف دلائل کے ساتھ تحریر کریں۔

الجواب الثانی (ب) اس سوال میں تین امور حل طلب ہیں

(۱) اعراب وترجمہ۔ (۲) شہید کی تعریف۔ (۳) فقہاء کا اختلاف۔

(۱) اعراب:

وَمَنْ قَتَلَهُ اَهْلُ الْحَرْبِ اَوْ اَهْلُ الْبَغْيِ اَوْ قُطَّاعُ الطَّرِيْقِ فَبِاَيِّ شَيْئٍ قَتَلُوْهُ لَمْ يُغَسَّلْ وَاِذَا اسْتُشْهِدَ الْجُنُبُ غُسِّلَ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَقَالَا لَا يُغَسَّلُ۔

ترجمہ:

اور جس کو حربیوں نے یا باغیوں نے یا ڈاکوؤں نے قتل کر دیا ہو، کسی بھی چیز سے قتل کیا ہو تو اس کو غسل نہ دیا جائے۔ اور جب جنبی کو شہید کر دیا جائے تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس کو غسل دیا جائے گا اور صاحبین نے فرمایا کہ اس کو غسل نہیں دیا جائے گا۔

(۲) شہید کی تعریف:

اگر کسی مسلمان کو دار الحرب کے کافروں نے قتل کر دیا یا دار الاسلام کے باغیوں نے قتل کیا یا ڈاکوؤں نے قتل کیا کسی بھی چیز سے قتل کیا ہو مقتول شہید کہلائے گا اور اس کو غسل نہیں دیا جائے گا دلیل یہ ہے کہ شہداء احد سب کے سب تلوار اور ہتھیار کے مقتول نہ تھے۔ بلکہ بعض کو ان کے سر میں پتھر مار کر ہلاک کیا گیا تھا اور بعض کو ڈنڈے سے ہلاک کیا گیا تھا۔ پس معلوم ہوا کہ شہید ہونے کے لئے آلہ جارحہ کے آلہ سے مقتول ہونا شرط نہیں ہے۔

(۳) فقہاء کا اختلاف:

شہید کی چند صورتیں ہیں ① کسی مسلمان کو مشرکین نے قتل کر دیا خواہ کسی آلہ سے یا لکڑی وغیرہ سے ② کوئی مسلمان میدان جنگ میں اس حال میں پایا گیا کہ اس کے بدن پر زخم وغیرہ کا اثر ہے ③ کسی مسلمان کو مسلمانوں نے ظلما قتل کیا اور اس قتل کی وجہ سے دیت واجب نہ ہوئی ہو۔ ان تینوں صورتوں میں حکم یہ ہے کہ بالاتفاق کفن دیا جائے اور جب شہداء اُحد کے معنی میں ہو تو اس کو بالاتفاق غسل نہ دیا جائے البتہ نماز میں اختلاف ہے، چنانچہ ہمارے نزدیک شہیدوں کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور امام شافعی کے نزدیک نہیں پڑھی جائے گی۔ شہید کو کفن تو اس لئے دیا جائے گا کہ کفن دینا مُردوں میں سنت ہے۔ پس اگر شہید کے بدن پر کپڑے ہوں تو ان کو اتارا نہ جائے کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے زملوهم بكلومهم ودمائهم، اور ایک روایت میں ہے ثيابهم، یعنی ان کو لپیٹ دو ان کے زخموں ان کے خونوں اور ان کے کپڑوں کے ساتھ، شہید کے بدن پر اگر ٹوپی، موزہ اور

www.Bhalli.Info

ہتھیار وغیرہ ہوں تو ان کو اتار دیا جائے، اس لئے کہ یہ چیزیں کفن کی جنس سے شمار نہیں ہوتیں اور
کفن کے کپڑوں میں کمی ہو تو ان کا اضافہ کر دیا جائے۔ اور شہیدوں کو غسل نہ دینا اس لئے کہ
شہداء اُحد کے حکم میں ہوتا ہے، اور شہداء اُحد کے بارے میں آنحضرت ﷺ کا ارشاد
تغسلوهم، ان کو غسل مت دو، ایک حدیث میں ہے اللہ کے راستے میں اگر کوئی زخم لگ
قیامت کے دن اللہ کے حضور میں اس حال میں پیش کیا جائے گا، کہ اس کا رنگ تو خون جیسا
خوشبو مشک جیسی ہوگی۔

صاحب ہدایہ کہتے ہیں کہ جس شخص کو آلہ دھار سے ظلماً قتل کیا گیا ہو، اور وہ پاک اور
اور اس قتل کی وجہ سے عوض مالی واجب نہ ہوا ہو تو وہ بھی شہداء اُحد کے معنی میں ہے۔ لہٰذا اس
شہداء اُحد کے ساتھ لاحق کیا جائے گا۔

شہید کی نماز میں ہمارا اور امام شافعیؒ کا اختلاف ہے۔ چنانچہ ہمارے نزدیک شہید کی نماز
بھی فرض علی الکفایہ ہے، اور امام شافعیؒ شہید کی نماز کے قائل نہیں ہیں، امام شافعیؒ کی دلیل یہ
جنازہ درحقیقت میت کے لئے سفارش اور دعاء ہے اور تلوار جو شہید پر چلائی گئی ہے وہ اس
گناہوں کو مٹا دیتی ہے پس جب تلوار نے شہید کے گناہوں کو مٹا دیا تو اس کے لئے سفارش اور
کوئی ضرورت نہیں رہی۔ اس لئے کہا گیا کہ شہید پر نماز جنازہ نہ پڑھی جائے۔

ہماری طرف سے جواب یہ ہے کہ میت پر نماز جنازہ فقط دعاء کے طور پر نہیں ہے، بلکہ
کے علاوہ میت کی تکریم وتعظیم کو ظاہر کرنا بھی ہوتا ہے، اور شہید تکریم کا زیادہ مستحق ہوتا ہے اس
دیگر موتیٰ کی طرح شہید کی بھی نماز پڑھی جائے گی۔ اور امام شافعیؒ کا یہ کہنا کہ جو شخص گناہوں
پاک ہو وہ دعاء سے مستغنی ہوتا ہے۔ غلط ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ سے زیادہ پاک کون
نابالغ بچہ بھی گناہوں سے پاک ہوتا ہے، اس کے باوجود دونوں پر نماز پڑھنا فرض ہے۔

السوال الثالث (الف) ...... والزكاة عند أبي حنيفة وأبي يوسف رحمهما الله في
النصاب دون العفو، وقال محمد وزفرؒ فيهما.

(۱) مسئلہ مذکورہ کی تشریح کر کے ثمرۂ اختلاف واضح کریں (۲) حضرات ائمہ کے اختلاف
دلائل کے ساتھ بیان کریں۔

اس کا حل گذر چکا ہے پرچہ ۱۴۱۹ھ میں ملاحظہ فرمائیں۔

(ب) ...... ولا يجب في العمر الا مرة واحدة.

(۱) دلائل کی روشنی میں مسئلہ مذکورہ کی وضاحت کیجئے (۲) حج واجب علی الفور ہے یا واجب علی التراخی
ائمہ کا اختلاف دلائل کے ساتھ تحریر کریں (۳) احناف کے نزدیک حج کی کونسی قسم افضل ہے؟

الجواب الثالث (ب) اس سوال میں تین امور حل طلب ہیں
(۱) مسئلہ کی وضاحت۔ (۲) حج کا وجوب۔ (۳) حج کی افضل قسم۔

(۱/۲) مسئلہ کی وضاحت:

مسئلہ یہ ہے کہ جب کسی شخص کے اندر حج فرض ہونے کی شرطیں جمع ہوگئیں تو حج اسی سال علی
الفور واجب ہوگا یا علی التراخی واجب ہوگا تو حضرت امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اسی سال علی الفور
واجب ہے حتی کہ اگر بلا عذر مؤخر کر دیا تو گنہگار ہوگا۔ یہی امام احمدؒ کا قول ہے۔ اور اسی کے قائل امام
مالکؒ ہیں۔ اور حضرت امام اعظمؒ سے بھی ایسی بات مروی ہے۔ جو فی الفور وجوب پر دلالت
کرتی ہے۔ چنانچہ مروی ہے کہ ایک بار حضرت امام ابو حنیفہؒ سے دریافت کیا گیا کہ اگر کسی کے پاس
مال ہو تو وہ حج کرے یا نکاح کرے۔ حضرت امام صاحب نے فرمایا کہ حج کرے۔ اس سے بھی ظاہر
ہوتا ہے کہ امام صاحب کے نزدیک حج علی الفور واجب ہے۔ اور امام محمدؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک علی
التراخی واجب ہے چنانچہ اگر پہلے سال حج نہ کیا بلکہ اس کو مؤخر کر دیا تو ان کے نزدیک گنہگار نہ ہوگا
اور امام محمدؒ اور امام شافعیؒ کے قول میں بھی فرق ہے۔ وہ یہ کہ امام محمدؒ نزدیک تاخیر کی اجازت اس شرط
کے ساتھ ہے کہ موت کی وجہ سے حج فوت نہ ہو جائے چنانچہ اگر حج کو مؤخر کیا اور بغیر حج کئے مر گیا تو
گنہگار ہوگا۔ اور امام شافعیؒ کے نزدیک تاخیر کی وجہ سے گنہگار نہ ہوگا اگرچہ وہ مر گیا ہو۔

بہر حال ان دونوں حضرات کی دلیل یہ ہے کہ فریضۂ حج کا وقت پوری زندگی ہے پس حج کے
لئے پوری زندگی ایسی ہے جیسا کہ نماز کے لئے نماز کا وقت۔ پس جس طرح نماز آخر وقت میں
ادا کرنا جائز ہے اسی طرح حج بھی آخر عمر میں ادا کرنا جائز ہوگا۔ اور امام ابو یوسفؒ کے قول کی وجہ یہ
ہے کہ حج ایک خاص وقت یعنی اشہر حج (شوال، ذی قعدہ، ذی الحجہ) کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور جو چیز
کسی خاص وقت کے ساتھ مخصوص ہو اگر وہ اپنے وقت سے فوت ہوگئی تو وہ اس کو اسی وقت معینہ میں
ادا کرے گا۔ اب حج کا وقت فوت ہونے کے بعد دوبارہ ایک سال میں عود کرے گا اور سال بھر کی
مدت بہت طویل ہے۔ اس مدت میں موت وحیات دونوں برابر ہیں۔
(۳) حج کی افضل قسم: اس کا حل پرچہ ۱۴۲۴ھ میں ملاحظہ فرمائیں۔

www.Bhalli.Info

الورقة الثالثة ...... في الفقه ...... وفاق المدارس العربية باكستان ...... شعبان ۱۴۳۵ھ

ورقة الاختبار السنوی للمرحلة العالية ...... للبنات ...... مجموع الدرجات۱۰۰ ...... الوقت ۳ساعات

ملحوظة: اجب عن احد الشقين من كل سوال فقط ان اجبت بالعربية الفصحى تستحق عشر درجات

السوال الاول (الف) ...... الغدير العظيم الذی لا يتحرك أحد طرفيه بتحريك الطرف الاخر اذا وقعت نجاسة في أحد جانبيه جاز الوضوء من الجانب الاخر.

(۱) عبارت کا مطلب خیز ترجمہ کیجئے؟ (۲) غدیر عظیم کی تعریف اور حکم فقہاء حنفیہ کے اقوال کی روشنی میں بیان کریں۔

الجواب الاول (الف) اس سوال میں دو امور حل طلب ہیں

① ترجمہ۔ ② غدیر عظیم کی تعریف حکم فقہاء۔

☆ **(۱) ترجمہ:** اور ایسا بڑا تالاب کہ اس کا ایک کنارہ دوسرے کنارے کو حرکت دینے سے متحرک نہ ہو تو جب اس کی ایک جانب میں نجاست پڑ جائے تو دوسری جانب سے وضو جائز ہے۔

☆ **(۲) غدیر عظیم کی تعریف:** علماء احناف رحمہم اللہ کا اس پر اتفاق ہے کہ اگر پانی کا ایک حصہ دوسرے حصہ تک پہنچ جائے تو وہ قلیل ہے اور اگر نہ پہنچے تو وہ ماء کثیر ہے مگر اس کو جاننے کے طریقہ میں اختلاف ہے۔ چنانچہ متقدمین احناف نے کہا کہ اس کو حرکت دینے سے معلوم کیا جائے گا۔ یعنی ایک کنارے کو حرکت دینے سے اگر دوسری جانب متحرک نہ ہو تو وہ بڑا تالاب اور ماء کثیر ہے اور اگر دوسری جانب متحرک ہو جائے تو وہ ماء قلیل ہے۔ اور متحرک ہونے سے مراد یہ ہے کہ حرکت دیتے وقت پانی اوپر نیچے ہوتا ہے۔ کیونکہ پانی اگر کثیر ہو تو بلند ہو کر متحرک ہوتا ہے اور بلبلوں کا اعتبار نہیں ہے اس لئے کہ بلبلے تو تھوڑے پانی میں حرکت دینے سے بھی پیدا ہو جاتے ہیں۔ پھر یہ حضرات متقدمین تحریک کے سبب میں مختلف ہو گئے ہیں۔ پس امام ابو یوسفؒ نے امام ابو حنیفہؒ سے روایت کیا ہے کہ غسل کرنے کی حرکت معتبر ہے یعنی اگر تالاب کے ایک کنارے پر کوئی شخص اوسط درجہ کا غسل کرے اور دوسری جانب متحرک نہ ہو تو یہ غدیر عظیم (بڑا تالاب) ہے اور اگر دوسری جانب متحرک ہو جائے تو یہ غدیر عظیم نہیں ہوگا۔ امام ابو یوسفؒ نے اسی روایت کو اختیار کیا ہے اور امام ابو یوسفؒ نے امام ابو حنیفہؒ سے یہ بھی روایت کیا ہے کہ فقط تحریک بالید معتبر ہے۔ اور امام محمدؒ سے مروی ہے کہ وضو کرنے کی حرکت معتبر ہے۔ پہلی روایت کی دلیل یہ ہے کہ حوضوں اور تالابوں میں غسل کرنے کی حاجت زیادہ پیش آتی ہے بہ نسبت وضو کے، کیونکہ وضو بالعموم گھروں میں کیا جاتا ہے اور غسل حوضوں میں کیا جاتا ہے اس وجہ سے تحریک بالاغتسال کا اعتبار کیا گیا ہے۔

دوسری روایت کی وجہ یہ ہے کہ تحریک بالاغتسال بھی ہوتی ہے بالوضوء بھی اور ہاتھ

دھونے کی وجہ سے بھی، مگر ہاتھ دھونے سے جو حرکت ہوتی ہے وہ اخف ہے بہ نسبت دوسری حرکتوں کے، اس لئے اس کا اعتبار کیا تا کہ لوگوں کے حق میں توسع ہو سکے۔ اور تیسری روایت کی وجہ یہ ہے کہ اوسط درجہ کی حرکت کا اعتبار کیا گیا ہے اور اوسط درجہ کی حرکت وہ ہے جو وضو کی وجہ سے ہو اس لئے تحریک بالوضوء کا اعتبار کیا گیا ہے۔

حکم فقہاء: فقہاء احناف رحمهم الله میں سے متاخرین کی رائے یہ ہے کہ ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک پانی کا پہنچنا حرکت دینے کے علاوہ دوسری چیز سے دریافت کیا جائے گا۔ بعض متاخرین کہتے ہیں کہ میلا پن معتبر ہوگا۔ یعنی اگر تالاب کے ایک کنارے غسل کیا اور پانی کا رنگ میلا ہو گیا پس اگر وہ میلا پن دوسری جانب پہنچ گیا تو وہ آب قلیل ہے اور اگر نہ پہنچا تو وہ آب کثیر ہوگا۔

(ب) اقل الحيض ثلثة أيام ولياليها وما نقص من ذلك فهو استحاضة.

(۱) حیض اور استحاضہ کے فرق کو واضح کیجئے (۲) اقل مدت حیض اور اکثر حیض کو اختلاف ائمہ کے ساتھ مدلل بیان کریں۔

الجواب الاول (ب) اس سوال میں دو امور حل طلب ہیں

① حیض و استحاضہ میں فرق۔ ② اقل واکثر مدت حیض مع اختلاف ائمہ۔

(۱) حیض و استحاضہ میں فرق:

الوان حیض چھ ہیں۔ ① سیاہ۔ ② سرخ۔ ③ زرد۔ ④ گدلا۔ ⑤ سبز رنگ۔ ⑥ میلا۔

مصنف نے سیاہ رنگ کا ذکر اس لئے نہیں کیا کہ اس کے حیض ہونے میں کوئی اشکال نہیں ہے کیونکہ حضور ﷺ کا فرمان ہے دم الحيض اسود عبيط محتدم یعنی حیض کا خون سیاہ تازہ گہرا ہوتا ہے۔ حدیث میں عبیط کے معنی تازے کے ہیں اور محتدم کے معنی گہرے سرخ کے ہیں سرخ رنگ جب بہت گہرا ہو جائے تو وہ سیاہی کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ اور میلے رنگ کا ذکر اس لئے نہیں کیا کہ وہ گدلے رنگ سے قریب تر ہے گدلے رنگ سے میلے رنگ کا ذکر بھی ہو گیا۔ حاصل یہ ہے کہ سیاہ اور سرخ رنگ کا خون بالاجماع حیض ہیں اور گہرا زرد اصح قول پر حیض ہے۔

اور رہا گدلے رنگ کا خون، سو وہ طرفین کے نزدیک حیض ہے خواہ اول ایام حیض میں دیکھا ہو یا آخر ایام میں، اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ کدورت (گدلے رنگ کا خون) حیض نہیں ہوگا الا یہ کہ صاف خون کے بعد نکلا ہو۔ امام ابو یوسفؒ کی دلیل یہ ہے کہ معلوم ہو گیا کہ یہ خون رحم سے نہیں آیا بلکہ کسی رگ وغیرہ سے آیا ہے اور جو خون رحم کے علاوہ سے آتا ہے وہ حیض کا خون نہیں کہلاتا اس لئے گدلے رنگ کا خون حیض نہیں کہلائے گا۔

www.Bhalli.Info

استحاضہ کا خون، نکسیر کے خون کے مانند ہوتا ہے یعنی جس طرح نکسیر کا خون رگ سے آتا ہے اسی طرح استحاضہ کا خون بھی رگ سے نکلتا ہے پس نکسیر کے خون کے مانند استحاضہ کا خون بھی نماز، روزہ اور وطی کے لئے مانع نہیں ہے۔

☆ (۲) اقل واکثر مدت حیض: ہمارے نزدیک اقل مدت حیض تین دن اور تین راتیں ہیں اور جو خون اس مدت سے کم ہوگا وہ استحاضہ ہے۔ امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ دو دن پورے اور تیسرے دن کا اکثر حصہ اقل مدت حیض ہے۔

امام مالکؒ نے فرمایا کہ مطلق خون حیض ہے۔ خواہ ایک ساعت ہو۔ اور امام شافعیؒ نے فرمایا کہ ایک دن ایک رات اقل مدت حیض ہے۔ ہماری دلیل وہ حدیث ہے جس کو ابو امامہ باہلی، عائشہ، واثلہ، انس اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے روایت کیا اللہ ﷺ قال اقل الحيض للجارية البكر والثيب ثلاثة ايام ولياليها واكثره عشرة ايام یہی مدت حضرت عمر، علی بن مسعود، ابن عباس، عثمان ابن ابی العاص اور انس بن مالک رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مروی ہے۔ اور ان حضرات سے مروی ایسا ہے کہ حضور ﷺ سے مروی ہو۔ کیونکہ مقادیر کو پہچاننے میں قیاس کو کوئی دخل نہیں ہوتا لہٰذا ان حضرات نے حضور ﷺ سے سن کر ہی فرمایا ہوگا۔

اور معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں کہ لا حيض دون ثلاثة ايام ولا حيض فوق عشرة ايام امام ابو یوسفؒ نے للاكثر حكم الكل کے قاعدے سے استدلال کیا ہے۔ امام مالکؒ نے کہا کہ حیض ایک حدث ہے لہٰذا یہ بھی دوسرے احداث کی طرح کسی چیز کے ساتھ مقدر نہیں ہوگا۔ حضرت امام شافعیؒ نے کہا کہ سیلان دم نے جب دن رات کی تمام ساعتوں کو گھیر لیا تو معلوم ہوا کہ یہ خون رحم سے ہے پس دم حیض معلوم کرنے کے لئے مزید وقت کی ضرورت نہیں۔ امام ابو حنیفہؒ کی طرف سے ان تمام دلائل کا جواب یہ ہے کہ شریعت نے اقل مدت حیض تین دن مقرر کی ہے پس ان حضرات کے نزدیک اگر اس سے کم مدت پر اکتفاء کیا جائے تو اقل مدت تین دن نہیں رہے گی اور ظاہر ہے کہ یہ تقدیر شرع میں سے کم کرنا ہے، حالانکہ تقدیر شرع سے کم کرنا جائز نہیں ہے۔

ہمارے نزدیک حیض کی اکثر مدت دس دن ہیں۔ اور امام شافعیؒ کے نزدیک پندرہ دن ہیں۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ کا قول اول بھی یہی ہے۔ امام شافعیؒ کی دلیل عورتوں کے نقصان دین کے بارے میں حضور ﷺ کا قول تقعد احداهن شطر عمرها لاتصوم ولا تصلي ہے۔ یعنی عورت اپنی عمر کا نصف حصہ بیٹھی رہتی ہے نہ نماز پڑھتی اور نہ روزہ رکھتی ہے، حدیث میں شطر بمعنی بعض ہے اور اس سے مراد حیض کا زمانہ ہے۔

السوال الثاني (الف) ...... لا تجوز الصلاة عند طلوع الشمس ولا عند قيامها في

الظهيرة ولا عند غروبها ولا صلاة جنازة ولا سجدة تلاوة الا عصر يومه.

(۱) عبارت پر اعراب لگائیں (۲) عبارت مذکورہ مسائل کو صاحب ہدایہ کے طرز پر بیان کریں۔

جواب الثاني (الف) اس سوال میں دو امور حل طلب ہیں

(۱) اعراب۔ (۲) مذکورہ مسائل صاحب ہدایہ کے طرز پر۔

(۱) اعراب: لَا تَجُوْزُ الصَّلٰوةُ عِنْدَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَلَا عِنْدَ قِيَامِهَا فِي الظَّهِيْرَةِ وَلَا عِنْدَ غُرُوْبِهَا وَلَا صَلٰوةُ جَنَازَةٍ وَلَا سَجْدَةُ تِلَاوَةٍ إِلَّا عَصْرَ يَوْمِه.

(۲) مذکورہ مسائل صاحب ہدایہ کے طرز پر:

اوقات ثلاثہ میں نماز جنازہ پڑھے اور نہ سجدہ تلاوت کرے دلیل وہ حدیث جو سابق میں گزر چکی اس لئے ان میں ظہر ممنوع تھا، اور سجدہ تلاوت کے عدم جواز پر دلیل یہ ہے کہ سجدہ تلاوت نماز ہی کے معنی میں ہے باین طور کہ جو شرطیں نماز میں ہیں طہارت، ستر عورت، استقبال قبلہ وغیرہ وہ سجدہ تلاوت میں بھی شرط ہیں پس جب تلاوت نماز کے معنی میں ہے تو وہ اوقات ثلٰثہ میں نہی عن الصلوۃ کے تحت داخل ہوگا چنانچہ ارشاد ہے ثلثة اوقات نهانا رسول الله ﷺ ان نصلي فيها لیکن یہاں اشکال یہ ہے کہ جب سجدہ تلاوت نماز کے ہم معنی ہے تو جس طرح قہقہہ لگا کر ہنسنے سے وضو اور نماز دونوں باطل ہو جاتے ہیں اسی طرح سجدہ تلاوت میں قہقہہ لگا کر ہنسنے سے وضو ٹوٹ جانا چاہیے۔ حالانکہ سجدہ تلاوت میں قہقہہ لگا کر ہنسنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ جواب حدیث میں جس نماز میں قہقہہ کو ناقض وضو کہا گیا ہے اس سے مراد تحریمہ اور رکوع سجدہ والی نماز ہے اور سجدہ تلاوت ایسا نہیں ہے اس لئے سجدہ تلاوت میں قہقہہ لگایا تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔ اور ان اوقات ثلٰثہ میں نماز پڑھنے سے اس لئے منع کیا گیا ہے تاکہ سورج پوجنے والوں کے ساتھ مشابہت لازم نہ آئے۔

شیخ ابو الحسن قدوری نے کہا کہ اوقات ثلٰثہ میں مطلقاً نماز پڑھنا ممنوع ہے لیکن اسی دن کی عصر اس سے مستثنیٰ ہے یعنی اگر کسی نے عصر کی نماز پڑھی یہاں تک کہ غروب کا وقت ہوگیا تو وہ اس دن کی عصر کی نماز غروب کے وقت پڑھ سکتا ہے لیکن دوسری کوئی نماز یا کسی دوسرے روز کی عصر کی نماز اگر اس وقت میں پڑھنا چاہے تو جائز نہیں ہے۔ دلیل سے پہلے چند باتیں ذہن نشین کر لیجئے۔

(۱) یہ کہ نماز کے اوقات اس کے واجب ہونے کا سبب ہوتے ہیں۔

(۲) یہ کہ سبب، مسبب سے مقدم ہوتا ہے۔

(۳) یہ کہ جیسا سبب ہوگا ویسا ہی مسبب واجب ہوگا یعنی سبب اگر کامل ہے تو مسبب بھی کامل واجب ہوگا اور اگر سبب ناقص ہے تو مسبب بھی ناقص واجب ہوگا۔

(۴) یہ کہ نماز اگر کامل واجب ہوئی تو کامل ادا کرنا ضروری ہوگا۔ اور اگر ناقص واجب ہوئی تو

www.Bhalli.Info

صفت نقصان کے ساتھ ادا کرنے سے بھی ادا ہو جائے گی۔ اب دلیل کا حاصل یہ ہوگا کہ جو شخص غروب آفتاب کے وقت عصر کی نماز ادا کرتا ہے تو اس کے سبب میں تین احتمال ہیں:۔

ایک یہ کہ پورے وقت کو سبب قرار دیا جائے۔ دوم یہ کہ وقت کا جو حصہ گذر چکا وہ سبب ہو اور سوم یہ کہ جزء متصل للاداء سبب ہو۔ اول کے دو احتمال باطل ہیں اس لئے کہ اگر پورے وقت کو سبب قرار دیا جائے تو وقت کے بعد نماز ادا کرنا واجب ہونا چاہیے کیونکہ مسبب، سبب سے مؤخر ہوتا ہے حالانکہ نماز وقت کے اندر واجب ہوتی ہے نہ کہ بعد، پس معلوم ہوا کہ پورا وقت وجوب صلوٰۃ کا سبب نہیں ہے۔

اور دوسرا احتمال اس لئے باطل ہے کہ اگر جزء ماضی یعنی گذرے ہوئے جز کو سبب مانا جائے تو جو شخص آخر وقت میں نماز پڑھے گا تو اس کو قضا کرنے والا کہنا چاہیے، حالانکہ اس کو قضا کرنے والا نہیں کہا جاتا۔ پس ثابت ہوا کہ جو جز ادائے صلوٰۃ کے متصل ہے وہ وجوب صلوٰۃ کا سبب ہے اور مسئلہ مذکور میں جز متصل للاداء وقت ناقص ہے اور سابق میں گذر چکا کہ وقت (سبب) اگر ناقص ہو تو نماز بھی ناقص ہی واجب ہوگی پس اس شخص پر جیسی نماز واجب ہوئی تھی ویسی ہی ادا کی ہے اس لئے ہم نے کہا کہ آج کی عصر غروب آفتاب کے وقت پڑھنا جائز ہے۔

اس کے برخلاف دوسری نمازیں جو اس روز کی عصر کے علاوہ ہوں وہ غروب کے وقت ادا کرنے سے ادا نہ ہوں گی۔

السوال الثانی (ب) ...... يسجد للسهو في الزيادة والنقصان سجدتين بعد السلام ثم يتشهد ثم يسلم.

(۱) سجدہ سہو واجب ہے یا سنت؟ اختلاف ائمہ کو بیان کریں (۲) سجدۂ سہو قبل السلام ہونا چاہیے یا بعد السلام صاحب ہدایہ کے طرز پر تشریح کریں۔

اس کا حل گذر چکا ہے پرچہ ۱۴۱۹ھ میں ملاحظہ فرمائیں۔

السوال الثالث (الف) ...... قال ابو حنيفة في قليل ما أخرجته الأرض وكثيره العشر سواء سقي سيحا أو سقته السماء الا القصب والحطب والحشيش.

(۱) عبارت پر اعراب لگا کر مطلب خیز ترجمہ کیجئے (۲) ائمہ احناف کے اختلاف کو دلائل کے ساتھ بیان کریں (۳) عشری اور خراجی زمین کا فرق واضح کیجئے۔

الجواب الثالث (الف) اس سوال میں ایک امر حل طلب ہے

① اعراب وترجمہ۔ ② اختلاف ائمہ۔ ③ عشری وخراجی زمین کا فرق۔

☆ (۱) اعراب: قَالَ أَبُوْ حَنِيْفَةَ فِيْ قَلِيْلِ مَا أَخْرَجَتْهُ الْأَرْضُ وَكَثِيْرِهِ الْعُشْرُ سَوَاءٌ سُقِيَ سَيْحًا أَوْ سَقَتْهُ السَّمَاءُ إِلَّا الْقَصَبَ وَالْحَطَبَ وَالْحَشِيْشَ.

ترجمہ: امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا ہے کہ زمین کی پیداوار میں خواہ کم ہو یا زیادہ عشر واجب ہے برابر ہے کہ جاری پانی سے سینچی گئی ہو یا اس کو بارش کے پانی سے سیراب کیا ہو۔ سوائے نرکل اور ایندھن کی لکڑی اور گھاس کے۔

(۲،۳) عشری وخراجی زمین میں فرق:

عشر واجب ہونے کے سلسلہ میں امام ابو حنیفہؒ اور صاحبینؒ کے درمیان اختلاف ہے۔ چنانچہ حضرت امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا ہے کہ مطلقاً زمین کی پیداوار میں عشر واجب ہے پیداوار کم ہو یا زیادہ عشر کو اختیار کئے ایک سال تک باقی رہنے والی ہو یا باقی رہنے والی نہ ہو۔ زمین کو نہر وغیرہ کے جاری پانی سے سیراب کیا ہو۔ یا بارش کے پانی سے سیراب کیا ہو۔ بہر صورت عشر واجب ہوگا سوائے نرکل، جلانے کی لکڑی اور گھاس کے کہ ان چیزوں میں حضرت امام صاحبؒ کے نزدیک عشر واجب نہ ہوگا۔ صاحبینؒ نے کہا ہے کہ زمین کی پیداوار میں دو شرطوں کے ساتھ عشر واجب ہوگا۔ ایک یہ کہ وہ چیز جو زمین سے پیدا کی گئی ہے بغیر کسی علاج کے ایک سال تک باقی رہ سکتی ہو۔ جیسے گندم، جو، چاول وغیرہ۔ اگر ایک سال تک باقی نہ رہ سکتی ہو تو اس میں عشر واجب نہ ہوگا۔ جیسے انگور، خربوزہ، تربوز وغیرہ۔ دوسری شرط یہ کہ پیداوار پانچ وسق کی مقدار ہو۔ اس سے کم میں عشر واجب نہ ہوگا۔ اور ایک وسق حضور ﷺ کے صاع سے ساٹھ صاع کا ہوتا ہے۔ پس پانچ وسق تین سو صاع کے برابر ہوں گے۔ اور ایک صاع چار من کا ہوتا ہے تو گویا پانچ وسق بارہ سو من کے ہوں گے۔

صاحبینؒ کے نزدیک سبزیوں میں عشر واجب نہ ہوگا۔ کیونکہ ان کا سال بھر تک باقی رہنا بغیر علاج کے ممکن نہیں ہے۔ حاصل یہ کہ امام صاحبؒ اور صاحبینؒ دو جگہ میں ہے۔ ایک یہ کہ حضرت امام صاحب کے نزدیک عشر واجب ہونے کے لئے مقدار نصاب کا ہونا شرط نہیں ہے۔ اور صاحبینؒ کے نزدیک شرط ہے۔ دوم یہ کہ امام صاحبؒ کے نزدیک ایک سال تک باقی رہنا شرط نہیں ہے۔ اور صاحبینؒ کے نزدیک شرط ہے۔

(ب) ...... ويعتبر في المرأة أن يكون لها محرم تحج به أو زوج ولا يجوز لها أن تحج بغيرهما اذا كان بينها وبين مكة ثلاثة أيام واذا وجدت محرما لم يكن للزوج منعها.

(۱) عبارت پر اعراب لگائیں (۲) دونوں مسئلوں میں امام شافعیؒ کے قول کو ذکر کریں (۳) حج افراد، تمتع اور قران کی تعریف کیجئے۔

اس کا حل گذر چکا ہے پرچہ ۱۴۲۱ھ میں ملاحظہ فرمائیں۔

www.Bhalli.Info

الورقة الثالثة ...... في الفقه ...... وفاق المدارس العربية باكستان ...... شعبان ۱۴۲۹
ورقة الاختبار السنوى للمرحلة العالية ...... للبنات ...... مجموع الدرجات۱۰۰ ...... الوقت المحدد

ملحوظة: اجب عن احد الشقين من كل سوال فقط ان اجبت بالعربية الفصحى تستحق عشر درجات

السوال الاول (الف) ...... وسؤر الحمار والبغل مشكوك. فان لم يجد غيرهما يتوضأ بهما ويتيمم ويجوز ايهما قدم.

(۱) عبارت کا ترجمہ کرکے اعراب لگائیے۔ (۲) عبارت کی تشریح صاحب ہدایہ کی طرز پر کیجئے۔
(۳) فان لم يجد غيرهما يتوضأ بهما ويتيمم ويجوز ايهما قدم میں امام زفرؒ کا اختلاف مع ائمہ حنفیہ کے ساتھ مدلل تحریر کیجئے۔

الجواب الاول (الف) اس سوال میں تین امور حل طلب ہے

① ترجمہ۔ ② تشریح۔ ③ فان لم يجد الخ میں امام زفرؒ کا اختلاف۔

☆ **(۱) ترجمہ:**

اور گدھے اور خچر کا جھوٹا مشکوک ہے، سو اگر کوئی نہ پائے اس کے علاوہ تو وضوء اور تیمم کرے اور ان میں سے جس کو چاہے پہلے کرے۔

☆ **(۲) تشریح:**

پالتو گدھے اور اس خچر کا جھوٹا جو گدھی کے پیٹ سے پیدا ہو مشکوک ہے، ابو طاہر عباس اس پر اعتراض کرتے ہیں کہ مشکوک کہنا صحیح نہیں کیونکہ احکام خداوندی میں کوئی حکم بھی مشکوک نہیں بلکہ اس کا جھوٹا پاک ہے اگر اس میں کپڑا ڈوب گیا تو اس کے ساتھ نماز جائز ہے البتہ اس میں احتیاط واجب ہے اس لئے وضوء اور تیمم ہر دو کا حکم اور بحالت قدرت اس کے استعمال سے منع کیا جاتا ہے۔ احناف کی طرف سے اس کا یہ جواب دیا جاتا ہے کہ مشکوک کا یہ مطلب نہیں کہ اس کا شرعی حکم معلوم نہیں کیونکہ حکم شرعی یعنی استعمال کا ضروری ہونا، نجاست کا منتفی ہونا اور اس کے ساتھ تیمم کا کرنا بلاشک معلوم ہے بلکہ شک سے مراد تعارض ادلہ کی بنا پر توقف ہے کہ ان کے گوشت کی اباحت و حرمت میں احادیث متعارض ہیں، چنانچہ حضرت جابر کی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جنگ خیبر کے موقع پر پالتو گدھوں کے گوشت سے منع فرما دیا تھا اور گھوڑے کے گوشت کی اجازت دی تھی، اور حضرت علی کی روایت ہے کہ آپ نے گھوڑے، گدھے، خچر کے گوشت کی ممانعت فرمائی۔ ابو داؤد کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ قحط کے زمانہ میں آپ نے بعض کو پالتو گدھے کے گوشت کی اجازت دی تھی، بعض حضرات نے اختلاف صحابہ کو وجہ اشکال مانا ہے کیونکہ ابن عمر کو روایت تو سور حمار کے ناپاک ہونے کی ہے اور ابن عباس کی روایت پاک ہونے کی ہے، شیخ الاسلام خواہر زادہ فرماتے

... دونوں وجہیں قوی نہیں کیونکہ جب محرم اور مبیح کا اجتماع ہو تو محرم کو ترجیح ہوتی ہے، نیز پانی کی طہارت ونجاست میں اختلاف کا ہونا باعث اشکال نہیں جیسے کوئی شخص ایک برتن کے بارے میں اطلاع دے کہ یہ ناپاک ہے اور دوسرا کہے کہ پاک ہے تو ایسی صورت میں دونوں خبریں مستوی ہوتی ہیں اور اعتبار اصل کا ہوتا ہے لہٰذا یہاں بھی ایسا ہی ہوگا، پس اشکال کی بہتر وجہ ضرورت ہے کہ ان جانوروں کو اکثر گھروں کے دروازوں میں باندھا جاتا ہے اور کونڈوں میں پانی پلایا جاتا ہے اور ضرورت کا تحقق اسقاط نجاست میں مؤثر ہوتا ہے جیسے بلی اور چوہے کے مسئلے میں ہے، البتہ گدھے کے بارے میں جو ضرورت ہے وہ اس ضرورت سے کم ہے جو بلی اور چوہے میں ہے، اب اگر ... ہے اور کسی وجہ نہیں ہے۔

(۳) فان لم يجد الخ میں امام زفرؒ کا اختلاف:

مسئلہ یہ ہے کہ اگر متوضی کے پاس مشکوک پانی کے علاوہ دوسرا پانی نہ ہو تو آب مشکوک سے وضوء کرے اور تیمم کرے اور ان دونوں میں سے جس کو چاہے مقدم کرے یا مؤخر کرے۔ امام زفرؒ فرماتے ہیں کہ صرف وضو مقدم کرنا جائز ہے ان کی دلیل آب مشکوک واجب الاستعمال ہے لہٰذا یہ آب مطلق کے مشابہ ہوگیا اور ہماری دلیل کہ ان دونوں میں سے ایک چیز پاک کرنے والی ہے یعنی ان میں سے طہارت متحقق ہوگی اگر آب مشکوک سے طہارت متحقق ہوگئی تو مٹی کے استعمال کا کوئی فائدہ نہیں خواہ مقدم کرے یا مؤخر۔ حاصل یہ ہے کہ جب دونوں میں ایک مطہر ہے تو ان دونوں کو جمع کرنا مفید ہوگا ترتیب مفید نہیں ہوگی۔

(ب) وان لم يستطع القعود استلقى على ظهره، وجعل رجليه الى القبلة واومى بالركوع والسجود، وان استلقى على جنبه ووجهه الى القبلة جاز.

(۱) عبارت کا مطلب خیز ترجمہ کیجئے۔ (۲) عبارت پر اعراب لگائیے۔ (۳) حنفیہ کے نزدیک مریض کے لئے استلقاء على الظهر زیادہ اولی ہے یا استلقاء على الجنب امام شافعی کا اس میں کیا اختلاف ہے پورے مسئلے کو مدلل تحریر کیجئے۔

الجواب الاول (ب) اس سوال میں تین امور حل طلب ہے

① اعراب ② ترجمہ۔ ③ استلقاء على الظهر اولی ہے یا استلقاء على الجنب، امام شافعی کا اختلاف۔

(۱) اعراب:

(اِنْ لَمْ يَسْتَطِعِ الْقُعُوْدَ اِسْتَلْقٰى عَلٰى ظَهْرِهٖ وَ جَعَلَ رِجْلَيْهِ اِلَى الْقِبْلَةِ وَ اَوْمٰى

www.Bhalli.Info

بِالرُّكُوعِ وَ السُّجُوْدِ وَ إِنِ اسْتَلْقٰى عَلٰى جَنْبِهٖ وَ وَجْهُهٗ إِلَى الْقِبْلَةِ جَازَ۔

☆ (۲) ترجمہ:

اور اگر مریض کو بیٹھنے کی بھی قدرت نہ ہو تو اپنی پشت پر لیٹ جائے اور اپنے پاؤں [illegible]
طرف رکھے اور رکوع اور سجدہ کے ساتھ اشارہ کرے اور اگر بیمار کروٹ پر لیٹا اور اس کا [illegible]
قبلہ ہے تو جائز ہے۔

☆ (۳) استلقاء علی الظھر اولی ھے یا استلقاء علی الجنب:

اگر مریض کو بیٹھنے کی قدرت نہ ہو تو اپنی پشت کے بل چت لیٹ کر جائے اور اپنے [illegible]
نیچے اونچا سا تکیہ رکھے تاکہ بیٹھے ہونے کے مشابہ ہو جائے اور رکوع اور سجدہ کا اشارہ کرے [illegible]
کیونکہ اس کے بغیر تندرست آدمی اشارہ نہیں کر سکتا چہ جائے کہ بیمار، اور پاؤں قبلہ کی طرف کر [illegible]
رکوع اور سجدہ کا اشارہ کرے۔ دلیل آنحضرت ﷺ کا قول ہے یصلی المریض قائما فان [illegible]
یستطع فقاعدا فان لم یستطع فعلی قفاه یومی ایماء فان لم یستطع فالله تعالی [illegible]
بقبول العذر منه حدیث کے آخری جز، فالله احق بقبول العذر منه، کی تفسیر میں علماء کا [illegible]
ہے بعض علماء نے کہا ہے کہ اشارہ پر قادر نہ ہونے کی صورت میں قضاء ساقط نہیں ہوتی، [illegible]
مؤخر کیا جا سکتا ہے جب تندرست ہو جائے قضاء کرے۔ ان حضرات کے نزدیک اس [illegible]
ہوگی کہ اللہ تعالی عذر تاخیر کو قبول کرنے کے لئے زیادہ لائق ہیں۔ اور بعض نے کہا کہ ایسی حالت [illegible]
قضاء ساقط ہو جاتی ہے ان حضرات کے نزدیک تفسیر یہ ہے کہ اللہ تعالی عذر اسقاط کو قبول کر [illegible]
زیادہ لائق ہیں۔ صاحب عنایہ نے اسی قول کو صحیح کہا ہے۔

صاحب قدوری نے کہا ہے کہ بیمار اگر کروٹ پر لیٹ کر اشارے سے نماز پڑھے [illegible]
اس کا منہ قبلہ کی جانب سے تو یہ بھی جائز ہے دلیل حدیث عمران بن حصین ہے جو اول باب میں [illegible]
ہو چکی ہے اور باری تعالی کا قول یذکرون الله قیاما وقعو داو علی جنوبهم، بھی اس [illegible]
ہے۔ حاصل یہ ہے کہ عمران بن حصین کی حدیث فان لم تستطع فعلی الجنب تومی [illegible]
عبداللہ بن عمر کی حدیث فان لم یستطع فعلی قفا. یومی ایماء متعارض ہیں کیونکہ [illegible]
ابن حصین میں کروٹ پر لیٹ کر نماز پڑھنا مذکور ہے اور عبداللہ بن عمر کی حدیث میں چت لیٹ [illegible]
پڑھنا مذکور ہے۔ اور بیمار کی حالت عذر کی حالت ہے اس لئے ان دونوں حالتوں میں [illegible]
ہیئت پر نماز پڑھنا جائز ہے البتہ اولویت میں اختلاف ہے چنانچہ ہمارے نزدیک ہیئت اولی [illegible]
لیٹ کر) پر نماز پڑھنا اولی ہے اور امام شافعی اور امام مالک کے نزدیک ہیئت ثانیہ (کروٹ [illegible]

[illegible] اولی ہے ہمارے نزدیک وجہ اولویت یہ ہے کہ چت لیٹ کر نماز ادا کرنے کا اشارہ کعبہ کی فضاء
[illegible] طرف پڑتا ہے اور کروٹ پر لیٹ کر نماز ادا کرنے والا کا اشارہ اس کے قدموں کی طرف پڑتا ہے
[illegible] اس سے ادا ہوتی ہے کہ اشارہ فضاء کعبہ کی طرف پڑے اس لئے چت لیٹ کر نماز ادا کرنا اولی
[illegible]

[illegible]وال الثانی (الف) ...... قال ولا یدفع المزکی زکوته الی ابیه وجده وان علی ولا
[illegible] ولده وولد ولده وان سفل ولا الی امراته ولا تدفع المرأة الی زوجها، ولا الی عبد
[illegible] اعتق بعضه.

[illegible] عبارت کا سلیس ترجمہ کیجئے۔ (۲) عبارت پر اعراب لگائیے۔ (۳) آیا شوہر بیوی کو اور بیوی
[illegible] کو زکوۃ دے سکتے ہیں اختلاف فقہاء دلیل کی روشنی میں لکھئے۔ (۴) غلام معتق البعض کو زکوۃ
[illegible] میں امام ابوحنیفہ اور صاحبین کا قول دلیل کے ساتھ ذکر کیجئے۔

[illegible]اب الثانی (الف) اس سوال میں چار امور حل طلب ہے

[illegible] اعراب۔ ② ترجمہ۔ ③ زوجین کا ایک دوسرے کو زکوۃ دینا۔ ④ غلام معتق البعض کو زکوۃ دینے
[illegible] اختلاف۔

☆ (۱) اعراب:

قَالَ وَ لَا يَدْفَعُ الْمُزَكِّيْ زَكٰوتَهٗ إِلٰى أَبِيْهِ وَجَدِّهٖ وَ إِنْ عَلٰى وَ لَا إِلٰى وَلَدِهٖ وَ وَلَدِ
[illegible] وَ إِنْ سَفُلَ وَ لَا إِلٰى اِمْرَأَتِهٖ وَ لَا تَدْفَعُ الْمَرْأَةُ إِلٰى زَوْجِهَا، وَ لَا إِلٰى عَبْدٍ قَدْ اُعْتِقَ
[illegible]

☆ (۲) ترجمہ:

[illegible] دینے والا اپنے مال کی زکوۃ نہ دے اپنے باپ کو اور نہ دادا کو اگرچہ اوپر درجہ کا ہو، اور نہ
[illegible] کو اور نہ پوتے کو اگرچہ نیچے درجہ کا ہو۔ اور نہ اپنی بیوی کو اور بیوی اپنے شوہر کو دے۔ اور نہ
[illegible] اس کا بعض حصہ آزاد ہو چکا ہے۔

☆ (۳) زوجین کا ایک دوسرے کو زکوۃ دینا:

اور شوہر کا اپنی کو زکوۃ دینا جائز نہیں ہے کیونکہ عادۃً میاں بیوی کے درمیان بھی منافع مشترک
[illegible] ہیں۔ یعنی بیوی کا مال شوہر کا مال اور شوہر کا مال بیوی کا مال شمار ہوتا ہے اور ہر ایک دوسرے کو
[illegible] نفع اٹھاتا ہے۔ چنانچہ رسول اکرم ﷺ کو فرمایا ووجدك عائلا فاغنی اور پایا تجھ کو مفلس
[illegible] پروا کر دیا اس کی تفسیر میں کہا گیا کہ آپ ﷺ کو آپ کی بیوی حضرت خدیجہؓ کی مال سے غنی

www.Bhalli.Info

اور تو مگر کر دیا معلوم ہوا کہ بیوی کے مالدار ہونے سے شوہر مالدار شمار ہوتا ہے اور اس کا برعکس بھی جب ایسا ہے تو شوہر کا اپنی بیوی کو زکوۃ دینا گویا ایک جیب سے نکال کر دوسرے جیب میں ڈالنا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اس سے زکوۃ کس طرح ادا ہو سکتی ہے اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک عورت کا اپنے شوہر کو زکوۃ دینا بھی جائز نہیں ہے اور صاحبین نے فرمایا ہے کہ بیوی کا اپنے شوہر کو زکوۃ دینا جائز ہے امام ابوحنیفہؒ کی دلیل تو وہی ہے جو سابق میں گذر چکی ہے کہ منافع میاں بیوی کے درمیان مشترک ہیں۔ صاحبین کی دلیل وہ حدیث ہے جس کو شیخین اور امام نسائی نے روایت کیا ہے فتح القدیر میں حدیث اس طرح مذکور ہے۔ عن زینب امراۃ ابن مسعود قالت قال رسول اللہ ﷺ تصدقن یامعشر النساء ولو من حلیکن.

ہماری طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ روایت صدقات نافلہ پر محمول ہے یعنی عورت اگر نفلی صدقہ اپنے شوہر کو دے گی تو اس کو دوہرا ثواب ملے گا ایک صلہ رحمی کا دوسرے صدقہ کا صاحبین کی طرف سے جو حدیث پیش کی گئی ہے اس سے بھی یہی ظاہر ہے کیونکہ زینب نے اپنے شوہر اور اپنے سابقہ شوہر کے یتیم بچوں کو دینے کے بارے میں دریافت کرایا تھا اور حضور ﷺ نے دونوں کو دینے کی اجازت دی ہے حالانکہ اولاد کو زکوۃ دینا بالاتفاق جائز نہیں ہے پس معلوم ہوا کہ حدیث میں صدقات نافلہ مراد ہیں نہ کہ زکوۃ۔

☆ **(۴) غلام معتق البعض کو زکوۃ دینے میں ائمہ کا اختلاف:**

ایک غلام جب دو کے درمیان مشترک ہو اور ایک ان میں سے اپنے حصہ آزاد کر دے اور دوسرے شریک نے غلام سے اپنے حصہ کی قیمت کا تقاضا کیا تو احناف کے ہاں یہ دوسرا معتق البعض کو زکوۃ نہیں دے سکتا جبکہ صاحبین کے نزدیک زکوۃ دے سکتا ہے۔

دلیل احناف: کہ غلام اس شخص کے حق میں بمنزلہ مکاتب کے ہے اور مسئلہ یہ ہے کہ مکاتب زکوۃ کا مستحق نہیں لہذا غلام معتق البعض کو بھی زکوۃ دینا جائز نہیں۔

دلیل صاحبین: کہ یہ غلام مکمل آزاد ہو چکا ہے چونکہ ایک نے آزاد کر دیا تو اب دوسرے مالک کا یہ مقروض ہو گیا اور مقروض زکوۃ کا حقدار ہے لہذا یہ غلام بھی زکوۃ کا مستحق ہے۔

[ب] ...... فان ذرعه القيء لم يفطر، فان استقاء عمدا ملأفيه فعليه القضاء.

(۱) عبارت کا ترجمہ کرکے اعراب لگائیے۔ (۲) مصنف علامہ کی طرز پر تشریح کرتے ہوئے امام ابو یوسف اور امام محمد کا اختلاف بھی واضح کیجئے۔

الجواب الثانی (ب) اس سوال میں تین امور حل طلب ہے

(۱) اعراب۔ (۲) ترجمہ۔ (۳) امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا اختلاف۔

(۱) اعراب:

فَإنْ ذَرَعَهُ الْقَيْءُ لَمْ يُفْطِرْ، فَإنِ اسْتَقَاءَ عَمْدًا مِلْأَ فِيْهِ فَعَلَيْهِ الْقَضَاءُ.

(۲) ترجمہ:

اور اگر روزہ دار کو خود بخود قے آگئی تو اس کا روزہ افطار نہیں ہوا۔ پس اگر اس نے عمداً منہ بھر کے قے کی تو اس پر قضا لازم ہے۔

(۳) امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا اختلاف:

مسئلہ یہ ہے کہ اگر خود بخود ہو گئی تو روزہ فاسد نہیں ہوگا قے خواہ قلیل ہو خواہ کثیر ہو دلیل یہ حدیث ہے من قاء فلا قضاء عليه ومن استقاء عامدا فعليه القضاء یعنی جس کو قے خود بخود آگئی تو اس پر قضاء نہیں اور جس نے عمداً قے کی اس پر قضاء واجب ہے اور ترمذی کے الفاظ یہ ہیں من ذرعه القيء وهو صائم فليس عليه القضاء ومن استقاء عمدا فليقض یعنی روزے دار کو اگر خود بخود قے آگئی تو اس پر قضا واجب نہیں ہے اور جس نے عمداً قے کی وہ قضا کرے صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ اسی حکم میں منہ بھر قے اور منہ بھر سے کم دونوں برابر ہیں یعنی قے اگر بلا ارادہ خود ہو گئی تو وہ منہ بھر کر ہو یا منہ سے کم ہو دونوں صورتوں میں روزہ فاسد نہیں ہوگا کیونکہ حدیث مطلق ہے اس میں قلیل وکثیر کی کوئی تفصیل نہیں ہے اب اگر منہ بھر قے خود بخود نکلی اور پھر خود ہی اندر لوٹ گئی تو حضرت امام ابو یوسفؒ کے نزدیک روزہ فاسد ہو جائے گا اور امام محمدؒ کے نزدیک فاسد نہ ہوگا امام ابو یوسفؒ کی دلیل یہ ہے کہ منہ بھر قے کا خود بخود آنا شرعاً خارج ہونے کے مرتبہ میں ہے یہی وجہ ہے کہ اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے پس جب وہ لوٹ کر واپس اندر چلی گئی تو گویا باہر سے ایک چیز اندر داخل ہوئی اور باہر سے اندر داخل ہونے کی صورت میں روزہ فاسد ہو جاتا ہے لہذا اس صورت میں بھی روزہ فاسد ہو جائے گا اور امام محمدؒ کی دلیل یہ ہے کہ قے کے "اگر منہ بھر ہے" اندر عود کرنے کی صورت میں نہ صورۃً افطار پایا گیا اور نہ معنیً صورۃً تو اس لئے نہیں پایا گیا صورۃً افطار یہ ہے کہ آدمی کسی چیز کو اندر منہ میں ڈال کر نگل جائے اور یہ بات یہاں پائی نہیں گئی اس لئے صورۃً افطار نہ ہوا اور افطار کے معنی اس لئے نہیں پائے گئے کہ عادۃً قے کے ساتھ غذا حاصل نہیں کی جاتی حالانکہ افطار کے معنی ہیں کہ بدن کو اس سے غذا حاصل کرنے کے ہیں پس جب افطار نہ صورۃً ہے اور نہ معنیً تو روزہ فاسد نہ ہوگا اور اگر منہ بھری مقدار خود بخود نکلی پر اس کو بلا ارادہ اندر لوٹا یا تو بالاتفاق روزہ فاسد ہو جائے گا کیونکہ اس

www.Bhalli.Info

صورت میں خروج کے بعد داخل کرنا پایا گیا لہٰذا صورت افطار متحقق ہوگئی اور جب افطار کی صورت متحقق ہوگئی تو روزہ بھی فاسد ہو جائے گا کیونکہ افطار سے روزہ باقی نہیں رہتا افطار خواہ صورۃً ہو خواہ معنیً ہو اور اگر خود بخود نکلی ہوئی قے منہ بھر سے کم ہو اور وہ پھر خود بخود لوٹ گئی تو امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ دونوں کے نزدیک روزہ فاسد نہ ہوگا کیونکہ وہ نہ تو شرعاً خارج کی حکم میں ہے اور نہ روزہ دار کا کوئی اختیاری فعل اس کے دخل کرنے میں ہے اور اگر منہ بھر سے کم نکلی ہوئی قے کو بالا رادہ لوٹایا تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک روزہ فاسد نہ ہوگا کیونکہ خروج نہیں پایا گیا اور امام محمدؒ کے نزدیک فاسد ہو جائے گا کیونکہ قے اندر داخل کرنے میں روزہ دار کا اختیاری فعل پایا گیا ہے۔

<u>فوائد:</u>

قے کے عود اور اعادہ میں حضرت امام ابو یوسفؒ کی اصل یہ ہے کہ خروج معتبر ہے اور خروج منہ بھر قے سے متحقق ہوگا یعنی اگر قے کا خروج پایا گیا تو روزہ فاسد ہوگا ورنہ نہیں خواہ قے کا عود ہو یا اعادہ ہو اور امام محمدؒ کی اصل یہ ہے کہ اگر قے کا اعادہ کیا یعنی بالا رادہ اس کو لوٹایا تو روزہ فاسد ہو جائے گا ورنہ نہیں قے خواہ قلیل ہو یا کثیر ہو۔

السوال الثالث (الف) ...... والتلبية ان يقول لبيك اللهم لبيك لبيك لاشريك لك لبيك ان الحمد والنعمة لك والملك لاشريك لك واذا لبى فقد احرم.

(۱) عبارت پر اعراب لگایئے۔ (۲) ان الحمد میں ان کو کسرہ کے ساتھ پڑھیں گے یا فتحہ کے ساتھ اس سے عبارت کے مفہوم میں کیا فرق آئے گا۔ (۳) تلبیہ میں زیادت جائز ہے یا نہیں دلیل سے لکھیں۔

الجواب الثالث (الف) اس سوال میں تین امور حل طلب ہے

① اعراب۔ ② ان الحمد میں ان بالکسر یا بالفتح: ③ تلبیہ میں زیادت جائز ہے یا نہیں۔

☆ <u>(۱) اعراب:</u>

وَ التَّلْبِيَةُ اَنْ يَّقُوْلَ لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ اِنَّ الْحَمْدَ وَ النِّعْمَةَ لَكَ وَ الْمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ وَ اِذَا لَبّٰى فَقَدْ اَحْرَمَ.

☆ <u>(۲) ان الحمد میں ان بالکسر یا بالفتح:</u>

ان الحمد الف کے کسرہ کے ساتھ ہے الف کے فتحہ کے ساتھ ان نہیں ہے تاکہ کلام ابتداء ہو جائے (سابق پر) بناء نہ ہو کیونکہ فتحہ کلمہ اولیٰ کی صفت ہوتا ہے اور یہ کلام سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی پکار کو جواب قبولیت ہے۔ جیسا کہ قصہ میں معروف ہے۔

صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ اِنَّ الْحَمْدَ الف کے کسرہ کے ساتھ ہے فتحہ کے ساتھ نہیں

کیونکہ اِنَّ بالکسر کی صورت میں یہ جملہ مستقل ہوگا، ماقبل کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہ ہوگا اور فتحہ کی صورت میں یہ کلمہ اولیٰ کی صفت ہوگا۔ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ تلبیہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پکار کا جواب قبول ہے۔

<u>(۳) تلبیہ میں زیادت جائز ہے یا نہیں:</u>

ان کلمات میں سے کچھ کم کرنا مناسب نہیں ہے کیونکہ یہ باتفاق رواۃ منقول ہے۔ لہٰذا اس سے کم نہ کیا جائے اور اگر اس میں کچھ بڑھا دیا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک جائز ہے۔ ربیع کی روایت کے مطابق امام شافعی کا اختلاف ہے۔ امام شافعی نے تلبیہ کو اذان اور تشہد پر قیاس کیا ہے اس اعتبار سے کہ تلبیہ بھی ذکر منظوم ہے۔ اور ہماری دلیل یہ ہے کہ بڑے بڑے صحابہ جیسے ابن مسعود، ابن عمر اور ابوہریرہ نے منقول پر زیادہ کیا ہے اور اس لئے کہ تلبیہ کا مقصود تو ثناء باری اور اپنی بندگی کا اظہار ہے لہٰذا اس پر زیادتی کرنا ممنوع نہ ہوگا۔

(ب) — و ان لبس ثوبا مخيطا اوغطى راسه يوما كاملا فعليه دم وان كان اقل من ذالك فعليه صدقة.

(۱) عبارت کا سلیس ترجمہ کر کے اعراب لگایئے۔ (۲) مذکورہ مسئلے میں امام ابو حنیفہ امام ابو یوسف اور امام شافعی کا نقطہ نظر دلائل کی روشنی میں ذکر کیجئے۔ (۳) حج کا لغوی اور شرعی معنی بیان کیجئے۔

الجواب الثالث (ب) اس سوال میں چار امور حل طلب ہے

(۱) اعراب۔ ② ترجمہ۔ ③ مذکورہ مسئلے میں اختلاف ائمہ۔ ④ حج کا لغوی اور شرعی معنی۔

<u>(۱) اعراب:</u> وَ اِنْ لَبِسَ ثَوْبًا مَخِيْطًا اَوْ غَطّٰى رَاْسَهٗ يَوْمًا كَامِلًا فَعَلَيْهِ دَمٌ وَ اِنْ كَانَ اَقَلَّ مِنْ ذَالِكَ فَعَلَيْهِ صَدَقَةٌ.

<u>(۲) ترجمہ:</u>

اور اگر محرم نے سلا ہوا کپڑا پہنا یا اپنا سر ڈھکا پورے ایک دن تو اس پر دم واجب ہے اور اگر اس سے کم ہے تو اس پر صدقہ واجب ہے۔

<u>(۳) مذکورہ مسئلے میں اختلاف ائمہ:</u>

صورت مسئلہ یہ ہے کہ اگر محرم نے سلا ہوا کپڑا ایک دن یا ایک رات پہنا یا اپنا سر ایک دن یا ایک رات ڈھکے رہا تو اس پر دم واجب ہوگا اور اگر ایک دن یا ایک رات سے کم میں یہ عمل پایا گیا تو صدقہ واجب ہوگا۔ اور امام ابو حنیفہؒ کا قول اول بھی یہی ہے پھر اس سے رجوع فرما کر کہنے لگے تھے کہ اس وقت واجب ہوگا جبکہ پورے ایک دن یا ایک رات پہنا ہو۔ اور امام شافعیؒ نے فرمایا کہ سلا

www.Bhalli.Info

ہوا کپڑا پہنتے ہی دم واجب ہو جائے گا۔ امام شافعیؒ کی دلیل یہ ہے کہ راحت کا انتفاع حاصل کرنا جرم کامل پایا گیا تو اس پر بالیقین دم واجب ہوگا۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ کپڑا پہننے سے راحت کے معنی مقصود ہیں یعنی گرمی، سردی دور کرنا کیونکہ پہننا اسی واسطے ہے۔ چنانچہ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے سرابیل تقیکم الحر اور یہ معنی دراز ہوتے ہیں لہٰذا یہ معنی کامل بھی ہوگا اور قاصر بھی ہوگا اور کامل و قاصر کے درمیان حد فاصل ضروری ہے تاکہ جزاء اسی کے مطابق متعین کی جائے۔ پس حد فاصل ایک دن یا ایک رات کو قرار دیا گیا یعنی ایک دن کامل یا ایک رات کامل پہننا کامل جرم ہے اس کی وجہ سے جزاء کامل یعنی دم واجب ہوگا اور اس سے کم جرم قاصر ہے لہٰذا اس کی وجہ سے جزاء قاصر یعنی صدقہ واجب ہوگا اور امام ابو یوسفؒ چونکہ اکثر کو کل کے قائم مقام رکھتے ہیں اس لئے ان کے نزدیک اکثر یوم میں پہننے کی صورت میں بھی جزاء کامل یعنی دم واجب ہو جائے گا۔

☆ (۴) <u>حج کا لغوی اور شرعی معنی:</u>

لفظ حج بفتح الحاء اور بکسر الحاء دونوں طرح استعمال ہوتا ہے بفتح الحاء جیسے الحج اشهر معلومات فمن فرض ...... الأية ہے اور بکسر الحاء ولله على الناس حج البيت الایہ ہے حج کے لغوی معنی کسی معظم اور بڑی چیز کی طرف ارادہ کرنے کے ہیں اور شریعت کی اصطلاح میں مخصوص مکان کا مخصوص فعل کے ساتھ مخصوص زمانہ میں ارادہ کرنا ہے رہی یہ بات کہ حج کب فرض ہوا تو اس بارے میں بذل المجہود میں متعدد اقوال مذکور ہیں (۱) ۹ھ (۲) ۵ھ (۳) ۶ھ (۴) ہجرت سے پہلے ملا علی قاری نے شرح نقایہ میں لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فریضہ حج ۱۰ھ میں ادا کیا جس کو حجۃ الوداع کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ۹ھ میں حج کیا ہے اور حج اسی سال فرض ہوا تھا اور ۸ھ میں فتح مکہ کے موقع پر لوگوں کو عتاب بن اسید نے حج کرایا تھا حضور ﷺ نے فتح مکہ کے بعد امیر مکہ انہی کو مقرر فرمایا تھا اس بارے میں بڑا اختلاف ہے کہ ہجرت سے پہلے آپ ﷺ نے کتنے حج کئے ہیں۔ چنانچہ ابن الاثیر نے فرمایا ہے کہ ہجرت سے پہلے آپ ﷺ ہر سال حج کیا کرتے تھے جابر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فقط تین حج کئے ہیں دو ہجرت سے پہلے اور ایک ۱۰ھ میں حجۃ الوداع اور ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے ہجرت سے پہلے تین حج کئے ہیں ابن الجوزی کہتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے بہت سے حج کئے ہیں جن کی تعداد ہمیں معلوم نہیں رہا یہ کہ حج پہلی امتوں پر فرض تھا یا نہیں تو اس میں دو قول،

(۱) پہلی امتوں پر بھی حج فرض تھا حافظ ابن حجرؒ نے اسی کو ترجیح دی ہے۔

(۲) وجوب حج امت محمدیہ ﷺ کے ساتھ مخصوص ہے پہلی امتوں پر حج فرض نہ تھا۔

الورقة الثالثة ...... في الفقه ...... وفاق المدارس العربية باكستان ...... شعبان ۱۴۲۷ھ

ورقة الاختبار السنوي للمرحلة العالية ...... للبنات ...... مجموع الدرجات ۱۰۰ ...... الوقت ۳ ساعات

ملحوظة: اجب عن احد الشقين من كل سوال فقط ان اجبت بالعربية الفصحى تستحق عشر درجات

السوال الاول (الف) ...... و موت ما ليس له نفس سائلة في الماء لا ينجسه كالبق و الذباب و الزنابير و العقرب و نحوها.

(۱) عبارت مذکورہ کا سلیس ترجمہ کیجئے۔ (۲) عبارت پر اعراب لگائیے۔ (۳) مسئلہ مذکورہ میں صاحب ہدایہ کی طرز پر امام ابو حنیفہؒ اور امام شافعیؒ کا اختلاف دلائل کی روشنی میں لکھئے۔

الجواب الاول (الف) اس سوال میں تین امور حل طلب ہیں

(۱) ترجمہ۔ (۲) اعراب۔ (۳) اختلاف آئمہ:

☆ (۱) <u>ترجمہ:</u> پانی میں ایسے جانور کا مرجانا جس میں بہتا خون نہیں ہے پانی کو خراب نہیں کرتا جیسے مچھر، مکھی، بھڑ، بچھو

☆ (۲) <u>اعراب:</u> وَ مَوْتُ مَا لَيْسَ لَهُ نَفْسٌ سَائِلَةٌ فِيْ الْمَاءِ لَا يُنَجِّسُهُ كَالْبَقِّ وَ الذُّبَابِ وَ الزَّنَابِيْرِ وَ الْعَقْرَبِ وَ نَحْوِهَا.

☆ (۳) <u>اختلاف آئمہ:</u>

جس جانور میں بہنے والا خون نہ ہو اس کے پانی میں مر جانے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا۔ جیسے مچھر، مکھی، بھڑ، بچھو وغیرہ، بقول علامہ عینی امام شافعیؒ کا بھی ایک قول احناف کے موافق ہے اور یہی جمہور شوافع کے نزدیک معتبر ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ پانی ناپاک ہو جائیگا۔ محاملی اور دیانی نے اسی کو ترجیح دی ہے کیونکہ چیز کی تحریم جب بطریق کراہت نہ ہو تو وہ ناپاک ہونے کی علامت ہے۔ برخلاف شہد کی مکھیوں اور پھلوں کے کیڑوں کے کہ ان کے مرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا، کیونکہ ان کے بغیر چارہ نہیں ہے۔

ہماری دلیل حضرت سلمان سے حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ اے سلمان کھانے پینے کی چیزوں میں اگر بلا خون والا جانور مر جائے تو اس چیز کا کھانا پینا اور اس سے وضو کرنا جائز ہے۔ نیز پانی کا ناپاک ہونا جانوروں کے مرنے کے وقت بہنے والے خون سے ملنے کی وجہ سے ہوتا ہے اور مذکورہ بالا جانوروں میں خون ہی نہیں ہوتا۔ امام شافعیؒ کی دلیل کا جواب یہ ہے کی حرام ہونے کے لئے کسی چیز کا ناپاک ہونا ضروری نہیں چنانچہ مٹی، بھکھیا، کوکلہ وغیرہ کھانا حرام ہے۔ حالانکہ ان کی حرمت ان کے احترام کی بنیاد پر نہیں ہے جس سے ان کا ناپاک ہونا لازم آئے۔

السوال الاول (ب) ...... و ليس للحائض و الجنب و النفساء قراءة القران و ليس

www.Bhalli.Info

لهم مس المصحف الا بغلافه و لا اخذ درهم فيه سورة من القران الا بصرته و كذا المحدث لا يمس المصحف الا بغلافه.

① عبارت کا سلیس ترجمہ کیجئے۔ ② عبارت پر اعراب لگایئے ③ جمہور اور امام مالک کا اختلاف بیان کیجئے۔ فریقین کے دلائل لکھئے اور مذہب راجح کو وجہ ترجیح کے ساتھ لکھئے۔

الجواب الاول (ب) اس سوال میں تین امور حل طلب ہیں

① ترجمہ۔ ② اعراب۔ ③ اختلاف جمہور و امام مالک، ترجیح راجح۔

☆ **(۱) ترجمہ:** اور جائز نہیں حائضہ اور جنبی کے لئے قرآن پڑھنا اور جائز نہیں بے وضو کے لئے قرآن کو چھونا الا یہ کہ چھوئیں اس کو غلاف کے ساتھ۔

☆ **(۲) اعراب:** وَلَيْسَ لِلْحَائِضِ وَالْجُنُبِ وَالنُّفَسَاءِ قِرَاءَةُ الْقُرْآنِ وَلَيْسَ لَهُمْ مَسُّ الْمُصْحَفِ اِلَّا بِغِلَافِهٖ وَلَا اَخْذُ دِرْهَمٍ فِيْهِ سُوْرَةٌ مِّنَ الْقُرْآنِ اِلَّا بِصُرَّتِهٖ وَكَذَا الْمُحْدِثُ لَا يَمَسُّ الْمُصْحَفَ اِلَّا بِغِلَافِهٖ.

☆ **(۳) اختلاف جمهور و امام مالك، ترجيح راجح:**

امام نوویؒ نے فرمایا کہ حائضہ اور جنبی کے لئے ذکر تسبیح و تہلیل وغیرہ کے جواز پر اجماع ہے البتہ تلاوت قرآن کے بارے میں کچھ اختلاف ہے، ائمہ ثلاثہ اور جمہور صحابہ و تابعین کے نزدیک تلاوت ناجائز ہے، امام مالکؒ فرماتے ہیں "یقرالجنب الایات الیسیرة للتعوذ" جبکہ حق حائضہ میں ان کی دو روایتیں ہیں ایک جواز کی دوسری عدم جواز کی۔ ابن المنذر اور داؤد ظاہری کے نزدیک جنب اور حائض دونوں کے لئے تلاوت مطلقاً جائز ہے، مجوزین تلاوت قرآن کا استدلال حضرت عائشہؓ کی معروف حدیث ہے۔

"عن عائشةؓ قالت كان النبى صلى الله عليه وسلم يذكر الله على كل احيانه" لیکن جمہور کی طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو اس سے ذکر قلبی مراد ہے اور اگر ذکر لسانی مراد ہے تو یہ اذکار متواردہ پر محمول ہے، اور اگر اسے اپنی حقیقت پر محمول کی مستدل حضرت ابن عمر... حدیث باب کا مقابلہ نہیں کر سکتی، جو دلیل خاص ہے "عن ابن عمرؓ عن النبى صلى الله عليه وسلم قال لاتقرء الحائض ولا الجنب شيئا من القرآن" پھر اس میں کلام ہوا ہے کہ آیا حائضہ کے لئے کتنی مقدار کی تلاوت ناجائز ہے، ایک آیت یا اس سے زیادہ کے ممنوع ہونے پر تو اتفاق ہے۔ اور مادون الآیۃ میں احناف سے دو روایتیں ہیں، امام کرخیؒ کی روایت کے مطابق یہ بھی جائز نہیں، اسی کو اختیار کیا ہے صاحب ہدایہ نے دوسری روایت امام طحاویؒ کی اسی کو اختیار کیا ہے فخر الاسلام بزدویؒ نے اور صاحب خلاصہؒ نے فرمایا "وعليه الفتوىٰ" علامہ شامیؒ نے بھی اس کو...

...کے لئے عدم جواز ہے اور حائضہ کے لئے قراءۃ مطلقاً جائز ہے۔

السوال الثانی (الف) ...... و لا تجوز الصلاة عند طلوع الشمس و لا عند قيامها فى الظهيرة و لا عند غروبها و لا صلاة جنازة و لا سجدة تلاوة الا عصر يومه عند الغروب.

(۱) عبارت کا مطلب خیز ترجمہ کیجئے۔ (۲) عبارت پر اعراب لگایئے۔ (۳) احناف اور شوافع کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے فریقین کے دلائل کے ساتھ یہ مسئلہ قلمبند کیجئے۔ (۴) آیا جمعہ کے دن زوال کے وقت نفل نماز جائز ہے یا نہیں۔ (۵) و لاصلوة جنازة سے آخر تک عبارت کی تشریح صاحب ہدایہ کے طرز پر کیجئے۔

الجواب الثانی (الف) اس سوال میں پانچ امور حل طلب ہیں

① ترجمہ ② اعراب ③ احناف اور شوافع کا اختلاف ④ جمعہ کے دن بوقت زوال نفل نماز ⑤ و لا صلوة جنازة الخ کی تشریح۔

(۱) ترجمہ: نماز آفتاب طلوع ہونے کی وقت جائز نہیں اور نہ دوپہر میں آفتاب کے قیام کے وقت اور نہ غروب آفتاب کے وقت اور نہ نماز جنازہ جائز ہے اور سجدہ تلاوت سوائے غروب کے وقت اس دن کی عصر کے۔

(۲) اعراب: حل گذراپرچہ ۱۴۲۵ھ میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۳) احناف و شوافع کا اختلاف:

احنافؒ کے نزدیک طلوع آفتاب، نصف النہار اور غروب کے وقت نہ فرض نماز جائز ہے اور نہ نفل، امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ان اوقات میں تمام شہروں اور تمام جگہوں میں فرض نماز پڑھنا جائز ہے اور مکہ المکرمہ میں ان اوقات میں نوافل کی اجازت ہے (عنایہ) دلیل احناف حضرت عقبیؓ بن عامر کی حدیث ہے قال ثلثة اوقات نهانا رسول الله ﷺ الخ کہ ان اوقات ثلثہ یعنی طلوع آفتاب، نصف النہار اور غروب کے وقت عام ہے کہ فرض ہو یا نفل یا نماز جنازہ منع ہے۔ امام شافعیؒ کی دلیل حضور ﷺ کا قول من نام عن صلوة او نسيها فليصلها اذا ذكرها فان ذلك وقتها یعنی جو شخص سو گیا یا بھول گیا تو جب یاد آئے اس کو تو وہ نماز پڑھے کیونکہ یہی اس کا وقت ہے اس سے معلوم ہوا کہ ان اوقات میں بھی فرض نماز جائز ہے۔ جواب: امام شافعیؒ کی پیش کردہ حدیث سے ان اوقات میں نماز اباحت ثابت ہوتی ہے جبکہ حضرت عقبیؓ بن عامر کی حدیث سے حرمت ثابت ہوتی ہے اور اصول فقہ یہ ہے کہ اگر اباحت و حرمت جمع ہو جائیں تو ترجیح حرمت کو ہوگی لہذا یہاں پر دلیل حنفی راجح ہوگی۔

www.Bhalli.Info

☆ (۴) **جمعہ کے دن بوقت زوال نفل نماز:**

اور اسی طرح عین نصف النہار میں جمعہ کی نماز بھی جائز نہیں ہے۔

☆ (۵) **و لا صلوٰۃ جنازۃ الخ کی تشریح:**

اور نہ ہی نماز جنازہ میں ان اوقات ثلثہ میں پڑھی جاسکتی ہے۔ دلیل وہی حدیث حضرت [illegible]
بن عامر کی جس میں تھا ان نقبر موتانا۔

صاحب ہدایہ کے نزدیک نماز جنازہ اور سجدہ تلاوت میں جو جواز کی نفی کی گئی اس سے [illegible]
مراد ہے یعنی یہ دونوں ان اوقات میں مکروہ ہیں حتیٰ کہ اگر مکروہ وقت جنازہ آیا اور نماز جنازہ [illegible]
آیت سجدہ تلاوت ادا کردیا تو جائز ہوگا۔ دلیل کہ نماز جنازہ کے واجب ہونے کا سبب جنازہ [illegible]
ہوتا ہے اور سجدہ تلاوت کے واجب ہونے کا سبب آیت سجدہ کی تلاوت کرنا ہے کیونکہ یہ دونوں [illegible]
وقت ناقص یعنی وقت مکروہ میں پائے گئے اس لئے یہ دونوں ناقص ہی واجب ہوں گے [illegible]
ہوئے تھے ویسے ہی ادا کردیے اس لئے ادا ہوگئے بخلاف فرائض کے کہ وہ ان اوقات ثلثہ [illegible]
نہیں ہیں۔

لیکن اس دن کی عصر اس سے مستثنیٰ ہے یعنی اگر کسی نے عصر کی نماز نہیں پڑھی یہاں تک [illegible]
کا وقت ہوگیا تو وہ اس دن کی عصر کی نماز بوقت غروب پڑھ سکتا ہے لیکن اس کے علاوہ کسی [illegible]
روز کی عصر کی نماز جائز نہیں۔

السوال الثانی (ب) ...... الزکوٰۃ واجبۃ علی الحر العاقل البالغ المسلم [illegible]
نصابا ملکا تاما وحال علیه الحول.

(۱) زکوٰۃ کی لغوی اور شرعی تعریف ذکر کیجئے۔ (۲) زکوٰۃ کا وجوب علی الفور ہے یا علی [illegible]
(۳) عبارت کی تشریح حضرت مصنف کے طرز پر مرتب انداز میں کیجئے۔

الجواب الثانی (ب) اس سوال میں تین امور حل طلب ہیں

☆ ① زکوٰۃ کی لغوی اور شرعی تعریف ذکر کیجئے۔ ☆ ② زکوٰۃ کا وجوب علی الفور ہے یا علی [illegible]
☆ ③ عبارت کی تشریح حضرت مصنف کے طرز پر مرتب انداز میں کیجئے۔

حل گذراپرچہ ۱۴۲۳ھ میں

السوال الثالث (الف) ...... و من کان مریضا فی رمضان فخاف ان صام از[illegible]
الفطر و قضی، و ان کان مسافرا لا یستضر بالصوم فصومه افضل و ان افطر [illegible]

(۱) عبارت کا مسئلہ کرکے اعراب لگائیے۔ (۲) پہلے مسئلے میں امام شافعیؒ کا اختلاف [illegible]
کے ساتھ تحریر کیجئے۔ (۳) دوسرے مسئلے میں مصنف نے فرمایا و قال الشافعی الفطر [illegible]

[illegible] میں امام شافعیؒ کا یہی مذہب ہے یا یہ کسی اور امام کا مذہب ہے سوچ سمجھ کر لکھئے۔

[الجو]اب الثالث (الف) اس سوال میں تین امور حل طلب ہیں

[illegible] اعراب۔ ② اس مسئلہ میں امام شافعیؒ کا اختلاف ہے۔ ③ دوسرے مسئلے امام شافعیؒ یا کسی اور
[illegible] مذہب۔

[illegible] **مسئلہ:** اگر بیمار اور مسافر روزہ رکھنے میں دقت محسوس نہ کرے تو اس کے لئے روزہ
[افض]ل ہے لیکن اگر افطار کرلیا تو جائز ہے۔ وہ اعذار جن کی بنا پر افطار مباح اور جائز ہے وہ سات
[illegible] ① مرض۔ ② سفر۔ ③ حمل۔ ④ رضاعت۔ ⑤ بڑھاپا۔ ⑥ سخت پیاس۔ ⑦ سخت بھوک۔

[اع]راب: وَ مَنْ کَانَ مَرِیْضًا فِیْ رَمَضَانَ فَخَافَ إِنْ صَامَ ازْدَادَ مَرَضُهُ أَفْطَرَ وَ قَضٰی، وَ
[إِنْ کَا]نَ مُسَافِرًا لَا یَسْتَضِرُّ بِالصَّوْمِ فَصَوْمُهُ أَفْضَلُ وَ إِنْ أَفْطَرَ جَازَ۔

[illegible] (۳) **اختلاف ائمہ:**

[ج]س شخص کو روزہ رکھنے سے مرض بڑھ جانے کا اندیشہ ہو اس کے لئے افطار کرنا جائز ہے قال
[illegible] تعالیٰ «فمن کان منکم مریضا» الخ، اس آیت میں ہر مریض کیلئے افطار کی اجازت ہے اور
[illegible] افطار کا مشروع ہونا دفع حرج کے لئے ہے اور تحقق حرج کا مدار زیادتی مرض پر ہے جس
[illegible] مریض کے اجتہاد سے ہوگی۔ مگر اجتہاد صرف وہم کا نام نہیں بلکہ غلبہ ظن مراد ہے۔ خواہ
[illegible] کے ذریعہ سے ہو یا تجربہ سے یا مسلمان حاذق طبیب کے خبر دینے سے۔ امام شافعیؒ کے
[illegible] صرف زیادتی مرض کا خوف کافی نہیں بلکہ جب جان کے کسی عضو کے ہلاک ہونے کا اندیشہ
[illegible] افطار کرسکتا ہے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ مرض کی زیادتی اور اس کا بڑھنا بھی بسا اوقات ہلاکت
[illegible] ہے لہٰذا اس سے بچنا ضروری ہے۔

[الس]وال الثالث (ب) ...... و قال و یعتبر فی المراة ان یکون لها محرم تحج به او زوج
[ولا ی]جوز لها ان تحج بغیر هما اذا کان بینها و بین مکة ثلثة ایام و اذا وجدت محرما
[illegible] الزوج منعها.

(۱) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔ (۲) پہلے اور دوسرے دونوں مسئلوں میں ائمہ کرام کا
[illegible] اس کو ادلہ نقلیہ اور عقلیہ کی روشنی میں سپرد قلم کیجئے۔

[الجواب] الثالث (ب) اس سوال میں دو امور حل طلب ہیں

[illegible] ترجمہ۔ ② دونوں مسئلوں میں اختلاف ائمہ۔ حل گذراپرچہ ۱۴۳۱ھ میں

www.Bhalli.Info

الورقة الثالثة ...... فی الفقه ...... وفاق المدارس العربية باكستان ...... شعبان ۱۴۲۸ھ

ورقة الاختبار السنوی للمرحلة العالية ...... للبنات ...... مجموع الدرجات ۱۰۰ ...... الوقت

ملحوظة: اجب عن احد الشقين من كل سوال فقط ان اجبت بالعربية الفصحى تستحق عشر

السوال الاول (الف) ...... فان لم يجد الا نبيذ التمر قال ابو حنيفة يتوضاء به و لا يتيمم لحديث ليلة الجن.

(۱) عبارت کا ترجمہ کر کے اعراب لگایئے۔ (۲) نبیذ تمر کی تعریف وضوء میں اختلاف ہے۔ (۳) نبیذ تمر کے علاوہ کسی اور چیز کے نبیذ سے بھی وضوء کرنا جائز ہے۔ (۴) نبیذ تمر سے وضوء کرنے کے مسئلے کو اقوال فقہاء کے ساتھ مدلل لکھئے۔

الجواب الاول (الف) اس سوال میں چار امور حل طلب ہیں

① ترجمہ و اعراب۔ ② نبیذ تمر کی تعریف و اختلاف۔ ③ نبیذ تمر کے علاوہ کسی اور نبیذ سے وضوء ④ اقوال فقہاء۔

☆ (۱) ترجمہ: اگر نبیذ تمر کے علاوہ کچھ نہ پائے تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک وضو جائز ہے اور تیمم نہ کرے لیلۃ الجن حدیث کی وجہ سے۔

اعراب: فَإِنْ لَمْ يَجِدْ إِلَّا نَبِيْذَ التَّمْرِ قَالَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ يَتَوَضَّأُ بِهٖ وَ لَا يَتَيَمَّمُ لِحَدِيْثِ لَيْلَةِ الْجِنِّ

☆ (۴،۳،۲) نبیذ تمر کی تعریف و اختلاف، غیر تمر کی نبیذ سے وضوء

نبیذ دراصل منبوذ فعیل بمعنی مفعول ہے پھینکا ہوا۔ اصطلاح میں وہ پانی جس میں کھجوریں ڈالی جائے، اس کی تین صورتیں ہیں دو متفقہ اور ایک صورت اختلافی ہے۔

① پانی میں کھجوریں ڈالی گئیں جس سے نہ پانی میٹھا ہوا اور نہ حد سکر کو پہنچا تو اس پانی سے بالاتفاق وضو جائز ہے البتہ ائمہ ثلاثہؒ کے ہاں ہر طرح کی نبیذ سے وضو ناجائز ہے۔ ② اس کے برعکس ہے یعنی پانی میٹھا ہو گیا اور سکر بھی تو اس سے بالاتفاق وضو ناجائز ہے۔ ③ پانی میٹھا ہو گیا مگر سکر کو نہ پہنچے اس سلسلہ میں اختلاف ہے۔ ① ائمہ ثلاثہؒ اور ایک روایت امام ابوحنیفہؒ کی ہے کہ وضو جائز نہیں ② وضو متعین ہے اور تیمم ناجائز یہ مسلک امام سفیان ثوریؒ اور امام ابوحنیفہؒ کی مشہور روایت ہے۔ نبیذ ماء مضاف ہے امام احمدؒ بھی جواز کے قائل نہیں اور یہی مذہب جمہور کا ہے اگر دوسرا پانی نہ ہو تو پہلے وضو پھر تیمم بھی کرے گویا وضو واجب اور تیمم مستحب قرار دیا۔ الخ۔

امام محمدؒ نیز ایک روایت امام ابوحنیفہ کی ہے کہ اولاً وضو کرے اور بعد میں تیمم کرے۔ وضو واجب اور اس کے بعد تیمم مستحب ہے یہ مذہب امام اسحٰق بن راہویہ کا ہے لہٰذا اب نبیذ سے عدم جواز پر ائمہ اربعہؒ کا اتفاق ہے بعض احناف کے ہاں مفتی بہ قول جواز کا ہے۔

السوال الاول (ب) ...... و لا يجوز المسح على الجوربين عند ابی حنيفة الا ان يكونا مجلدين او منعلين و قالا يجوز اذا كانا ثخينين و لا يشفان. و لا يجوز المسح على العمامة و القلنسوة و البرقع و القفازين.

(۱) عبارت بالا کا سلیس ترجمہ سپرد قلم کیجئے۔ (۲) عبارت پر اعراب لگایئے۔ (۳) جوربین مجلدین و منعلین اور ثخینین کی تعریف کیجئے تاکہ ان میں فرق واضح ہو جائے۔ (۴) امام ابوحنیفہ اور صاحبین کے اقوال کو مدلل قلم بند کیجئے۔

الجواب الاول (ب) اس سوال میں چار امور حل طلب ہیں

① ترجمہ۔ ② اعراب۔ ③ جوربین مجلدین و منعلین اور ثخینین کی تعریف ④ امام ابوحنیفہؒ و صاحبین کے اقوال۔

☆ (۱) ترجمہ: اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جوربین پر مسح کرنا جائز نہیں الا یہ کہ وہ مجلد ہوں یا منعل ہوں اور صاحبین نے کہا کہ جائز ہے بشرطیکہ اتنے موٹے ہوں کہ چھنتے نہ ہوں اور عمامہ، ٹوپی، برقع اور دستانوں پر مسح جائز نہیں۔

☆ (۲) اعراب: وَ لَا يَجُوْزُ الْمَسْحُ عَلَى الْجَوْرَبَيْنِ عِنْدَ اَبِیْ حَنِيْفَةَ اِلَّا اَنْ يَكُوْنَا مُجَلَّدَيْنِ اَوْ مُنَعَّلَيْنِ وَ قَالَا يَجُوْزُ اِذَا كَانَا ثَخِيْنَيْنِ وَ لَا يَشِفَّانِ. وَ لَا يَجُوْزُ الْمَسْحُ عَلَى الْعِمَامَةِ وَ الْقَلَنْسُوَةِ وَ الْبُرْقُعِ وَ الْقُفَّازَيْنِ.

☆ (۳) جوربین مجلدین و منعلین اور ثخینین کی تعریف:

جوربین: اون یا سوت کے موزوں کو کہتے ہیں اس کی تین قسمیں ہیں:

مجلدین: جن کے دونوں طرف چمڑا چڑھا ہوا ہو۔

منعلین: جن کے نچلے حصہ میں چمڑا چڑھا ہوا ہو۔

خفین: جو پورے کے پورے چمڑے کے ہوں سوت یا اون کا ان میں کوئی دخل نہ ہو۔

ثخینین: اس کی تین شرائط ہیں ① شفاف نہ ہوں کہ پانی ڈالا جائے تو پاؤں کی جلد پر پہنچے۔ ② بغیر استمساک کے ہوں۔ ③ ان میں پیدل چلنا ممکن ہو۔

☆ (۴) امام ابوحنیفہؒ اور صاحبین کے اقوال۔

① مجلدین منعلین اور خفین پر بالاتفاق مسح جائز ہے۔ ② اگر ان میں ثخینین کی شرائط نہ ہوں تو بالاتفاق مسح ناجائز ہے۔ ③ موٹے کپڑے کے ہوں مگر منعل نہ ہوں تو اس صورت میں امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مسح جائز نہیں ہے اور صاحبین کے نزدیک جائز ہے۔

السوال الثانی (الف) باب الاذان، الاذان سنة للصلوات الخمس و الجمعة لا سواها للفل المتواتر و لا ترجيع فيه و يزيد فی اذان الفجر بعد الفلاح الصلوة خير من النوم.

(۱) عبارت کا معنی خیز ترجمہ کیجئے۔ (۲) عبارت پر اعراب لگایئے۔ (۳) ترجیع فی الاذان کی تعریف

www.Bhalli.Info

کیجئے۔ (۴) اذان میں ترجیع سنت ہے یا عدم ترجیع سنت ہے اس مسئلہ کو دلائل کی روشنی میں حل کیجئے۔

الجواب الثانی (الف) اس سوال میں چار امور حل طلب ہیں

① ترجمہ۔ ② اعراب۔ ③ ترجیع فی الاذان کی تعریف ④ اذان میں ترجیع سنت ہے یا عدم ...

☆ (۱) ترجمہ: باب اذان کے احکام کے بارے میں، اذان نقل متواتر کی وجہ سے پانچ نمازوں اور جمعہ کے لئے سنت ہے نہ کہ ان کے ماسوئی کے لئے اور اذان میں ترجیع نہیں ہے اور فجر کی اذان میں حی الفلاح کے بعد دو بار الصلوة خیر من النوم پڑھا جائے۔

☆ (۲) اعراب: بَابُ الْاَذَانِ، اَلْاَذَانُ سُنَّةٌ لِلصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ وَ الْجُمُعَةِ لَا سِوَاهَا لِلنَّقْلِ الْمُتَوَاتِرِ وَ لَا تُرْجِيْعَ فِيْهِ وَ يَزِيْدُ فِيْ اَذَانِ الْفَجْرِ بَعْدَ الْفَلَاحِ اَلصَّلٰوةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ

☆ (۳،۴) **ترجیع سنت ہے یا نہیں:** اذان کی ترجیع کی صورت یہ ہے کہ شہادتین کا ... تلفظ کرے پہلے دو مرتبہ پست آواز کے ساتھ اور پھر دو بار بلند آواز کے ساتھ ہمارے ہاں اذان میں ترجیع نہیں ہے جبکہ امام شافعیؒ اذان میں ترجیع کے قائل ہیں۔

ہمارے علماء نے لکھا ہے کہ ملك منزل من السماء کی اذان میں بھی ترجیع نہیں اسی طرح سعد قرظ مؤذن مسجد قباء کی اذان میں ترجیع نہیں ہے اور سب سے بڑھکر یہ کہ سید المؤذنین حضرت بلالؓ کی اذان میں ترجیع نہیں ہے۔ شافعیہ حضرات حدیث ابومحذورہ سے استدلال فرماتے ہیں کہ اس کے تقریباً تمام طرق میں ترجیع موجود ہے۔ اس کے بارے میں ہمارے صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ وما رواه كان تعليماً فظنه ترجيعاً۔ اس کی وضاحت آگے حدیث ابومحذورہ کے ذیل میں آرہی ہے۔ وہ حضرات حدیث ابومحذورہ کی ترجیع ثابت کرتے ہیں، چنانچہ امام النوویؒ فرماتے ہیں کہ حدیث ابومحذورہ عبداللہ بن زید کی حدیث سے متاخر ہے اس لئے کہ ابومحذورہ کی اذان کا قصہ ... ہ میں غزوہ حنین کے بعد پیش آیا اور عبداللہ بن زید کی حدیث ابتداء امر کی ہے اس کا جواب حضرت ... نے بذل المجہود میں یہ دیا ہے کہ کسی نے حضرت امام احمد بن حنبل سے یہی سوال کیا کہ کیا حدیث ابو محذورہ عبداللہ بن زید کی حدیث سے مؤخر نہیں ہے؟ انھوں نے برجستہ فرمایا۔ اليس قد رجع رسول الله ﷺ الى المدينه فاقر بلالا على اذان عبدالله بن زيد۔ یعنی اگر چہ یہ صحیح ہے کہ ابومحذورہ کی حدیث عبداللہ بن زیدان کی حدیث سے مؤخر ہے لیکن یہ تو سوچئے کہ ابومحذورہ کی اذان کے واقعہ کے بعد کیا حضور اپنے سفر سے لوٹ کر مدینہ منورہ نہیں گئے تھے اور وہاں جا کر پھر وہی اذان کے مطابق تھی اس کو برقرار نہیں رکھا تو پھر بتلایئے کونسی اذان مؤخر ہوئی۔

شیخ ابن الھمام کی رائے: اور شیخ ابن الہمام نے حدیث ابومحذورہ کا ایک اور جواب دیا ہے یہ کہ طبرانی کی ایک روایت میں ابومحذورہ کی حدیث میں ترجیع نہیں ہے لہذا حدیث ابو محذورہ ...

... طلب ہوئی۔ بخلاف حدیث عبداللہ بن زید کے کہ اس کے کسی طریق میں ترجیع نہیں ہے۔

السوال الثانی (ب) ...... وجلس في الاخيرة كما جلس في الاولى ويتشهد و صلى الله على النبي عليه السلام.

(۱) نماز کے قعدہ اولی اور اخیرہ میں افتراش سنت ہے یا تورک دلیل کے ساتھ تحریر کیجئے۔ (۲) افتراش اور تورک کی تفسیر ذکر کیجئے۔ (۳) نماز میں تشہد کا کیا حکم ہے؟ (۴) صلات علی النبی علیہ السلام نماز میں فرض ہے یا واجب ہے اس اختلاف کو دلیل کے ساتھ بیان کیجئے۔ (۵) صلاۃ علی النبی علیہ السلام خارج صلات کا کیا حکم ہے؟

الجواب الثانی (ب) اس سوال میں چار امور حل طلب ہیں

① نماز کے قعدہ اولی اور اخیرہ میں افتراش سنت ہے یا تورک۔ ② افتراش اور تورک کی تفسیر۔ ☆③ نماز میں تشہد کا حکم؟ ☆④ صلات على النبي عليه السلام نماز میں فرض ہے یا واجب ہے۔

☆(۱) **نماز کے قعدہ اولی اوراخیرہ میں افتراش سنت ہے یا تورک:**

مذاهب ائمه: امام ابوحنیفہ کے نزدیک تشہد اول ہو یا آخر دونوں میں افتراش مسنون ہے یعنی بائیں پاؤں کو بچھا کر اس پر سُرین رکھنا اور دایاں پاؤں کھڑا کرنا۔ اور امام مالک کے یہاں مطلقاً تورک ہے یعنی سُرین کو زمین پر رکھنا اور دونوں پاؤں زمین پر بچھا کر دائیں جانب نکالنا، عورت کے حق میں حنفیہ بھی اسی کے قائل ہیں۔ اور امام شافعیؒ و احمد کے نزدیک تشہد اول و ثانی میں فرق ہے اول میں افتراش، اور ثانی میں تورک اور جس نماز میں ایک ہی تشہد ہو جیسے فجر اور جمعہ کی نماز اس میں امام احمد کے یہاں افتراش ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک اس میں بھی تورک ہے تو گویا امام احمد کے نزدیک تورک اس نماز کے ساتھ خاص ہوا جو تشہد والی ہو اور امام شافعیؒ کے یہاں یہ قید نہیں بلکہ اس تشہد کے بعد سلام ہے خواہ وہ ایک تشہد والی ہو یا دو اس میں تورک ہے۔

اصل منشاء تو اس اختلاف کا اختلاف احادیث ہے لیکن حکمت اور مصلحت کے درجہ میں شافعیہ کے نزدیک تورک کی علت طول جلوس ہے افتراش میں چونکہ نسبۃً مشقت ہوتی ہے اور تشہد اخیر طویل ہوتا ہے اس لیے اس میں تورک رکھا گیا۔ بخلاف قعدہ اولی کے کہ اس میں بوجہ مختصر ہونے کے کوئی مشقت نہ تھی اس لیے اس میں افتراش جو کہ اصل ہے اس کو باقی رکھا گیا، یہ تو شافعیہ کہتے ہیں اور حنابلہ یہ حکمت بیان کرتے ہیں کہ اصل تو قعود میں افتراش ہے لیکن بعد میں آنے والے کو تاکہ معلوم ہو جائے کہ امام کون سے تشہد میں ہے اس لیے اول و آخر کی کیفیت جلوس میں فرق رکھا گیا ہے اور ان نمازوں میں ایک ہی تشہد ہوتا ہے وہاں فرق اور تمیز کی حاجت ہی نہیں۔

ابن عمر فرماتے ہیں تشہد میں بیٹھنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ وہاں پاؤں کھڑا رکھے اور بائیں

www.Bhalli.Info

پاؤں کو موڑے یعنی موڑ کر زمین پر بچھادے۔

☆(۲) افتراش اور تورک کی تفسیر:

یہ اثر ابن عمرؓ مجمل ہے اس میں یہ نہیں بیان کیا گیا کہ بائیں پاؤں کو زمین پر بچھا کر کیا کر... پاؤں پر ہی سُرین رکھے یا زمین پر رکھے اگر پاؤں پر رکھنا مراد ہے تب تو یہ افتراش ہو جائیگا... زمین پر رکھنا مراد ہے تب تو یہ تورک ہوگا۔ یہ روایت دراصل مؤطا امام مالک کی ہے اس کے بعض... میں تو اسی طرح مجملاً ہے۔ اور ایک دوسری روایت میں اس کی وضاحت مذکور ہے وہ یہ کی... زمین پر رکھتے نہ کہ قدم پر لہٰذا یہ تورک ہو جائے گا۔ اس روایت میں ایک اور اعتبار سے بھی اجمال... وہ یہ کہ یہ کیفیت جلوس مطلقاً ہے جیسا کہ مالکیہ کہتے ہیں یا صرف قعدہ اخیرہ میں۔

حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں ایک دوسری روایت کو سامنے رکھ کر یہ فیصلہ کیا ہے کہ... اس حدیث میں قعدہ اخیرہ ہی مراد کما ہو مسلک الشافعیہ۔

حنفیہ کے دلائل : اور حنفیہ جو مطلقاً افتراش کے قائل ہیں ان کا استدلال حدیث... رحدیث المسی فی الصلوٰۃ اور ایسے ہی وائل بن حجر کی روایات سے ہے۔ (بذل ص ۱۵)

☆(۳) **نماز میں تشہد کا حکم:** یہاں پر یہ دو مسئلے ہیں اول تشہد کا حکم ثانی... امام کے نزدیک کونسا تشہد راجح ہے اس لئے کہ تشہد متعدد صحابہ کی روایات سے مختلف الفاظ میں... ہے۔ تیسری بات الفاظ تشہد کی تشریح۔

بحث اول: امام مالک کے نزدیک تشہد اول وآخر دونوں سنت مؤکدہ ہیں۔ امام شافعی اور امام... القول الصحیح کے نزدیک تشہد اول واجب اور تشہد ثانی فرض ہے۔ اور حنفیہ کی ظاہر الروایۃ میں... واجب ہیں اور روایت ثانیہ یہ ہے کہ اول سنت اور ثانی واجب ہے۔

بحث ثانی: روایات حدیثیہ میں تین تشہد زیادہ مشہور ہیں (۱) تشہد ابن مسعودؓ (۲) تشہد ابن عباسؓ (۳) تشہد عمر بن الخطابؓ تشہد ابن مسعودؓ کے الفاظ وہ ہیں کہ جو ہم اور آپ پڑھتے ہیں اور تشہد ابن عباسؓ کے الفاظ یہ ہیں التحیات المبارکات الصلوات الطیبات لله السلام علیك ایها النبی ورحمة الله وبرکاته الی اخرہ۔ اور تشہد عمرؓ جو مؤطا امالک میں اور مشکوۃ میں بھی ہے... کے لفظ یہ ہیں التحیات لله الزاکیات لله الطیبات الصلوات لله السلام علیك ایها النبی الی اخرہ۔ ان تینوں میں سے حنفیہ وحنابلہ نے تشہد اول اور امام شافعیؒ نے تشہد ثانی اور امام مالکؒ نے تشہد ثالث کو اختیار کیا ہے۔ تشہد ابن مسعودؓ کی متعدد وجوہ ترجیح ہیں۔

① یہ تشہد بیس سے زائد طرق سے مروی ہے ② متعدد صحابہ سے مروی ہے۔ ③ اس کے الفاظ تمام طرق وروایات میں ایک ہی ہیں کوئی اختلاف نہیں۔ ④ یہ تشہد متفق علیہ ہے۔

☆(۵) **صلاۃ علی النبی علیه السلام خارج صلات کا حکم؟** قعدہ نماز میں ...

...ت تک الفاظ صلوٰۃ وسلام اسی طرح کہنا مسنون ہے جس طرح اوپر منقول ہوئے ہیں اور خارج نماز ...اب آنحضرت ﷺ خود مخاطب ہوں جیسا کہ آپ ﷺ کے عہد مبارک میں وہاں تو وہی الفاظ الصلوٰۃ والسلام علیك کے اختیار کئے جائیں۔ آپ ﷺ کی وفات کے بعد روضہ اقدس کے سامنے جب سلام عرض کیا جائے تو اس میں بھی صیغہ السلام علیک کا اختیار کرنا مسنون ہے۔ اس کے علاوہ جہاں غائبانہ صلوٰۃ وسلام پڑھا جائے تو صحابہ وتابعین اور ائمہ امت سے صیغہ غائب کا استعمال ...منقول ہے مثلاً ''ﷺ'' جیسا کہ عام محدثین کی کتابیں اس سے لبریز ہیں۔

اس پر بھی جمہور فقہاء کا اتفاق ہے جب کوئی آنحضرت ﷺ کا ذکر کرے یا سنے تو اس پر درود شریف واجب ہو جاتا ہے۔ کیونکہ حدیث میں آپ ﷺ کے ذکر مبارک کے وقت درود شریف نہ پڑھنے پر سخت وعید آئی ہے۔

السوال الثالث (الف) ...... ولیس فی الفصلان والعجاجیل و الحملان صدقة عند ابی حنیفة الا ان یکون معها کبار.

(۱) فصلان، عجاجیل اور حملان کی تفسیر بیان کیجئے۔ (۲) مسئلہ کی صورت قلم بند کیجئے۔ (۳) مسئلہ مذکورہ میں اقوال فقہاء کرام کو دلیل کے ساتھ تحریر کیجئے۔

الجواب الثالث (الف) اس سوال میں تین امور حل طلب ہیں

① فصلان، عجاجیل اور حملان کی تفسیر۔ ② مسئلہ کی صورت۔ ③ اقوال فقہاء

☆(۱) **تفسیر الفاظ :**

فصلان جمع فصیل اونٹنی کا بچہ جو ایک سال سے کم کا ہو۔ یعنی ابن مخاض نہ ہوا ہو۔

حملان جمع حمل بکری، گائے یا بھینس کا بچہ جو پہلے سال میں ہو۔

عجاجیل جمع عجول بمعنی بچھڑا جو پہلے سال میں ہو۔

☆(۲،۳) **مسئلہ کی صورت، اقوال فقہاء:**

بکری، اونٹ، گائے کے چھوٹے بچوں میں زکوٰۃ نہیں یہ امام صاحب کا آخری قول ہے جس کو امام محمد نے اختیار کیا ہے اور ثوری وشعبی کا یہی قول ہے تحفہ میں اس کی تصحیح ہے۔ پہلا قول یہ ہے کہ جو ...وں میں واجب ہے وہی چھوٹوں میں واجب ہے اس کو امام زفر نے اختیار کیا ہے اور امام مالک بھی اسکے قائل ہیں تیسرا قول یہ ہے کہ انہیں میں سے ایک دیدینا چاہئے اس کو امام ابو یوسف نے اختیار کیا ہے اور امام شافعی واوزاعی اس کے قائل ہیں محمد ابن شجاع کہتے ہیں کہ اگر امام صاحب کوئی چوتھا قول کرتے تو میں اس کو لیتا پھر مسئلہ مذکورہ کی صورت یہ ہے کہ شروع سال میں بڑے بھی ہوں اور چھوٹے بھی ہوں اور درمیان سال میں بڑے مرجائیں اور چھوٹوں پر سال گذر جائے تو تمام سال

www.Bhalli.Info

ہونے پر چھوٹوں میں زکوۃ نہیں۔

السوال الثالث (ب) …… و لیس فی قتل الغراب و الحداۃ و الذئب و الحیۃ و العقرب و الفارۃ و الکلب العقور جزاء و لیس فی قتل البعوض و النمل و البراغیث و القراد شیء .

(۱) عبارت کا دل نشین ترجمہ کرکے اعراب لگایئے۔ (۲) عبارت کی وضاحت ہدایہ کی طرح دلائل کے ساتھ تشریح کیجئے۔ (۳) کلب عقور سے کیا مراد ہے؟ (۴) غراب سے کوے کی کوئی خاص قسم مراد ہے یا عام کوا مراد ہے۔

الجواب الثالث (ب) اس سوال میں چار امور حل طلب ہیں

① ترجمہ و اعراب۔ ② عبارت کی وضاحت ③ کلب عقور سے مراد۔ ④ غراب سے مراد۔

☆ (۱) **ترجمہ:** اور کوے، چیل، بھیڑیے، سانپ، بچھو، اور کٹکھنے کتے کے مارنے میں کوئی جزا نہیں ہے۔ اور مچھر، چیونٹی پسو اور چچڑی کے مارنے میں کچھ واجب نہیں ہے۔

اعراب: وَ لَيْسَ فِي قَتْلِ الْغُرَابِ وَ الْحِدَاةِ وَ الذِّئْبِ وَ الْحَيَّةِ وَ الْعَقْرَبِ وَ الْفَارَةِ وَ الْكَلْبِ الْعَقُوْرِ جَزَاءٌ وَ لَيْسَ فِيْ قَتْلِ الْبَعُوْضِ وَ النَّمْلِ وَ الْبَرَاغِيْثِ وَ الْقُرَادِ شَيْءٌ .

☆ (۲) **عبارت کی وضاحت:**

الکلب العقور: اس کی تفسیر میں بھی اختلاف ہے بعض کہتے ہیں اس سے معروف کتے ہی مراد ہیں۔ اور بعض علماء نے اس کی تفسیر اس سے کی ہے اور بعض ذئب سے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ کلب عقور سے السبع العادی (ہر وہ درندہ جو انسان پر حملہ کرے) مراد ہے یہ کل چار قول ہو گئے۔

اور ہدایہ میں کہا گیا کہ کلب عقور سے مراد ذئب ہے اور یا یہ کہ ذئب بھی اسی کے حکم میں ہے پھر آگے فرماتے ہیں امام ابوحنیفہ سے مروی ہے کہ کلب عقور وغیر عقور، مستانس اور متوحش سب برابر ہیں اس لئے کہ اعتبار جنس کا ہے اور کلب عقور کے قتل میں نہ فدیہ ہے نہ گناہ ہے۔

☆ (۴) **غراب سے مراد:** اور دوسری روایت میں الغراب کی جگہ الحیہ مذکور ہے۔ غراب سے کونسا کوا مراد ہے اس میں اختلاف ہے اس لئے کہ غراب کی بہت سی قسمیں ہیں۔ اس میں فقہاء و شراح حدیث نے تفصیلی کلام کیا ہے۔

غراب البقع وہ ہے جو نجاست اور مردار کھاتا ہے جس کے بدن میں بعض حصہ سفید ہوتا ہے۔ اور وہ غراب جو غلہ دانہ وغیرہ کھاتا ہے جس کو غراب الزرع او زاغ بھی کہتے ہیں۔ جو سارا سیاہ ہوتا ہے سفیدی اس میں نہیں ہوتی جمہور کے نزدیک یہاں حدیث میں وہ مراد نہیں ہے کیونکہ یہ قسم ماکول و حلال ہے محرم کے لئے اس کا شکار جائز نہیں۔

الورقة الثالثة …… فی الفقه …… وفاق المدارس العربية باكستان …… شعبان ۱۴۲۹ھ

ورقة الاختبار السنوی للمرحلة العالية …… للبنات …… مجموع الدرجات ۱۰۰ …… الوقت ۳ ساعات

ملحوظة: اجب عن احد الشقين من كل سوال فقط ان اجبت بالعربية الفصحى تستحق عشر درجات

السوال الاول (الف) …… و الغدير العظيم الذی لا يتحرك احد طرفيه بتحريك الطرف الاخر اذا وقعت نجاسة فی احد جانبيه جاز الوضوء من الجانب الاخر.

(۱) عبارت بالا کا بامحاورہ ترجمہ کرکے اعراب لگایئے۔ (۲) غدیر عظیم کی تعریف کیجئے۔ (۳) غدیر عظیم کا حکم فقہاء کرام کے اقوال کی روشنی میں سپرد قلم کیجئے۔

الجواب الاول (الف) اس سوال میں تین امور حل طلب ہیں

① عبارت بالا کا بامحاورہ ترجمہ کرکے اعراب لگایئے۔ ② غدیر عظیم کی تعریف کیجئے۔ ③ غدیر عظیم کا حکم فقہاء کرام کے اقوال کی روشنی میں سپرد قلم کیجئے۔

اعراب: وَ الْغَدِيْرُ الْعَظِيْمُ الَّذِيْ لَا يَتَحَرَّكُ اَحَدُ طَرَفَيْهِ بِتَحْرِيْكِ الطَّرَفِ الْاٰخَرِ اِذَا وَقَعَتْ نَجَاسَةٌ فِيْ اَحَدِ جَانِبَيْهِ جَازَ الْوُضُوْءُ مِنَ الْجَانِبِ الْاٰخَرِ.

بقیہ حل پرچہ ۱۴۲۵ھ میں ملاحظہ فرمائیں

السوال الاول (ب) …… و المسافر اذا نسی الماء فی رحله فتيمم و صلی ثم ذكر الماء لم يعدها عند ابی حنيفة و محمد و قال ابو يوسف يعيدها.

(۱) عبارت مذکورہ کا ترجمہ کیجئے اور اس پر اعراب لگایئے۔ (۲) اگر پانی مسافر کی پشت پر لادا ہوا تھا، یا گردن میں لٹکا یا ہوا تھا یا اس کے سامنے تھا اور وہ بھول گیا تو کیا ان صورتوں میں تیمم کرکے نماز پڑھنی درست ہے۔ (۳) طرفین اور قاضی ابو یوسف کے اختلاف کو مکمل اور مدلل قلم بند کریں۔

الجواب الاول (ب) اس سوال میں تین امور حل طلب ہیں

① ترجمہ و اعراب۔ ② اگر مسافر پانی بھول جائے۔ ③ طرفین و ابو یوسف کا اختلاف۔

☆ (۱) **ترجمہ:** اور جب مسافر اپنے کجاوے میں پانی بھول جائے تو پھر وہ تیمم کرکے نماز پڑھے پھر اسے پانی یاد آئے تو طرفین کے نزدیک نماز کا اعادہ نہ کرے اور امام ابو یوسف نے فرمایا کہ نماز کا اعادہ کرے۔

اعراب: وَ الْمُسَافِرُ اِذَا نَسِيَ الْمَاءَ فِيْ رَحْلِهٖ فَتَيَمَّمَ وَ صَلّٰى ثُمَّ ذَكَرَ الْمَاءَ لَمْ يُعِدْهَا عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَ مُحَمَّدٍ وَ قَالَ اَبُوْيُوْسُفُ يُعِيْدُهَا.

☆ (۲) **اگر مسافر پانی بھول جائے:**

اگر مسافر اپنے کجاوہ میں پانی بھول جائے اور تیمم کرکے نماز پڑھ لینے کے بعد پانی یاد آجائے

www.Bhalli.Info

تو طرفین کے نزدیک نماز دہرانے کی ضرورت نہیں کیونکہ جب تک یادداشت اور علم نہ ہوتو پانی قدرت شمار نہیں کی جاسکتی۔ اور پانی کی موجودگی کا مطلب اس پر قدرت کا ہونا ہی ہے۔ امام ابو یوسف اور امام شافعی نماز لوٹانے کا حکم دیتے ہیں۔ کیونکہ جب پانی موجود ہے تو پھر تیمم کیسے صحیح ہوسکتا ہے۔

☆ (۳) طرفینؒ وابو یوسفؒ کا اختلاف۔ اوپر حل گذرا

السوال الثاني (الف) ...... قال و سجد على انفه و جبهته فان اقتصر على احدهما جاز عند ابى حنيفة و قالا لا يجوز الاقتصار على الانف الا من عذر.

(۱) عبارت کا ترجمہ کرکے اعراب لگائیے۔ (۲) مذکورہ مسئلہ کو دلائل کے ساتھ تحریر کیجئے۔

(۳) وضع اليدين والركبتين فى السجود کا کیا حکم ہے؟

الجواب الثاني (الف) اس سوال میں تین امور حل طلب ہیں

① ترجمہ واعراب۔ ② مذکورہ مسئلہ کے دلائل ③ وضع اليدين والركبتين فى السجود کا حکم

☆ (۱) ترجمہ: امام قدوریؒ نے کہا کہ اپنی ناک اور پیشانی پر سجدہ کرے پھر اگر ان دونوں میں سے کسی ایک پر اکتفا کرے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ ناک پر اکتفا کرنا جائز نہیں ہے مگر عذر کی وجہ سے۔

اعراب: قَالَ وَ سَجَدَ عَلَى اَنْفِهِ وَ جَبْهَتِهِ فَاِنِ اقْتَصَرَ عَلٰى اَحَدِهِمَا جَازَ عِنْدَ اَبِىْ حَنِيْفَةَ وَ قَالَا لَا يَجُوْزُ الْاِقْتِصَارُ عَلَى الْاَنْفِ اِلَّا مِنْ عُذْرٍ.

☆ (۲،۳) مذکورہ مسئلہ کے دلائل و حکم:

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں حقیقت سجود وضع الوجه على الارض ہے پھر وجہ میں دو ہیں جبہہ (پیشانی) اور انف لیکن اصل ان دونوں میں پیشانی ہے اس لئے اقتصار على الجبهة جائز ہے گویا بلا عذر مکروہ ہے لیکن اقتصار على الانف جائز نہیں جمہور اور صاحبین کا یہی مذہب لیکن امام صاحبؒ کے نزدیک اقتصار على الانف بھی جائز مع الكراهة ہے۔ اس کے علاوہ اعضاء حدیث میں جو مذکور ہیں۔ یدین، رکبتین، قدمین، سجدہ میں ان کا زمین پر بطریق سنت ہے۔ یہی مذہب ہے حنفیہ اور مالکیہ کا اور ایک قول شافعیہ کا لیکن امام شافعی کا اظہر القولین اور امام احمدؒ کا مذہب یہ ہے کہ ان اعضاء سجدہ مذکورہ فی الحدیث کو زمین پر رکھنا فرض ہے یہی امام زفرؒ کا مذہب ہے، بدائع میں لکھا ہے کہ کتاب اللہ میں مطلق سجود کا حکم وارد ہے جس کی حقیقت وضع الوجه على الارض ہے لہٰذا اس حکم مطلق کی تقیید خبر واحد کے ذریعے سے جائز نہ ہوگی بلکہ ان باقی اعضاء مذکورہ فی الحدیث کو بیان سنت کہا جائے گا۔

اشکال وجواب: یہاں پر ایک سوال ہوتا ہے کہ فقہاء احناف لکھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص

سجدہ کے وقت دونوں قدم زمین پر نہ رکھے تو اس کا سجدہ باطل ہے اس سے معلوم ہوا کہ وضع القدمین بھی حقیقت سجود میں داخل ہے اس کا جواب یہ ہے کہ حقیقت میں تو داخل نہیں لیکن چونکہ رفع قدمین کے ساتھ سجدہ کرنے میں سخریہ اور استہزاء کے معنی پیدا ہو جاتے ہیں اس لئے بطلان صلوٰۃ کا حکم لگایا جاتا ہے۔

سنت بہر حال یہ ہے کہ پیشانی کے ساتھ ناک بھی زمین پر رکھے یہ عندالجمہور ہے۔ اور امام احمد و اسحاق بن راہو و اوزاعی کے نزدیک دونوں پر سجدہ کرنا واجب ہے، مصنفؒ چونکہ حنبلی ہیں غالباً اس لئے یہ ترجمہ قائم ہے۔

قوله ان رسول الله ﷺ رؤى وعلى جبهته و على انفه اثر طين من صلوة صلاها بالناس، یعنی ایک مرتبہ کا قصہ ہے کہ آپ ﷺ کسی نماز کو پڑھا کر فارغ ہوئے تو آپ کی پیشانی اور ناک دونوں سجدہ کی وجہ سے مٹی لگی ہوئی دیکھی گئی۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ سجدہ پیشانی اور ناک دونوں پر کرتے تھے لیکن اس سے وجوب پر استدلال درست نہیں اس لیے مجرد فعل وجوب کو مقتضی نہیں ہے۔

السوال الثاني (ب) ...... باب صلوة الكسوف قال اذا انكسفت الشمس صلى الامام بالناس ركعتين كهيأة النافلة فى كل ركعة ركوع واحد ويطول القرائة فيهما ويدعو بعدها حتى تنجلى الشمس.

(۱) عبارت کا مطلب خیز ترجمہ کیجئے۔ (۲) صلوٰۃ کسوف کی ہر رکعت میں ایک رکوع اور دو رکوع کے بارے میں فقہاء امت کا اختلاف ادلہ کے ساتھ زیب قرطاس کیجئے۔ (۳) صلوٰۃ کسوف میں قراءت سراً یا جہراً کا مسئلہ اقوال فقہاء کی روشنی میں لکھئے۔

الجواب الثاني (ب) اس سوال میں تین امور حل طلب ہیں

① ترجمہ۔ ② صلوٰۃ کسوف میں فقہاء امت کا اختلاف۔ ③ قراءت صلوٰۃ کسوف میں اقوال فقہاء۔

☆ (۱) ترجمہ:

باب نماز کسوف کے بارے میں، جب سورج گہن ہو تو امام لوگوں کو نماز پڑھائے دو رکعتیں نفل کی طرح اور ہر رکعت میں ایک ہی رکوع ہے اور ان میں قراءت طویل کرے اور دعا کرے اس کے بعد یہاں تک سورج کھل جائے۔

☆ (۲) صلوۃ کسوف میں فقہاء امت کا اختلاف:

❶ مذہب احناف: ان کے نزدیک صلوة کسوف عام نمازوں کی طرح ہے قراءت طویلہ کے ساتھ صرف دو رکعتیں معروف طریقہ سے ادا کی جائیں گی۔

www.Bhalli.Info

❷ مذہب جمہور علماء وائمہ ثلاثہ: ان کے نزدیک صلوۃ کا طریقہ باقی نمازوں سے بالکل مختلف ہے یعنی دو رکعتیں ہیں ہر رکعت میں دو رکوع دو قیام ہیں ایک رکوع کے بعد قیام کرے دوسرے قیام کے بعد پھر رکوع کرے البتہ سجود و تشہد عام نمازوں کی مانند ہیں۔

دلائل احناف ❶ روایت حضرت نعمان بن بشیرؓ قال اذا خسفت الشمس و القمر فصلوا كما حدث صلوة صليتموها۔ ❷ نسائی میں حضرت سمرہ بن جندبؓ کی روایت ہے فصلی فقام كاطول قيام ماقام بنافی صلوة قط الخ اس میں صرف ایک رکوع کا ذکر ہے۔ ❸ بخاری میں حضرت ابو بکرہ کی روایت خسفت الشمس على عهد رسول الله ﷺ تخرج يجرر رداءه حتى انتهى الى المسجد و ثاب اليه الناس فصلى بهم ركعتين ❹ نسائی میں یہ الفاظ ہیں فصلى ركعتين كما تصلون ❺ ابن حبان اور حاکم میں بھی فصلى بهم ركعتين مثل صلوتكم کے الفاظ مروی ہیں۔

دلائل جمہور: ان کا استدلال حضرت ابن عمرؓ، ابن العاصؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت عائشہؓ حضرت اسماءؓ کی معروف روایات سے ہے جو صحاح میں مروی ہیں۔

جوابات: ❶ آپ ﷺ نے طویل رکوع فرمایا تو بعض صحابہؓ نے سمجھا کہ آپ اٹھ نہ گئے ہوں تو انہوں نے اٹھ کر دیکھا جب کہ آپ تاہنوز رکوع کی حالت میں تھے تو دوبارہ رکوع میں چلے گئے اس سے پیچھے والوں نے یہ سمجھا کہ یہ دوسرا رکوع ہے۔

❷ اس نماز میں بلاشبہ دو بلکہ پانچ رکوع تک کا بھی روایات میں ثبوت ملتا ہے تاہم یہ آنحضرت ﷺ کی خصوصیت تھی یہی وجہ ہے کہ دو رکوع والی روایات یا تو عورتوں سے مروی ہیں یا صغار صحابہ سے جو عموما پچھلی صفوں میں ہوتے تھے۔ دراصل اس نماز میں متعدد غیر معمولی واقعات پیش آئے اور آپ کو جنت وجہنم کا نظارہ کرایا گیا اس لئے کئی رکوع فرمائے لیکن یہ جزو صلاۃ نہیں تھے بلکہ سجدہ شکر کی طرح رکوعات تخشع تھے اور نیز ان کی ہیئت عام رکوعات سے مختلف تھی اور امت کے لئے آپ نے تصریح فرمادی فاذا رئيتم منا ذلك شيئا فصلوا كاحدث صلوة مكتوبة صليتموها دیکھو اگر ایک سے زائد رکوع جزو صلاۃ ہوتے تو آپ یہ حکم نہ دیتے۔

☆ (۳) قرائت صلوۃ کسوف میں اقوال فقہاء:

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک دونوں رکعتوں میں قرائت سرا ہے نیز امام مالکؒ و امام شافعیؒ کا بھی قول ہے، صاحبینؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک جہرا ہے۔ دلیل صاحبین حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے صلوۃ کسوف میں قرائت زور سے پڑھی۔ دلیل احناف حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ میں نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ نماز کسوف پڑھی تو آپ ﷺ سے قرائت کا ایک

حرف نہیں سنا۔ اخفاء قرائت کی روایتیں چونکہ مردوں کی ہیں اس لئے ان کو ترجیح ہوگی کیونکہ بوجہ قرب ان پر حال زیادہ واضح ہوتا ہے۔

السوال الثالث (الف) ...... و ينبغى للناس ان يلتمسوا الهلال فى اليوم التاسع و العشرين من شعبان فان راوه صاموا، و ان غم عليهم اكملوا عدة شعبان ثلثين يوما ثم صاموا، و لا يصومون يوم الشك الا تطوعا.

(۱) عبارت کا سلیس ترجمہ کرکے اعراب لگائیے۔ (۲) یوم الشک کی تفسیر لکھیے۔ (۳) صوم یوم الشک کی چھ صورتیں اور ان کا حکم تحریر کیجئے۔

الجواب الثالث (الف) اس سوال میں تین امور حل طلب ہیں

① عبارت کا سلیس ترجمہ کرکے اعراب لگائیے۔ ② یوم الشک کی تفسیر۔ ③ صوم یوم الشک کی چھ صورتیں اور ان کا حکم تحریر کیجئے۔

☆ (۱) ترجمہ: لوگوں کے واسطے مناسب ہے کہ وہ شعبان کی انتیسویں تاریخ میں چاند تلاش کریں۔ پس اگر انہوں نے چاند دیکھا تو روزہ رکھیں اور اگر ان پر چاند مشتبہ ہوگیا تو شعبان کے تیس دن پورے کرلیں پھر روزہ رکھیں۔

اعراب: وَ يَنْبَغِىْ لِلنَّاسِ اَنْ يَّلْتَمِسُوا الْهِلَالَ فِى الْيَوْمِ التَّاسِعِ وَ الْعِشْرِيْنَ مِنْ شَعْبَانَ فَاِنْ رَاَوْهُ صَامُوْا، وَ اِنْ غُمَّ عَلَيْهِمْ اَكْمَلُوْا عِدَّةَ شَعْبَانَ ثَلٰثِيْنَ يَوْمًا ثُمَّ صَامُوْا، وَ لَا يَصُوْمُوْنَ يَوْمَ الشَّكِّ اِلَّا تَطَوُّعًا.

☆ (۲) یوم الشک کی تفسیر

یوم شک سے مراد شعبان کا آخری دن ہے جس کے بارے میں یہ بھی احتمال ہے کہ وہ رمضان کا پہلا دن ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ شعبان کا آخری دن یعنی شعبان کی تیس تاریخ ہو۔ لیکن یہ واضح رہے کہ شعبان کا آخری دن یعنی تیسویں شعبان یوم الشک اس صورت میں ہوگا جب کہ انتیس شعبان کو مطلع صاف نہ ہونے کی وجہ سے چاند کے ہونے اور نہ ہونے میں شک ہو۔ اور اگر مطلع صاف ہو تو اگلا دن یوم شک نہیں کہلائے گا۔ بہر حال یوم شک میں نفلی روزہ کے علاوہ روزہ نہ رکھا جائے اور دلیل یہ حدیث ہے لا يصام اليوم الذى يشك فيه انه من رمضان.

☆ (۳) صوم یوم الشک کی چھ صورتیں اور ان کا حکم:

مصنف ہدایہ نے اس مسئلہ کی پانچ صورتیں ذکر کی ہیں: ① یہ کہ کسی نے یوم شک میں رمضان کے روزے کی نیت کی ہو، یہ صورت مکروہ ہے اور دلیل وہ حدیث ہے جو دو سطر اوپر مذکور ہے۔ اس پر ایک اعتراض ہے۔ وہ یہ کہ حدیث میں لا یصام نفی کا صیغہ ہے اور نفی عدم جواز پر دلالت کرتی ہے تو

www.Bhalli.Info

اس سے یوم شک میں رمضان کے روزے کی نیت سے روزہ رکھنا ناجائز ثابت ہوا نہ کہ مکروہ۔

جواب: حدیث میں نفی، نہی کے معنی میں ہے اور نہی تقاضا کرتی ہے مشروعیت کا۔ پس ... ہوا کہ یوم شک میں رمضان کی نیت سے روزہ رکھنا فی نفسہ تو مشروع ہے مگر نہی کی وجہ سے ممنوع ... ہیا اور ممنوع لغیرہ کا دوسرا نام مکروہ ہے اس وجہ سے کہا گیا کہ اس دن میں رمضان ایک نیت سے روزہ رکھنا جائز تو ہے مگر مکروہ ہے۔

عقلی دلیل یہ ہے کہ یوم شک میں رمضان کی نیت سے روزہ رکھنے میں یہود ونصاری ... ساتھ مشابہت لازم آتی ہے اس طور پر کہ وہ اپنے روزوں کی تعداد میں اضافہ کر دیا کرتے تھے۔

② دوسری صورت یہ ہے کہ یوم شک میں رمضان کے علاوہ کسی دوسرے واجب کی نیت کی ہو۔ مثلاً گذشتہ رمضان کی قضاء کے روزے کی نیت کی ہو یا کفارہ کے روزہ کی، تو یہ بھی مع الکراہت جائز ہے۔ دلیل وہی حدیث ہے جس کو ہم روایت کر چکے۔

③ تیسری صورت یہ ہے کہ یوم شک میں نفلی روزے کی نیت کی ہو۔ نفلی روزہ اس دن ... غیر مکروہ ہے کیونکہ لایصام الیوم الذی یشك فیه انه من رمضان الا تطوعا میں نفلی روزہ ... ہے امام شافعیؒ نے فرمایا ہے کہ علی سبیل الابتداء یوم شک میں نفلی روزہ رکھنا مکروہ ہے۔

④ چوتھی صورت یہ ہے کہ نیت کو روزہ رکھنے اور نہ رکھنے کے درمیان دائر کر دے بایں طور ... یوم شک کی شب میں یہ نیت کی اگر کل کا دن رمضان کا ہوا تو روزہ رکھوں گا اور اگر شعبان کا ہوا تو روزہ نہیں رکھوں گا۔ اس نیت کے ساتھ روزہ معتبر نہ ہوگا۔

⑤ یوم شک کے روزہ کی پانچویں صورت یہ ہے کہ وصفِ نیت میں تردد کرے مثلاً یہ کہا کہ اگر کل کا دن رمضان کا ہوا تو میں رمضان کا روزہ رکھوں گا اور شعبان کا ہوا تو واجب آخر یعنی قضاء یا کفارہ کا روزہ رکھوں گا۔ یہ صورت مکروہ ہے کیونکہ جن دو روزوں کے درمیان نیت کو دائر کیا ... دونوں اس دن میں مکروہ ہیں۔

السوال الثالث (ب) ...... فاما یوم النحر فاول وقت الرمی فیه من وقت طلوع الفجر و ان اخر الی اللیل رماه و لا شیء علیه و ان اخره الی الغد رماه و علیه دم.

(۱) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔ (۲) رمی کا وقت یوم النحر کو کب شروع ہوتا ہے ... ایک اختلافی مسئلہ ہے دلائل کے ساتھ اس کو تحریر کیجئے۔ (۳) اگر یوم النحر کی رمی کو دوسرے ... تک مؤخر کر دیا تو کس کے ہاں دم واجب ہے اور کس کے ہاں دم نہیں ہے۔

الجواب الثالث (ب) اس سوال میں تین امور حل طلب ہیں

① اعراب و ترجمہ۔ ② یوم نحر میں رمی کا وقت ③ مؤخر کرنے میں دم کا وجوب۔

(۱) اعراب: فَامَّا يَوْمُ النَّحْرِ فَاَوَّلُ وَقْتِ الرَّمْيِ فِيْهِ مِنْ وَقْتِ طُلُوْعِ الْفَجْرِ وَ اِنْ اَخَّرَ اِلَى اللَّيْلِ رَمَاهُ وَ لَا شَيْءَ عَلَيْهِ وَ اِنْ اَخَّرَهُ اِلَى الْغَدِ رَمَاهُ وَ عَلَيْهِ دَمٌ.

ترجمہ: رہا یوم نحر تو اس میں رمی کا اول وقت طلوع فجر کے وقت سے ہے اور اگر حاجی نے جمرہ ... کی رمی کو رات تک مؤخر کیا تو رات میں رمی کرلے اور اس پر کچھ لازم نہیں ہے اور اگر اس کو ... دوسرے دن تک مؤخر کیا تو رمی کرے اور اس پر قربانی لازم ہے۔

(۲) یوم نحر میں رمی کا وقت:

یوم النحر کی رمی کا وقت الگ ہے اور ایام تشریق کی رمی کا علیحدہ ہے، رمی یوم النحر امام ... شافعی و احمد کے نزدیک نصف لیل کے بعد کر سکتے ہیں یعنی لیلۃ المزدلفہ میں اور حنفیہ و مالکیہ کے ... ایک رات گذارنے پر طلوع فجر کے بعد سے اس کا وقت شروع ہو جاتا ہے اس سے قبل جائز نہیں۔ ... ابراہیم نخعی سفیان ثوری کے نزدیک طلوع شمس کے بعد اس کا وقت شروع ہوتا ہے اور اس پر ... سب کا اتفاق ہے کہ افضل طلوع شمس کے بعد ہی ہے کیونکہ آپ ﷺ نے ایسا ہی کیا تھا۔

اور ایام تشریق کی رمی کا وقت بالاتفاق زوال شمس کے بعد ہوتا ہے، البتہ یوم النفر الثانی ... ۱۳ ذی الحجہ کو اول تو منی میں ٹھہرنا ضروری نہیں کسی کے نزدیک بھی لیکن اگر کوئی شخص ٹھہرے تو پھر ... جمہور (الائمۃ الثلاثۃ والصاحبین) اس دن کی رمی بھی بعد الزوال ہی کر سکتے ہیں اس سے قبل نہیں ... البتہ صرف امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس دن کی رمی قبل الزوال کر سکتے ہیں جائز ہے مع الکراهته۔

عن عائشةؓ انها قالت ارسل النبی ﷺ بام سلمة لیلة النحر فرمت الجمرة قبل الفجر ... آپ ﷺ نے حضرت ام سلمہ کو مزدلفہ سے منی بھیجا تھا رات میں چنانچہ انہوں نے منی آ کر ... رمی کی قبل فجر، یہ حدیث امام شافعی واحمد کے موافق ومؤید ہے مذکورہ بالا مسئلہ میں

حنفیہ کی طرف سے حدیث کی توجیہ:

حنفیہ ومالکیہ کی طرف سے اس کی توجیہ یہ کی جاتی ہے کہ مراد قبل الفجر سے قبل صلوۃ الفجر ہے قبل طلوع الفجر نہیں یا پھر یوں کہا جائے یہ ان کا اپنا فعل ہے بغیر اذن النبی ﷺ۔

(۳) مؤخر کرنے میں دم کا وجوب:

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس پر دم واجب ہوگا کیونکہ جمرہ عقبی کی رمی اپنے وقت سے مؤخر ہوگئی اور امام صاحب کا مذہب ہے کہ نسک حج کا اپنے وقت سے مؤخر ہونا دم کو واجب کرتا ہے۔ صاحبینؒ کے نزدیک دم واجب نہیں ہے کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ جو چیز اپنے وقت سے فوت ہو جاتی ہے اس کی تلافی قضا کے ساتھ کی جاتی ہے اور جس کی چیز کی تلافی قضا سے کی جائے اس میں قضا کے علاوہ اور کوئی دوسری چیز واجب نہیں ہوتی۔

www.Bhalli.Info

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ۝

الورقة الرابعة

الفرائض

سراجی (از ابتداء تا باب الرد)

الورقة الرابعة ...... فی الفرائض ...... وفاق المدارس العربية باكستان ...... شعبان ١٤١٩ھ
الاختبار السنوی للمرحلة العالية ...... للبنات ...... مجموع الدرجات١٠٠ ...... الوقت٣ساعات
ملحوظة: اجب عن احد الشقين من كل سوال فقط ان اجبت بالعربية الفصحى تستحق عشر درجات

السوال الاول (الف) علم الفرائض کی تعریف، موضوع، غرض اور اس کی اہمیت پر قرآن وحدیث کی روشنی میں مختصر مضمون لکھیے۔

الجواب الاول (الف) اس سوال میں چار امور حل طلب ہیں

① علم الفرائض کی تعریف۔ ② موضوع۔ ③ غرض۔ ④ اہمیت۔

(۱) علم فرائض کی تعریف: الفرائض جمع فریضہ کی ہے اور یہ مشتق ہے فرض سے اس کے معانی کلام عرب میں کثیر ہیں مثلاً وجوب قطع کرنا، حصہ، مقدار مقرر کرنا وغیر ذلك اور علم فرائض میں بھی یہ معانی مذکور پائے جاتے ہیں اس لئے اس کا نام بھی فرائض رکھا گیا۔

اصطلاحی تعریف یہ ہے علمٌ باصولٍ من فقه وحسابٍ يعرف به حق الورثة من التركة یعنی علم فرائض فقہ اور علم حساب کے ان قواعد کے جاننے کا نام ہے جن کے ذریعہ ترکہ میت کو وارثوں کے درمیان تقسیم کرنے کی کیفیت معلوم کی جائے۔

(۲) موضوع:
ترکات ہیں اگرچہ بعضوں نے اس کا موضوع ترکہ اور وارث دونوں کو قرار دیا ہے۔

(۳) غاية: حق والوں کا حق پہنچا دینا اور ان کے سہام کی تعیین پر قادر ہونا۔

ارکان: تین ہیں وارث (ترکہ لینے والا) مورث (ترکہ چھوڑ کر مرنے والا) حق موروث اس کی شرائط بھی تین ہیں مورث کی موت حقیقی ہو یا حکمی ہو جیسے مفقود وارث کی حیات حقیقی ہو یا حکمی ہو جیسے حمل اور علم کے سبب کا علم حکم یہ ہے کہ اس کا جاننا فرض کفایہ ہے علمو کی ضمیر تانیث کا مرجع فرائض ہے۔

(۴) اھمیت علم الفرائض: نصف العلم، فرائض کو نصف علم آنحضور ﷺ نے چند وجوہ سے فرمایا ① آدمی کی دو حالتیں ہیں ایک زندگی دوسری مرنے کے بعد۔ دیگر علوم میں زندگی کے پیش آمدہ واقعات اور متعلقہ احکام کا ذکر ہوتا ہے اور فرائض میں بعد الموت کی حالت کا اس لحاظ سے فرائض نصف علم ہوا۔ ② معاملات اور ملک کے بعض اسباب تو اختیاری ہیں جیسے خرید وفروخت وغیرہ اور بعض غیر اختیاری ہیں جیسے میراث جن میں لینے والے اور دینے والے کا کچھ چارہ نہیں خواہ مخواہ ایک ملک سے دوسرے کی ملک میں منتقل ہو جاتا ہے۔
فرائض میں چونکہ غیر اختیاری سبب سے مالک ہونے کی بحث ہوتی ہے لہذا فرائض نصف علم ہوا اور باقی نصف وہ ہے جس میں اسباب اختیاری سے مالک ہونے کی بحث ہوتی ہے ③ اس کی

www.Bhalli.Info

صورتیں اور پیش آنے والے مسائل بہت زیادہ ہیں اور مختلف پہلو رکھتے ہیں لہذا مسائل کی [illegible] ذخیرہ میں گویا نصف حصہ ایک سائل کا ہے اور نصف حصہ فرائض کا اس لئے فرائض کو نصف [illegible] دیا۔ ④احکام شرعیہ بعض قرآن شریف وحدیث سے ثابت ہیں اور بعض قیاس اجتہاد سے اور [illegible] کے سب مسائل قرآن وحدیث سے مستنبط ہیں لہذا ایک خاص اہمیت فرائض کو ہے اور [illegible] کے ہیں۔ ⑤چونکہ اس کے سیکھنے میں اور بتلانے میں بڑی محنت ومشقت ہوتی ہے پس گویا علم [illegible] مجاہدہ کے لحاظ سے نصف علم ہے اسلئے جس قدر محنت تمام علوم پر کرنی ہوتی ہے اس سے نصف [illegible] علم حاصل کرنے میں ہوتی ہے۔ ⑥ثواب چونکہ اس میں کثیر ہے اس لئے تمام علوم کے برابر [illegible] ثواب حاصل ہوتا ہے علماء نے فرمایا ہے کہ فرائض کا ایک مسئلہ بتلانے پر دوسرے قسم کے [illegible] کے برابر ثواب ہوتا ہے۔

(ب) ...... جد صحیح، جد فاسد، جدہ صحیحہ، جدہ فاسدہ ہر ایک کی تعریف مع مثال تحریر کریں۔ اور [illegible] بھائی بہنوں کی حالتیں، پوتیوں اور ماں کی حالتیں تفصیل سے بیان کریں۔

الجواب الاول (ب) اس سوال میں ایک امر حل طلب ہے

جد صحیح، فاسد، جدہ صحیحہ فاسدہ کا آگے پرچہ ۱۴۲۷ھ میں ملاحظہ فرمائیں۔

__اخیافی بھائی بہن کی حالتیں:__ وہ بھائی جو ماں میں شریک ہے اور باپ [illegible] ہے اس کو اخیافی کہتے ہیں یہ ذوی الفروض میں داخل ہے عصبات میں شمار نہیں کیونکہ عصبہ [illegible] ہے جو باپ کی طرف سے علاقہ رکھتا ہو ایسے بھائی کو چھٹا حصہ ملتا ہے بشرطیکہ میت کے [illegible] موجود نہ ہوں اور بیٹا بیٹی پوتا پوتی نہ ہو پس اس کے تین حال ہوئے ❶اگر صرف ایک بھائی [illegible] میت کے ترکہ کا چھٹا حصہ پائے گا۔ ❷اگر اس قسم کے بھائی ایک سے زیادہ ہوں خواہ صرف [illegible] ہوں خواہ بہن بھائی ہوں تو سب کو ایک ثلث یعنی میت کے کل ترکہ کا ایک تہائی حصہ [illegible] دو ہوں جب بھی یہی حصہ پہنچے گا اور اگر بالفرض سو ہوں تب بھی یہی ایک ثلث ہے اسی کو [illegible] تقسیم کرلیں نہ تعداد کی کمی زیادتی کا فرق ہے نہ عورت مرد کا تفاوت بلکہ ہمیشہ برابر [illegible] خصوصیت صرف اخیافی بہن بھائیوں کی ہے کہ مرد وعورت کو برابر حصہ ملتا ہے ورنہ ان کے [illegible] للذکر مثل حظ الانثیین کا قاعدہ جاری ہے۔ ❸میت کی اولاد یا میت کے پوتے پوتیاں [illegible] اور دادا زندہ ہوں تو اخیافی بہن بھائی بالاتفاق ساقط ہوجاتے ہیں۔

☆ __پوتیوں کی حالت:__ پوتی کے میراث کے لحاظ سے چھ احوال ہیں اس کے متعلق [illegible] معلوم ہوتا ہے کہ اس بحث کو بطور خلاصہ مزید توضیح کے ساتھ اور مباحث کو تفصیل کے ساتھ بیان [illegible] جائے تاکہ طالبات کے لئے فرائض کو محفوظ کرنا اور سمجھنا سہل ہوجائے۔ خلاصہ کلام یہ کہ [illegible]

[illegible] دختر کو پوتی کہتے ہیں لیکن یہاں خاص وہی مراد نہیں بلکہ پوتے اور پڑپوتے کی بیٹی کو بھی پوتی [illegible] ہیں اور اگر بیٹے کی بیٹی موجود نہ ہو تو پوتے کی بیٹی کو حصے ملتے ہیں اور اگر پوتے کی بیٹی بھی نہ ہو تو [illegible] کی بیٹی انہیں حصوں کی مستحق ہوگی پوتی کی میراث کی چھ صورتیں ہوسکتی ہیں لیکن پڑپوتی [illegible] کے حال کو بھی اسی کے تحت داخل کرکے دس گیارہ حالتیں لکھی جاتی ہیں۔ __صرف ایک پوتی:__ (۱) [illegible] کا بیٹا یا بیٹی موجود نہ ہو صرف ایک پوتی ہو تو اس کو ترکہ میں سے نصف ملے گا جو بیٹی کو ملتا تھا [illegible] اس صورت میں بیٹی کے قائم مقام ہوگی اگر پوتی نہ ہو تو پڑپوتی کا یہی حال ہوگا۔

__[illegible] یا زیادہ:__ اگر میت کے بیٹا یا بیٹی موجود نہ ہو دو پوتیاں یا دو سے زیادہ موجود ہوں تو ان کا [illegible] میں سے دو تہائی دیا جائے گا اس صورت میں بھی یہ پوتیاں بیٹیوں کے قائم مقام ہیں اور [illegible] طرح بیٹیاں دو ثلث کو باہم تقسیم کرلیتی تھیں اسی طرح یہ بھی تقسیم کرلیں گی خواہ دو پوتیاں ہوں یا [illegible] اگر پوتی کوئی نہ ہو تو پڑپوتیوں کا بھی یہی حال ہوگا۔

__[illegible] پوتا:__ اگر میت کے بیٹا اور بیٹی نہ ہو ایک پوتی یا کئی پوتیاں ہوں اور ان کے ساتھ کوئی پوتا ہو تو [illegible] ذوی الفروض کے حصے دینے کے بعد باقی رہے اس کو یہ پوتا پوتی باہم تقسیم کریں اس جگہ پڑپوتی [illegible] مقام پوتی کے نہیں ہوسکتی کیونکہ پوتے کے سامنے وہ محروم رہتی ہے۔

__[illegible] اور پڑپوتا:__ (الف) اگر میت کے بیٹا بیٹی نہ ہو اور کوئی پوتا بھی نہ ہو ایک یا کئی پوتیاں ہوں [illegible] ہو تو تب بھی ذوی الفروض کے بعد جو کچھ باقی رہے اس کو یہ پوتیاں اور پڑپوتیاں باہم [illegible] کرلیں مرد کو دوہرا اور عورت کو اکہرا حصہ ملے گا۔

__[illegible] پوتیاں:__ اگر میت کے بیٹی بیٹا پوتا پوتی کوئی نہیں پڑپوتے ہیں اور پڑپوتیاں ہیں تب بھی [illegible] الفروض کے بعد باقی ماندہ ترکہ کو باہم تقسیم کرلیں للذکر مثل حظ الانثیین کے قاعدہ کے [illegible]

__[illegible] بیٹی:__ (ب) اگر میت کے بیٹا پوتا پڑپوتا موجود نہ ہو لیکن صرف ایک بیٹی موجود ہو تو پوتیوں کو [illegible] چھٹا حصہ ملے گا خواہ ایک پوتی ہو یا دو چار ہوں۔

(ج) اگر میت کے بیٹا پوتا پڑپوتا سگر پوتا موجود نہ ہو اور پوتی بھی موجود نہ ہو بلکہ [illegible] ایک بیٹی اور پڑپوتی ہو تو پڑپوتی کو چھٹا حصہ ملے گا خواہ ایک ہو یا چند۔

(الف) اگر میت کے بیٹا پوتا پڑپوتا نہ ہو دو بیٹیاں یا دو سے زیادہ موجود ہوں تو پوتی [illegible] محروم رہے گی۔

(ب) اگر میت کے بیٹا پوتا پڑپوتا سگر پوتا نہ ہو دو بیٹیاں یا دو سے زیادہ موجود ہوں تو [illegible] الف محروم رہے گی۔

www.Bhalli.Info

(الف) اگر میت کے بیٹا موجود ہے تو پوتیاں پڑپوتیاں سکڑ وتیاں سب محروم رہیں گی۔
اگر میت کے پوتی موجود ہے تو پڑپوتیاں سب محروم رہیں گی۔

شرح: پوتیوں کا جو حال بیان ہوا اس میں یہ ضروری نہیں کہ سب پوتیاں ایک بیٹی کی اولاد ہوں یا سب پڑپوتیاں ایک پوتے سے ہوں بلکہ اگر مختلف بیٹوں کی بیٹیاں ہوں تو ان کے بھی حصے ہیں مثلاً ایک بیٹے کی صرف ایک بیٹی ہے اور دوسرے بیٹے کی پانچ ہیں تو اب اگر ان کو ... ملیں گے تو باہم اس کے چھے حصے کر کے ہر ایک پوتی کو ایک ایک حصہ دیا جائے گا یہ نہیں ہوگا کہ ... بیٹی اپنے باپ کی تنہا ہے اس کو کچھ زیادہ حصہ دے دیں اسی طرح پوتیوں کے ساتھ مل کر عصبہ ... میں یہ ضرورت نہیں کہ وہ پوتی اور پوتے سب ایک شخص کی اولاد ہوں بلکہ اگر پوتیاں ایک ... اولاد ہیں اور ان کے ساتھ جو پوتا ہے میت کے دوسرے بیٹے کا بیٹا ہو تو بھی عصبہ ہو جائیں گی ... پوتیوں کے محروم ہونے کے لئے یہ شرط نہیں کہ میت کا بیٹا موجود ہو کہ وہ ان کا باپ ہو بلکہ ایک ... کا باپ مر گیا ہو اور دوسرا بیٹا موجود ہو جو ان لڑکیوں کا باپ نہیں چچا ہے تب بھی محروم رہیں گی۔

ماں کی حالت: ماں کی تین حالتیں ہیں:

① میت کی اولاد یا دو بھائی بہن کی غیر موجودگی میں ثلث یعنی ۱/۳
② موجودگی میں سدس یعنی ۱/۶
③ احد الزوجین کے حصے کے بعد جو بچے اس کا ثلث ہے یعنی ۱/۳

السوال الثانی (الف) موانع ارث کیا کیا ہیں؟ حجب حرمان اور حجب نقصان کی تعریف مع ... بیان کریں اور حجب حرمان کا ضابطہ تحریر کریں۔

الجواب الثانی (الف) اس سوال میں ایک امر حل طلب ہے

① موانع ارث۔ ② حجب حرمان حجب نقصان مع مستحقین، وضابطہ۔

☆ **(۱) موانع ارث:** مانع کی جمع موانع ہے اس کے لغوی معنی حائل ہونا۔ اصطلاح میں وہ علت ہے جو کسی شخص میں پائے جانے سے وہ شخص میراث سے روک دیا جائے اسی کو محروم بھی کہتے ہیں اور اگر دوسرے کی علت کی وجہ سے دوسرا شخص میراث سے روکا جائے تو اسے محجوب کہا جائے گا (محروم اور محجوب کا فرق گذر چکا ہے) راجح یہ ہے، موانع چار ہیں اگرچہ آٹھ اور نو بھی کہے گئے ہیں۔

مانع: ① رقبہ یعنی شرعی غلام یا باندی ہونا رقبہ کامل ہو جیسے خالص غلام یا ناقص ہو جیسے مدبر، مکاتب ام ولد وغیرہ کہ یہ اگر کسی کے نسب کے لحاظ سے وارث ہوتے ہوں جب بھی وارث نہیں ہوں گے چونکہ یہ کسی طرح مال کے مالک نہیں بنتے ہیں مانع ② وہ قتل ہے جس سے کفارہ یا قصاص لازم آئے اس کی تین قسمیں ہیں۔ اول، قتل عمد، دوم، قتل شبہ عمد، سوم، قتل خطاء۔ قتل عمد اس قتل کو

کہتے ہیں جو جان سے مار ڈالنے کے ارادہ سے صادر ہو خواہ وہ ہتھیار سے ہو یا ایسی چیز سے جو اعضائے بدن الگ الگ کر دینے والی ہو جیسے دھار دار پتھر وغیرہ۔ قتل شبہ وہ قتل ہے جو جان سے مار ڈالنے کی نیت سے ہو مگر ایسی چیز سے جو نہ خود ہتھیار ہو اور نہ بدن کو علیحدہ کرنے والی ہو جیسے بید کی چھڑی یا اینٹ پتھر کے ٹکڑے، لاٹھی، ڈنڈا، وغیرہ۔ قتل خطاء وہ قتل ہے جس میں قتل کی نیت نہ ہو جیسے کسی شکار پر بندوق چھوڑی گئی مگر اتفاق سے گولی کسی آدمی کو لگ گئی پس قتل عمد سے قصاص لازم آتا ہے اور قتل شبہ عمد اور قتل خطاء میں کفارہ یعنی مسلمان غلام آزاد کرنا نہ ملنے کی صورت میں متواتر ساٹھ روزے رکھنا لازم آتا ہے جب کہ یہ قتل عاقل بالغ کے ہاتھ سے ناحق صادر ہوں۔

قتل شبہ خطا: اور ایک قتل شبہ خطاء بھی ہوتا ہے وہ یہاں پر قتل خطاء میں داخل ہے۔ اسی طرح ایک قتل بسبب ہوتا ہے جیسے کہ کسی نے دوسرے کی زمین میں گڑھا کھودا اور اس میں کوئی گر کر مر گیا تو قتل بسبب ہوگا جو مانع ارث نہیں ہے کیونکہ اس میں نہ قصاص ہے اور نہ کفارہ اگر کوئی باپ اپنے بیٹے کو قصداً عمداً مار ڈالے تو اگرچہ اس کا قصاص شرعاً نہیں ہے حضور اقدس ﷺ کے فرمان لا یقتل الوالد بولده کی وجہ سے مگر چونکہ حقاً قصاص آتا ہے اس لئے اس باپ کو بیٹے کا ترکہ نہیں ملے گا تیسرا مانع اختلاف الدینین یعنی وارث اور مورث سے ایک کا مسلم ہونا اور دوسرے کا غیر مسلم ہونا ولن یجعل الله الکافرین علی المؤمنین سبیلا اور "ردہ" یعنی بعد اسلام اسلام کو ترک کرنا اگرچہ اس فعل سے مرتد لا مذہب ہوتا ہے مگر اس جگہ اختلاف دینین میں اس کو بھی شامل کر لیا ہے۔

☆ (۲) حجب حرمان وغیرہ: اس کا حل آگے پرچہ ۱۴۲۷ھ میں ملاحظہ فرمائیں

(ب) ...... نسب اربعہ یعنی تماثل، توافق اور تباین عددین کی تعریف مثالوں کے ساتھ ذکر کریں اور تصحیح کے پہلے تین قاعدے بیان کرنے کے بعد مندرجہ ذیل مسئلہ حل کریں۔

زوجہ ۳ بنت اخت عینیہ

الجواب الثانی (ب) اس سوال میں چار امور حل طلب ہیں

① نسب اربعہ۔ ② تباین عددین۔ ③ تصحیح کے پہلے تین قاعدے۔ ④ مسئلہ وراثت۔

☆ **(۱) نسب اربعہ:**

تماثل: تماثل دو عددوں کے درمیان یہ کہ ایک عدد دوسرے عدد کے برابر ہو۔

تداخل: تداخل مختلف عددوں کا یہ ہے کہ ان دونوں میں سے عدد کم عدد زیادہ کو تمام کر دے یا اس طرح کہ اگر کم پر اتنا ہے یا اس کے چند اور زیادہ کئے جائیں تو اکثر کے مساوی ہو جائے۔ یا پھر تداخل یہ ہے کہ عدد اقل عدد اکثر کا جز ہو جیسے تین اور نو۔

توافق: یہ ہے کہ ان دونوں کا اقل اکثر کو فنا کر دے اور تیسرا عدد ان دونوں کا خاتمہ کر دے

www.Bhalli.Info

جیسے آٹھ اور بیس ان دونوں کو چار ختم کر دیتا ہے اسلئے یہ دونوں متوافق بالاربع کہلاتے ہیں۔

☆ (۴) **تباین عددین:** یہ ہے کہ دو ایسے چھوٹے بڑے عدد کو ان کا بڑا چھوٹے پر پورا تقسیم نہ ہو سکے جیسے متداخلین میں تھا نہ ہی دونوں کسی تیسرے عدد پر تقسیم ہو سکیں جیسے متوافقین میں تو ان دونوں عددوں کو متباینین اور انکی نسبت کو تباین کہیں گے جیسے تین اور سات کو نہ تو سات تین پر تقسیم ہوتا ہے اور نہ کوئی تیسرا عدد ان کو تقسیم کرتا ہے البتہ ایک یا اکائی ان کو تقسیم کرتا ہے۔

☆ (۴،۳) **تصحیح کے پہلے تین قاعدے:**

قاعدہ①: جب کسی فریق کے سہام میں کسر واقع نہ ہو بلکہ سب پر برابر منقسم ہو رہا ہو (یہ اس وقت ہوگا جب کہ بین الروس والسہام تماثل ہو یا تداخل ہو بشرطیکہ رؤس عدد سہام سے اقل ہو) تو اس وقت ضرب کی کوئی ضرورت نہیں ہے مثلاً:

مسئلہ ۶

اب	ام	بنت	بنت
۱	۱	۲	۲

کہ اس صورت میں ابوین کو چھٹا چھٹا یعنی ایک ایک ملا جو ان پر بلا کسر منقسم ہے اسی طرح بنتین کو ثلثین یعنی چار ملا اور بین الرؤس والسہام نسبت تداخل ہے اور اگر چار بیٹیاں ہو جائیں تو بین الرؤس والسہام نسبت تماثل ہو جاتا لہذا ان دونوں صورتوں میں کسی ضرب کی حاجت نہ ہوگی اسی بناء پر بعض حضرات نے تصحیح کے کل چھے ہی قاعدے بیان کئے ہیں کہ پہلا قاعدہ تو تصحیح ہی سے خارج ہے البتہ باقی چھے قاعدوں میں تصحیح ہوگی۔

قاعدہ②: جب فقط کسی ایک ہی فریق پر کسر واقع ہو تو اس فریق کے سہام اور رؤس میں نسبت دیکھیں گے اگر توافق کی نسبت ہو تو وفق رؤس کو اصل مسئلہ میں ضرب دیں گے بشرطیکہ مسئلہ میں عول نہ ہو رہا ہو۔

تنبیہ: وفق کی تفصیل گذر چکی ہے وفق رؤس سے وہ کسر مراد ہے کہ جس کسر کے ساتھ سہام و رؤس میں توافق ہو مثلاً عدد سہام اور عدد رؤس میں توافق بالنصف ہے تو عدد رؤس کا وفق دو ہوگا اور اگر توافق بالثلث ہے تو وفق رؤس تین ہوگا جیسے کہ:

مسئلہ ۶ تصحیح ۳۰   ۱۰   وفق ۵

اب	ام	بنات	
۱/۵	۱/۵	۴/۲۰	= ۳۰

اس صورت میں دو چھٹے حصے ماں باپ کو یعنی (۲) اور دو تہائی یعنی (۴) لڑکیوں کو (اور چونکہ چھٹا اور دو تہائی کا اجتماع ہے اس لئے مسئلہ چھے سے ہوا) دو چھٹے حصے ماں باپ پر ایک ایک ہو کر

منقسم ہو گیا۔ البتہ دس لڑکیوں کو چار دیا گیا جس میں بین الرؤس والسہام کسر واقع ہے۔

قاعدہ③: یہ ہے کہ ایک ہی فریق پر سہام منکسر ہوں اور بین السہام والرؤس توافق نہ ہو بلکہ نسبت تباین ہو تو جس فریق کے سہام میں کسر ہے اس کے کل عدد کا رؤس کو اصل مسئلہ میں ضرب دیں اگر عول کی صورت نہ ہو جیسے:

مسئلہ ۶   ق ۳۰

اب	ام	بنت	
۱/۵	۱/۵	۴/۲۰	= ۳۰

اس صورت میں چھٹا حصہ اور دو تہائی کے جمع ہونے سے اصل مسئلہ چھے سے جس میں ماں باپ کو دو چھٹے حصے یعنی (۲) اور پانچ لڑکیوں کو دو تہائی یعنی چار ملے اسی ایک فریق کے سہام اور رؤس میں کسر ہے اور نسبت بھی آپس میں تباین کی ہے اس لئے عدد رؤس پانچ کو اصل مسئلہ چھے سے ضرب دیا تو تیس حاصل ہوئے اس میں سے دو چھٹے حصے پانچ پانچ ماں باپ کو اور دو تہائی بیس مجموعہ پانچ لڑکیوں کو اور فرداً فرداً چار چار ملے اور اگر مسئلہ میں عول ہو تو عول میں ضرب دیں گے جیسے:

مسئلہ ۶، ۷   ق ۳۵

زوج	حقیقی بہن	۵
۳/۵	۴/۲۰	= ۳۰

اس صورت میں نصف اور دو تہائی کے جمع ہونے سے اصل مسئلہ چھے سے ہوا اس میں نصف (۳) زوج کو ملے اور دو تہائی (۴) بہنوں کو مجموعہ سات ہوئے اس لئے سات کی طرف عول ہوا اور اس عدد رؤس پانچ اور عدد سہام میں کسر ہے اور نسبت تباین کی ہے لہذا کل رؤس یعنی پانچ کو عول یعنی سات میں ضرب دیا جس سے عدد پینتیس حاصل ہوئے اس میں سے پندرہ سہام زوج کو اور بیس سہام پانچ بہنوں کو مجموعہ۔

۳۲/۸

زوجہ	زوجہ	زوجہ	زوجہ	بنت	اخت عینیہ
۱/۳	۱/۳	۱/۳	۱/۳	۳/۱۶	۳/۱۲

السؤال الثالث (الف) ...... مندرجہ ذیل تینوں مسئلے حل کریں۔

(۱) زوج	بنات ۴	اولاد الام	ام
(۲) زوجہ ۳	بنات ۱۰	اخوات عینیہ ۳	جدہ ۵
(۳) زوج	بنت	ام	

www.Bhalli.Info

الجواب الثالث (الف) اس سوال میں تین مسائل حل طلب ہیں

☆ (۱) مسئلہ:

میت ۱۲/۱۳

ام	اولادالام	بنت	بنت	زوج
۲	۴	۴	۴	۳

☆ (۲) مسئلہ:

۹۶۰/۲۴۰/۲۴

دادی	۳ بہن عینی	۱۰ بنات	۳ زوجہ
سدس	عصبہ	دوتہائی	ثمن
۴	۳/۳	۱۶/۱۶۰	۱/۱۰
۴۰/۱۶۰	۱۲۰	۶۴۰	۳۰

☆ (۳) مسئلہ:

۱۶/۴

ام	بنت	زوج
۱/۴	۳/۹	۱/۴

(ب)...... رد کی تعریف کریں اور اس میں صحابہ کرامؓ کا اختلاف بیان کریں اور رد کے چاروں ضوابط حل کرنے کے بعد یہ مسئلہ حل کریں۔

بنت الابن	بنت	زوجہ

الجواب الثالث (ب) اس سوال میں ایک امر حل طلب ہے

☆ (۱) رد کی تعریف و صحابہ کا اختلاف:

رد لغوی معنی واپس کرنا پھیرنا۔ اصطلاحی معنی اصحاب فرائض کا حصہ ادا کرنے کے بعد اگر کچھ باقی بچ جائے اور اس کا مستحق وارث عصبہ موجود نہ ہو تو باقی ماندہ کو ذوالفروض نسبی پر ان کے حصوں کے بقدر واپس لوٹا دینا۔

جو ترکہ ذوالفروض کا حصہ ادا کرنے کے بعد باقی بچے اور عصبات میں سے کوئی موجود نہ ہو تو اس باقی کو ذوالفروض نسبی پر بقدر ان کے حصوں کے رد کر دیا جائے گا۔ ذوالفروض سببی پر رد نہ ہوگا۔ اسی طرح طور پر رد کرنا جمہور صحابہ کا قول ہے۔ ہمارے احناف ؒ نے اسی کو اختیار کیا ہے البتہ حضرت زید بن ثابتؓ کا قول یہ ہے کہ باقی ترکہ ذوالفروض پر رد نہ کیا جائے بلکہ بیت المال میں داخل کر دیا جائے۔ اسی کو عروہ اور زہری نے اختیار کیا ہے اور اسی کے امام مالکؒ اور امام شافعیؒ قائل ہیں۔

الورقة الرابعة ...... في الفرائض ...... وفاق المدارس العربية باكستان ...... شعبان ۱۴۳۰ھ
ورقة الاختبار السنوي للمرحلة العالية ...... للبنات ...... مجموع الدرجات ۱۰۰ ...... الوقت ۳ ساعات
ملحوظة: اجب عن احد الشقين من كل سوال فقط ان اجبت بالعربية الفصحى تستحق عشر درجات

السؤال الأول (الف) ...... (۱) علم میراث کی تعریف، غرض وغایت، موضوع اور فضیلت تحریر کریں۔ (۲) علم میراث کو کیوں نصف علم کہا گیا ہے؟ (۳) ترکہ سے کتنے حقوق متعلق ہوتے ہیں؟ اور وہ کون کون سے ہیں؟۔

الجواب الاول (الف) اس سوال میں تین امور حل طلب ہیں

① علم میراث کی تعریف، غرض وغایت، موضوع اور فضیلت ② علم میراث کو کیوں نصف علم کہا گیا ہے؟ ③ ترکہ سے متعلق حقوق۔

☆ (۲،۱) کا حل گذر چکا ہے۔ پرچہ ۱۴۱۹ میں ملاحظہ فرمائیں۔

☆ (۳) ترکہ سے متعلق حقوق:

ترکہ سے چار حقوق متعلق ہیں: ❶ تجہیز وتکفین۔ ❷ ادائیگی قرض ان تمام میں سے جو باقی ہے۔ ❸ ثلث مال میں وصیت کا نفاذ۔ ❹ بقیہ مال کا وارثین کے درمیان تقسیم کرنا۔

(ب)...... (۱) ذوی الفروض، عصبات اور ذوی الارحام کی تعریف کریں۔ (۲) ذوی الفروض کون کون ہیں؟ (۳) اور ان کے کتنے حصے ہیں؟ تفصیل سے تحریر کریں۔

الجواب الاول (ب) اس سوال میں تین امور حل طلب ہیں

❶ ذوی الفروض عصبات ذوی الارحام۔ ❷ ذوی الفروض کون ہیں۔ ❸ ان کے حصے:

☆ (۱) ذوی الفروض عصبات ذوی الارحام:

ذوی الفروض وہ ہیں (جن کے حصے معین ہوں ان) کے حصے ادا کرنے کے بعد بھی اگر مال بچ جائے گا تو عصبہ نسبیہ کو دیا جائے گا۔

(ب) عصبہ وہ شخص ہے جو ذوی الفروض کی موجودگی میں مال بچ جانے کے وقت میں بچا ہوا مال لے ورنہ محروم رہے اور اگر ذوی الفروض نہ ہوں تو ایک ہی جہت سے سب مال جمع کرے مثلاً بچا تو یہ عصبہ نسبی ہے ذوی الفروض کو مال دینے کے بعد جو کچھ مال بچے گا یہ بچا سب لے لے گا اور اگر ان کے دینے کے بعد کچھ نہیں بچا تو یہ محروم رہے گا اور اگر فقط بچا ہی ہو تو سب مال لے گا قول ثم بالعصبہ اور اگر عصبہ نسبیہ نہ ہوں تب عصبہ سببیہ مال کے حق دار ہوں گے۔

(ج) ذوی الارحام وہ لوگ ہیں جو میت کے قرابت دار ہوں مگر نہ عصبہ ہوں اور نہ ذوی الفروض سے ہوں۔

www.Bhalli.Info

☆ (۲) حل آگے پرچہ ۱۴۲۷ھ میں ملاحظہ فرمائیں۔

☆ (۳) **ذوی الفروض کے حصے:** ان کے کل حصے چھ ہیں: نصف، ربع، ثمن، ثلثان، ثلث، سدس۔ ان کا مصداق بارہ افراد ہیں۔ چار مرد: باپ، جد صحیح، اخیافی بھائی، شوہر۔ آٹھ عورتیں: بیوی، بیٹی، پوتی، حقیقی بہن، باپ شریک بہن، ماں شریک بہن، ماں، جدہ صحیحہ (دادی، نانی)

السوال الثانی (الف)...... والجد الصحیح کالاب الا فی اربع مسائل.

(۱) جد صحیح اور جد فاسد کی تعریف کریں۔ (۲) عبارت بالا کی مکمل تشریح کریں۔

الجواب الثانی (الف) اس سوال میں دو امور حل طلب ہیں

① جد صحیح اور جد فاسد کی تعریف۔ (۲) عبارت بالا کی مکمل تشریح کریں۔

☆ (۱) **جد صحیح اور جد فاسد کی تعریف.**

جد صحیح سے مراد ابو الاب ہے یعنی وہ اصل مذکر بعید ہے جب اس کی نسبت میت کی طرف کریں تو درمیان ام مؤنث کا واسطہ نہ آئے۔

جد فاسد وہ اصل مذکر بعید ہے کہ جب اس کی نسبت میت کی طرف کریں تو درمیان میں ام مؤنث کا واسطہ آجائے۔

☆ (۲) **تشریح:** جد صحیح باپ کی عدم موجودگی میں باپ کا حکم رکھتا ہے یعنی جو باپ کے احکام ہیں وہی دادا کے ہیں لیکن چار مسائل ایسے ہیں جن میں دادا باپ کی طرح نہیں ہے: ❶ باپ کی موجودگی میں ام الاب یعنی دادی محروم ہو جاتی ہے۔ ❷ اگر ماں اور باپ کا اختلاط زوجین میں سے کسی ایک کے ساتھ ہو تو ماں ثلث ما بقیہ ملتا ہے۔ ❸ اگر باپ کی جگہ دادا موجود ہو تو ام کو کل مال کا ثلث ملے گا۔ ❹ دادا کی موجودگی میں بھائی بہنوں کا مسئلہ مختلف فیہ ہے، امام صاحب کے نزدیک محروم ہو جاتے ہیں جبکہ صاحبین کے نزدیک مال کے مستحق ہوں گے۔

(ب)...... عصبہ نسبی اور عصبہ سببی کی تعریف اور عصبہ نسبی کے اقسام ثلاثہ تفصیل سے تحریر کریں۔

الجواب الثانی (ب) اس سوال میں دو امور حل طلب ہیں

① عصبہ نسبی اور عصبہ سببی کی تعریف ② عصبہ نسبی کے اقسام ثلاثہ۔

☆ (۱) **عصبہ نسبی اور عصبہ سببی کی تعریف:**

عصبات عصبہ کی جمع ہے اور اس کا مصدر **عصوبت** ہے **عصبہ** کے معنی عربی زبان میں پٹھے کے آتے ہیں اور اصطلاح شرع میں وہ شخص **عصبہ** کہلاتا ہے جو گوشت پوست میں شریک ہو جس کے عیب دار ہونے سے خاندان میں عیب لگے اور چونکہ شریعت میں اولاد باپ کی طرف منسوب ہوتی ہے اس لئے شریعت میں بیٹا **عصبہ** ہوگا اور ذوی الفروض سے نہ ہوگا **عصبہ** کی اولاد کی دو

قسمیں ہیں: سببی، نسبی۔

عصبہ نسبی وہ وارث کہلاتا ہے جس کا تعلق میت سے قرابت (نسب) کا ہو۔

عصبہ سببی جس وارث کا میت سے نسب کا تعلق نہ ہو بلکہ مالکیت اور پھر آزادی دینے کا تعلق ہو اسے مولی عتاقہ کہتے ہیں۔

عصبہ نسبی کی تین قسمیں ہیں اگر کسی کا عصبہ ہونا بذاتہ ہو تو وہ **عصبہ بنفسہ** ہے اور اگر اپنے عصبہ ہونے میں دوسرے عصبہ کا ہی محتاج ہو تو وہ **عصبہ بغیرہ**. اور اگر اپنے عصبہ ہونے میں دوسرے کا محتاج تو ہو مگر وہ محتاج الیہ خود عصبہ نہ ہو تو وہ عصبہ مع غیرہ کہلاتا ہے۔

تفصیلی تعریف **عصبہ بنفسہ** کی یہ ہے کہ وہ عصبہ مذکر ہے جو مؤنث کے واسطے کے بغیر میت کی طرف منسوب ہو جیسے بیٹا باپ وغیرہ مذکر کی قید احترازی ہے اس لئے کہ مؤنث عصبہ بنفسہ نہیں بن سکتی بلا واسطہ انثی کی قید اس لئے ہے جو بواسطہ انثی **عصبہ** بنے وہ **عصبہ بنفسہ** نہیں بن سکتا ہے جیسے ماموں، نانا، نواسہ وغیرہ اور حقیقی بھائی اگرچہ **عصبہ بنفسہ** بھی ہے اور اس کے درمیان انثی یعنی ماں کا واسطہ بھی ہوتا ہے مگر چونکہ اس رشتہ میں باپ اصل ہے گویا اس کی موجودگی میں ماں کا رشتہ کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ مگر پھر بھی ماں کے رشتہ کو ایک وصف زائد سمجھا گیا ہے اسی لئے فقط علاتی بھائی کو حقیقی بھائی پر ترجیح دی گئی کیونکہ حقیقی بھائی میں دو وصف ہیں اور علاتی بھائی میں صرف ایک وصف ہے۔

☆ (۱) **عصبات نسبیہ کی اقسام:**

عصبات نسبی کی تین قسمیں ہیں ❶ **عصبہ بنفسہ**. ❷ **عصبہ بغیرہ**. ❸ **عصبہ مع وغیرہ**.

عصبہ بنفسہ ہر وہ مرد ہے جس کی میت کی طرف نسبت کرنے میں عورت کا دخل نہ ہو ان کی چار قسمیں ہیں۔ ① میت کا جز۔ ② اس کی اصل۔ ③ میت کے باپ کا جزء۔ ④ میت کے دادا کا جزء، باعتبار نسب کے جو قریب تر ہے وہی میراث کے لحاظ سے قریب تر ہے۔ قرابت کے درجہ کے لحاظ سے ترجیح دیے جائیں گے۔ یعنی میراث لینے میں سب سے اولی میت کا جزء ہے یعنی بیٹے پھر ان کے بیٹے اگرچہ اور نیچے درجہ کے ہوں تو پھر میت کی اصل اولی ہے، یعنی باپ پھر دادا یعنی باپ کا باپ اگرچہ اوپر درجہ کا ہو۔

اور اگر اپنے عصبہ ہونے میں دوسرے عصبہ کا ہی محتاج ہو تو وہ **عصبہ بغیرہ**. اور اگر اپنے عصبہ ہونے میں دوسرے کا محتاج تو ہو مگر وہ محتاج الیہ خود عصبہ نہ ہو تو وہ عصبہ مع وغیرہ کہلاتا ہے۔

تفصیلی تعریف **عصبہ بنفسہ** کی یہ ہے کہ وہ عصبہ مذکر ہے جو مؤنث کے واسطے کے بغیر میت کی طرف منسوب ہو جیسے بیٹا باپ وغیرہ مذکر کی قید احترازی ہے اس لئے کہ مؤنث عصبہ بنفسہ نہیں بن سکتی بلا واسطہ انثی کی قید اس لئے ہے جو بواسطہ انثی **عصبہ** بنے وہ **عصبہ بنفسہ** نہیں بن سکتا ہے

www.Bhalli.Info

جیسے ماموں، نانا، نواسہ وغیرہ اور حقیقی بھائی اگرچہ عصبہ بنفسہ بھی ہے اور اس کے درمیان اتنی بنی ماں کا واسطہ بھی ہوتا ہے مگر چونکہ اس رشتہ میں باپ اصل ہے گویا اس کی موجودگی میں ماں کا رشتہ کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ مگر پھر بھی ماں کے رشتہ کو ایک وصف زائد سمجھا گیا ہے اسی لئے فقط علاتی بھائی کو حقیقی بھائی پر ترجیح دی گئی کیونکہ حقیقی بھائی میں دو وصف ہیں اور علاتی بھائی میں صرف ایک وصف ہے۔

السوال الثالث (الف) ...... عول کا قانون تفصیل سے بیان کریں نیز درج ذیل مسئلہ کا حل کریں۔ زید کا انتقال ہوگیا اس نے بیوہ، دو بیٹیاں، باپ، ماں چھوڑے بتائیں ورثہ کے درمیان میراث کی تقسیم کس طرح ہوگی۔

الجواب الثالث (الف) اس سوال میں ایک امر حل طلب ہے

☆ **(۱) عول کا قانون:** جس صورت میں عول ہوتا ہے وہاں عصبات کو ہرگز حصہ نہیں ملتا وجہ یہ ہے کہ وہاں پر تو عصبے موجود ہی نہیں اور اگر موجود ہوتے ہیں تو محروم رہتے ہیں اس لئے عصبوں کو اسی وقت کچھ مل سکتا ہے۔ جب کہ ذوی الفروض کے حصے پورے دینے کے بعد کچھ باقی رہے اور جہاں عول ہوگا وہاں باقی کیسے رہے گا اگر باقی رہتا تو عول کی وقت ہی کیوں ہوتی۔ عول تو اسی وجہ سے ہوتا ہے کہ جو ذوی الفروض کے حصوں کے لئے بھی مال کافی نہیں ہوتا۔

فائدہ: جب میت کے وارثوں میں بیٹا موجود ہوتا ہے تو وہاں عول ہرگز نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ خداوند جل شانہٗ نے بیٹے اور پوتے کی موجودگی میں بعض ذوی الفروض کو بالکل محروم کر دیا ہے اور بعضؒ کے حصے اس قدر کم مقرر کئے کہ ان کو حصے مل جانے کے بعد بیٹے کے لئے بہت سا مال باقی رہ جاتا ہے حصوں کی تنگی اور عول کی ضرورت ہی پیش نہیں آتی، سبحان اللہ کیسے عجیب ضابطے اسلام میں مقرر کئے گئے ہیں۔

(ب) ...... مندرجہ ذیل صورتوں میں ورثاء کے حصے متعین کریں۔

(اب، ام زوج)　(زوجہ، بنت، بنت الابن)　(اب، ام جد)

الجواب الثالث (ب) اس سوال میں تین صورتیں حل طلب ہیں

①　مسئلہ ۲۷/۲۴

زوجہ	بنت	بنت	اب	ام
۳	۸	۸	۴	۴

②　مسئلہ ۶

اب	ام	زوج
۲	۱	۳

③　مسئلہ ۳۲/۸

زوجہ	بنت	بنت الابن
۴	۳/۲۱	۱/۷

الورقة الرابعة ...... فی الفرائض ...... وفاق المدارس العربية باكستان ...... شعبان ۱۴۳۱ھ

الاختبار السنوی للمرحلة العالية ...... للبنات ...... مجموع الدرجات ۱۰۰ ...... الوقت ۳ ساعات

ملاحظہ: اجب عن احد الشقین من کل سوال فقط ان اجبت بالعربية الفصحی تستحق عشر درجات

السوال الاول (الف) ...... الفروض المقدرة فی کتاب الله تعالی ستة.

(۱) اکتبی الفروض المقدرة فی کتاب الله. (۲) کیف یمکن التضعیف والتنصیف فی الفروض. (۳) اذکری احوال الاب بوضوح.

الجواب الاول (ب) اس سوال میں تین امور حل طلب ہیں

(۱) فروض مقدرہ۔ ② تضعیف وتنصیف کا امکان۔ ③ اب کے احوال۔

(۱، ۲) کا حل آگے پرچہ ۱۴۲۷ھ میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۳) **اب کے احوال:** باپ کی تین حالتیں ہیں:

① لڑکے یا پوتے کی موجودگی میں ۱/۶　باپ　بیٹا
　　　　　　　　　　　　　　　۱/۶

② صرف لڑکی یا پوتی کی موجودگی میں چھٹا حصہ ملے گا اور عصبہ بھی ہوگا۔

بیٹی　پوتی　باپ
　　　　　۱/۶ وعصبہ

③ میت کی اولاد کی غیر موجودگی میں صرف عصبہ　شوہر　باپ
　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　عصبہ

(ب) ...... الحجب علیٰ نوعین.

(۱) عرفی الحجب بانواعه. (۲) اذکری الفرق بین المحجوب والمحروم. (۳) ای فریق من الورثة لا یحجبون بحال؟

اس کا حل آگے پرچہ ۱۴۲۷ھ میں ملاحظہ فرمائیں۔

السوال الثانی (الف) ...... تماثل العددین کون احدهما مساویا للآخر.

(۱) عرفی التماثل والتداخل والتوافق والتباین بیان العددین حسب بیان العلامة سراج الدین.

اس کا حل گزر چکا ہے پرچہ ۱۴۱۹ھ میں ملاحظہ فرمائیں۔

(ب) ...... کیف تقسم الترکة علی الورثة فی المسألتین الآتیتین؟

(۱) زوج　اختان لأب وأم　اختان لأم

www.Bhalli.Info

(۲) زوج　　اختان لأب وام　　ام

الجواب الثانی (ب)　اس سوال میں ایک امر حل طلب ہے

☆ (۱) مسئلہ:

۹/۶

زوج	اخت لاب وام	اخت لاب وام	اخت لام	اخت لام
۳	۲	۲	۱	۱

زوج	اخت لاب وام	اخت لاب وام	ام
۳	۲	۲	۱

السوال الثالث (الف)...... من صالح علی شی من الترکۃ فاطرح سهامه من التصحیح ثم اقسم مابقی من الترکۃ علی سهام الباقین کزوج وام وعم فصالح الزوج ......

(۱) شکلی العبارۃ (۲) اشرحی العبارۃ والمسئلۃ المذکورۃ فی العبارۃ بکل وضوح

الجواب الثالث (الف)　اس سوال میں دو امور حل طلب ہیں

① اعراب۔ ② تشریح۔

☆ (۱) اعراب: مَنْ صَالَحَ عَلٰی شَیْءٍ مِنَ التَّرِكَةِ فَاطْرَحْ سِهَامَهٗ مِنَ التَّصْحِیْحِ ثُمَّ اَقْسِمْ مَابَقِیَ مِنَ التَّرِكَةِ عَلٰی سِهَامِ الْبَاقِیْنَ كَزَوْجٍ وَّاُمٍّ وَّعَمٍّ فَصَالَحَ الزَّوْجُ.

☆ (۲) تشریح: ترکہ سے کچھ دے کر اس کے سہام کے بدلہ میں صلح کے جواز کی چند شرطیں ہیں کہ صلح کرنے والے کا عاقل ہونا خواہ وہ قریب البلوغ ہو مگر عقل وفہم رکھتا ہو معاملات کی حقیقت کو سمجھ سکتا ہو اور اگر مصالح علیہ پر قبضہ ضروری ہو تو اس کا معلوم اور متعین ہونا اور مصالح عنہ کا ایسا حق ہونا کہ اس کا بدلہ لینا جائز ہو۔ مصالح علیہ کے اندر تعمیم ہے کہ وہ از قسم دراہم ہو یا از قسم دنانیر یا زیور یا زمین یا اور کچھ اور خواہ اس کے سہام سے جو تصحیح سے ملتے ہیں کم ہو یا زیادہ یا برابر اس صلح کے اس کے رکن ایجاب اور قبول ہیں اگر چہ بعض نے فقط ایجاب بھی کہا ہے دلیل جواب بتخارج وہ واقعہ ہے جو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں پیش آیا تھا کہ عبدالرحمان بن عوفؓ نے اپنی چار بیبیوں میں سے ایک بی بی تماضر الشجعیۃ کو مرض موت میں طلاق دی تھی جسے طلاق فار بھی کہتے ہیں اس لئے مطلقہ ہونے کے باوجود ان کی بی بی تماضر کو مال کا وارث بنایا گیا لہذا وہ کل مال کے ثمن کی چوتھائی یعنی ۱/۳۲ کی حقدار ہوئیں مگر دوسرے ورثہ نے انہیں فقط تراسی ہزار دینار دیکر جوان کے آٹھویں حصے سے بھی

یا انکار رضی کر لیا صلح کی اقسام صلح کی چار قسمیں ہیں صلح معلوم علی معلوم مجہول علی معلوم اور یہ دونوں صحیح جائز ہیں مجہول علی مجہول معلوم علی مجہول اور یہ دونوں فاسد ہیں۔

حاصل یہ کہ ہر وہ صلح جس میں قبضہ کرنا ضروری ہے اس کا معلوم ہونا بھی ضروری ہے تا کہ مفضی الی المنازعۃ نہ ہو اس لئے جس میں قبضہ ضروری نہ ہو اس کا معلوم ہونا بھی ضروری نہیں ہے کیونکہ یہ اسقاط حق ہے جو مفضی الی المنازعۃ نہیں ہے۔

قولہ فاطرح یہاں سے اس کا قاعدہ بیان کرتے ہیں جو ترجمہ سے واضح ہو چکا ہے مثال سے یوں سمجھو۔

مسئلہ ۶

زوج	ام	عم
۳	۲	۱

تو اس صورت میں ہم یوں فرض کریں زوجہ نے مرتے وقت دین کے علاوہ چھ ہزار دینار چھوڑے مگر زوج نے یہ کہہ دیا کہ نہ تو ہم مہر دیں گے اور نہ ترکہ سے کچھ لیں گے اس کہنے سے صلح ہو گئی لہذا ہم یوں تخارج کریں گے کہ زوج کو جو کہ ورثہ سے نکل چکا ہے اسے بھی ابھی تک شریک اصل کریں گے اور مال کو زوج کی موجودگی میں جس طرح دو حصے اور چچا کو ایک حصہ مل رہا تھا اسی طرح اب بھی مال کو کل مال سے چچا کا دوگنا ملے گا اور زوج کو کچھ نہیں تو گویا ماں کو چار ہزار ملیں گے لیکن اگر ہم زوج کو اس طرح فرض نہ کریں بلکہ یوں کہہ دیں کہ گویا مہر ترکہ سے نہیں ہے اور زوج بھی وارث نہیں ہے بلکہ فقط ام اور عم وارث ہیں تو خرابی یہ لازم آئے گی کہ ام کو مال قاعدہ کے مطابق ثلث کل یعنی دو ہزار اور عم کو بقیہ مال یعنی چار ہزار ملیں گے۔ جس سے تخشۃ تقسیم بدل جائے گا جو خلاف اجماع ہوگا۔

(ب)...... کیف تقسم الترکۃ علی الورثۃ فی المسألۃ التالیۃ؟
رجل مات وخلف زوجۃ واربع جدات وست اخوات لأم.

الجواب الثالث (ب)　اس سوال میں ایک امر حل طلب ہے

☆ (۱)

۷۲/۱۸/۳/۶/۸

زوجہ	۳ جدات	۶ اخت لام
۱	۱/۶	۲/۱۲
	۲۴	۴۸

www.Bhalli.Info

الورقة الرابعة ...... فی الفرائض ...... وفاق المدارس العربية باكستان ...... شعبان ۱۴۲۲ھ
ورقة الاختبار السنوی للمرحلة العالية ...... للبنات ...... مجموع الدرجات ۱۰۰ ...... الوقت ۳ ساعات
ملحوظة: اجب عن احد الشقين من كل سوال فقط ان اجبت بالعربية الفصحی تستحق عشر درجات

السؤال الأول (الف) فيبدأ باصحاب الفرائض وهم الذين لهم سهام.......
ورثاء کی کتنی قسمیں ہیں ہر ایک کی تعریف کریں اور مثال ضرور لکھیں۔

اس کا حل آگے پرچہ ۱۴۲۷ھ میں ملاحظہ فرمائیں۔

(ب) ...... بنت، بنت الابن، اخت عینی، اخت علاتی، ام، جدہ صحیحہ ان سب کے احوال لکھیں۔

الجواب الأول (ب) اس سوال میں چند امور حل طلب ہیں

بنت: بیٹی کبھی محروم نہیں ہوتی بھائی ساتھ ہو تو عصبہ ورنہ ذوی الفروض رہتی ہے اس کے تین احوال ہیں: ① صرف ایک بیٹی ہو تو ترکہ کا نصف ہے۔ ② دو یا زیادہ ہوں تو دو تہائی۔ ③ بیٹی کے ساتھ بیٹا بھی ہو تو مرد کے لئے دو عورتوں کے حصہ کے برابر ہے اور بیٹا بیٹیوں کو عصبہ بنا دیتا ہے۔

بنت الابن: پوتی صلبی بیٹی کے مانند ہے اس کے چھے احوال ہیں۔ تفصیل پرچہ ۱۴۱۹ھ میں ملاحظہ فرمائیں۔

اخت عینی حقیقی کے پانچ احوال ہیں: ① ایک ہو تو نصف۔ ② دو یا دو سے زائد ہوں تو دو تہائی۔ ③ ان کے ساتھ حقیقی بھائی ہو تو تقسیم بقاعدہ للذکر مثل حظ الانثیین ہوگا۔ ④ میت کی بیٹی یا پوتی ہو تو باقی بچا ہوا ملے گا۔ ⑤ بحالت بیٹا، پوتا، یا اب یا جد صحیح کی موجودگی میں مسئلہ مختلف فیہ ہے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک محروم ہوگا۔

اخت علاتی: باپ شریک (علاتی) بہنیں حقیقی بہنوں کی طرح ہیں (پانچ حالات میں) لیکن ان کی سات حالتیں ہیں ① نصف ایک کے لئے ② دو تہائی دو اور اس سے زیادہ کے لئے جب کہ حقیقی بہنیں نہ ہوں ③ چھٹا حصہ ایک سگی بہن کے ساتھ دو تہائی پورا کرنے کو ④ محروم ہوگی دو یا اس سے زیادہ حقیقی بہنوں کی موجودگی میں البتہ اگر ان کے ساتھ بھائی ہو تو وہ انہیں عصبہ بنا دے گا اس لئے باقی ماندہ ان لوگوں میں للذکر مثل حظ الانثیین کے طریقہ پر تقسیم ہوگا۔ ⑤ پانچویں حالت یہ ہے کہ بیٹیوں یا پوتیوں کی موجودگی میں عصبہ ہو جائیں گی۔ ⑥ علاتی بھائی، علاتی بہنیں، حقیقی بھائی اور حقیقی بہنوں کی وجہ سے محروم ہو جائیں گی لیکن حقیقی بہن کے ساتھ تب ہوں گی جب یہ عصبہ ہو

جائیں۔ ⑦ اگر علاتی بہنوں کے ساتھ میت کی بیٹیاں، پوتیاں یا پڑپوتیاں ہیں تو یہ علاتی بہنیں عصبہ بن جائیں گی ان کا حصہ نکالنے کے بعد باقی مال ان کے درمیان تقسیم ہوگا۔

ام: یہ ذوی الفروض سے ہے جو کسی حالت میں محروم نہیں رہتی اسکا چھٹا حصہ ہے جیسے قولہ تعالیٰ ولابویه لكل واحد۔

جدہ صحیحہ۔ اس کے احوال آگے پرچہ ۱۴۲۷ھ میں ملاحظہ فرمائیں۔

السؤال الثانی (الف) ...... عصبہ بنفسہ کے کتنے اصناف ہیں؟ اور ان کا طریقہ توریث کیا ہے؟

اس کا حل پرچہ ۱۴۲۰ھ میں ملاحظہ فرمائیں۔

(ب) ...... مخارج سے کیا مراد ہے اور مخارج کل کتنے ہیں؟

الجواب الثانی (ب) اس سوال میں دو امور حل طلب ہیں

① مخارج سے مراد۔ ② مخارج کل کتنے ہیں؟

☆ (ا) **مخارج سے مراد:** مخارج مخرج کی جمع ہے بروزن مفعل اس سے مراد وہ اعداد ہیں جن سے ورثاء کے فروض یعنی حصص نکلتے ہیں۔

☆ (۲) **مخارج کل کتنے ہیں؟** مخارج کل سات ہیں: ۲،۳،۴،۶،۸،۱۲،۲۴۔

السؤال الثالث (الف) ...... تماثل، تداخل، توافق، تباین، کسے کہتے ہیں ہر ایک کی مثال لکھیں۔

اس کا حل پرچہ ۱۴۱۹ھ میں ملاحظہ فرمائیں۔

(ب) ...... "رد" کسے کہتے ہیں؟ ورثاء میں کن پر رد ہوتا ہے اور کن پر نہیں ہوتا مثال سے واضح کریں
جواب گذر چکے ہیں پرچہ ۱۴۱۹ میں ملاحظہ فرمائیں۔

www.Bhalli.Info

الورقة الرابعة ...... في الفرائض ...... وفاق المدارس العربية باكستان ...... شعبان ۱۴۲۳ھ
ورقة الاختبار السنوی للمرحلة العالية ...... للبنات ...... مجموع الدرجات ۱۰۰ ...... الوقت ۳ ساعات
ملحوظة: اجب عن احد الشقين من كل سوال فقط ان اجبت بالعربية الفصحی تستحق عشر درجات

السوال الاول (الف) ...... الفروض المقدرة فی کتاب الله تعالیٰ ستة النصف والربع والثمن والثلثان والثلث والسدس علی التضعیف والتنصیف واصحاب هذه السهام اثنا عشر نفراً.

(۱) فروض مقدرہ کی تفصیل لکھیں۔ (۲) اصحاب هذه السهام سے کون مراد ہیں۔

الجواب الاول (الف) اس سوال میں دو امور حل طلب ہیں

① فروض مقدرہ۔ ② اصحاب هذه السهام سے مراد۔

☆ (۱) کا حل آگے پرچہ ۱۴۲۷ھ میں ملاحظہ فرمائیں۔

☆ (۲) **اصحاب هذه السهام سے مراد:**

اس سے مراد چار مرد اور آٹھ عورتیں ہیں یعنی میت کا باپ، جد صحیح، اخیافی بھائی، خاوند۔ عورتوں میں میت کی بیوی، بیٹی، پوتی، پڑپوتی، عینی بہن، علاتی بہن، اخیافی بہن، ماں، دادی۔

(ب) ...... اب، جد، اخ خیفی، اخت خیفیہ، زوجہ ان سب کے احوال تفصیل سے لکھیں۔

الجواب الاول (ب) اس سوال میں چند امور حل طلب ہیں

اب کے احوال پرچہ ۱۴۳۱ھ میں ملاحظہ فرمائیں۔ جد کے احوال پرچہ ۱۴۳۰ھ میں ملاحظہ فرمائیں

اخ خیفی: یہ ذی الفروض میں ہے، یہ ماں شریک بھائی ہے۔ اس کی تین حالتیں ہیں ① اخیافی بھائی کو چھٹا حصہ ملتا ہے جبکہ میت کے اصول وفروع میں سے کوئی نہ ہو۔ ② دو یا زیادہ اخیافی بھائیوں کو ترکہ کا ایک تہائی ملے گا۔ ③ میت کی اولاد یا بیٹے کی اولاد زندہ رہنے کی صورت میں یا باپ اور دادا زندہ رہنے کی صورت میں اخیافی بھائی محروم رہے گا۔

اخت خیفیہ: اس کی حالت بعینہ اخیافی بھائی کی طرح ہے۔

زوجہ: زوجہ کی دو حالتیں ہیں: ① میت کی اولاد اور اس کے بیٹے کی اولاد نہ ہو تو اسے ایک چوتھائی حصہ ملے گا۔ ② اگر میت کی اولاد ہو یا اس کے بیٹے کی اولاد ہو تو پھر آٹھواں حصہ ملے گا۔

السوال الثانی (الف) ...... عصبات کی کتنی قسمیں ہیں ہر ایک کی تعریف کریں۔ (۲) عصبہ بنفسہ کی کتنی قسمیں ہیں اور ان کا طریقہ توریث کیا ہے؟

اس کا حل پرچہ ۱۴۳۰ھ میں ملاحظہ فرمائیں۔

(ب) ...... حجب کے لغوی اور اصطلاحی معنی بیان کریں۔ (۲) حجب کی کتنی قسمیں ہیں اور کون سے قسم

کہاں متحقق ہوتی ہے۔

اس کا حل آگے پرچہ ۱۴۲۷ھ میں ملاحظہ فرمائیں۔

السوال الثالث (الف) ...... اعلم ان مجموع المخارج سبعة اربعة منها لا تعول وهی الاثنان والثلثة والأربعة والثمانية وثلثة منها قد تعول اما الستة فانها تعول إلی عشرة وترا وشفعا واما اثنا عشر فهی تعول إلی سبعة عشر وترا لا شفعاً.

(۱) عبارت پر اعراب لگائیں۔ (۲) عبارت کی واضح تشریح کیجئے۔ (۳) مذکورہ صورتوں کو مثالوں سے واضح کیجئے۔

الجواب الثالث (الف) اس سوال میں تین امور حل طلب ہیں

① اعراب۔ ② تشریح ③ مذکورہ صورتوں کی مثالیں۔

☆ (۱) اعراب: اِعْلَمْ اَنَّ مَجْمُوْعَ الْمَخَارِجِ سَبْعَةٌ اَرْبَعَةٌ مِنْهَا لَا تَعُوْلُ وَ هِيَ الْاِثْنَانِ وَ الثَّلٰثَةُ وَ الْاَرْبَعَةُ وَ الثَّمَانِيَةُ وَ ثَلٰثَةٌ مِنْهَا قَدْ تَعُوْلُ اَمَّا السِّتَّةُ فَاِنَّهَا تَعُوْلُ اِلٰى عَشَرَةٍ وِتْرًا وَ شَفْعًا وَ اَمَّا اِثْنَا عَشَرَ فَهِيَ تَعُوْلُ اِلٰى سَبْعَةَ عَشَرَ وِتْرًا لَا شَفْعًا.

☆ (۲) تشریح: مخارج کل سات ہیں ۲، ۳، ۴، ۸، ۶، ۱۲، ۲۴۔ ان میں سے پہلے چار کا تو کوئی عول نہیں آتا البتہ باقی تین مخارج یعنی ۶، ۱۲ اور ۲۴ کا عول ہوتا ہے جس کی تفصیل یہ ہے: ۶ کا عول ۱۰ تک ہوتا ہے طاق اور جفت دونوں طرح سے چنانچہ ۶ کا عول ۷، ۸، ۹ اور ۱۰ کل چار عول ہوں گے۔

(۳) **مذکورہ صورتوں کی مثالیں:**

اس عبارت میں مخارج کو بیان کیا گیا ہے مخارج کل سات ہیں، دو، تین، چار، آٹھ، چھ، بارہ، چوبیس، ان میں سے چار میں بالکل عول نہیں ہوتا وہ چار یہ ہیں، دو، تین، چار، آٹھ، اور باقی تین یعنی چھ، بارہ، چوبیس ان میں عول ہوتا ہے۔ چھ میں عول ہوتا ہے دس تک طاق بھی اور جفت بھی، چھ میں عول سات تک تب ہوتا ہے جب چھے کا سدس یعنی ایک بڑھ جائے اس کی صورت یہ ہے کہ نصف اور ثلثان جمع ہو جائے مثلاً میت نے زوج اور دو حقیقی بہنوں کو چھوڑا۔

مسئلہ	عول ۷
زوج	۲ اخت عینی
نصف	ثلثان
۳	۴

یا نصفان اور سدس جمع ہو جائیں جیسے میت نے ایک زوج اور ایک حقیقی بہن اور ایک اخیافی بہن کو چھوڑا۔

www.Bhalli.Info

مسئلہ ٦ عول ٧

میت

زوج	اخت عینی	اخت اخیافی
نصف	نصف	سدس
۳	۳	۱

اور اگر ایک ثلث یعنی دو زائد ہو جائیں تو عول آٹھ تک ہوگا اس کی صورت یہ ہے کہ نصف اور ثلثان اور سدس جمع ہو جائیں جیسے میت نے زوج اور حقیقی بہنوں کو اور ایک ماں کو چھوڑا

مسئلہ ٦ عول ٨

میت

زوج	دو اخت عینی	ام
نصف	ثلثان	سدس
۳	۴	۱

یا نصفان اور ثلث جمع ہو جائیں جیسے میت نے زوج اور ایک حقیقی اور دو اخیافی بہنوں کو چھوڑا

مسئلہ ٦ عول ٨

میت

زوج	اخت عینی	دو اخت اخیافی
نصف	نصف	ثلث
۳	۳	۲

اور چھ کا نصف یعنی تین بڑھ جائیں تو عول نو تک ہوگا اس کی صورت یہ ہے کہ نصف ثلثان اور ثلث جمع ہو جائیں جب میت نے زوج اور دو حقیقی بہنوں اور دو اخیافی بہنوں کو چھوڑا۔

مسئلہ ٦ عول ٩

میت

زوج	دو اخت عینی	دو اخت اخیافی
نصف	ثلثان	ثلث
۳	۴	۲

یا نصفان اور ثلث، اور سدس جمع ہو جائیں جیسے میت نے زوج اور ایک حقیقی بہن اور دو اخیافی بہنوں اور ایک ماں کو چھوڑا

مسئلہ ٦ عول ٩

میت

زوج	اخت عینی	دو اخت اخیافی	ام
نصف	نصف	ثلث	سدس
۳	۳	۲	۱

اور اگر چھ کے دو ثلث یعنی چار بڑھ جائیں تو عول دس تک ہوگا یہ اس وقت ہے جب نصف، ثلثان

اور سدس جمع ہو جائیں، جیسے میت نے زوج، دو حقیقی بہنیں، دو اخیافی بہنیں اور ایک ماں کو چھوڑا۔

مسئلہ ٦ عول ١٠

میت

زوج	دو اخت عینی	دو اخت اخیافی	ام
نصف	ثلثان	ثلث	سدس
۳	۴	۲	۱

بارہ میں عول سترہ تک ہوتا ہے فقط طاق جفت نہیں اگر بارہ کے سدس کا نصف یعنی ایک بڑھ جائے تو عول تیرہ تک ہوگا جب ربع ثلثان اور سدس جمع ہو جائیں مثلاً میت نے ایک بیوی اور دو حقیقی بہنیں اور ایک اخیافی بہن چھوڑی ہے

مسئلہ ١٢ عول ١٣

میت

زوجہ	دو اخت عینی	ایک اخت اخیافی
ربع	ثلثان	سدس
۳	۸	۲

اور اگر بارہ پر اضافہ ہو جائے بارہ کے ربع یعنی تین کا عول ہوگا پندرہ تک یہ اس وقت ہوگا جب ربع، ثلثان، اور ثلث جمع ہو جائیں مثلاً میت نے زوجہ اور دو حقیقی بہنیں اور دو اخیافی بہنیں چھوڑی۔

مسئلہ ١٢ عول ١٥

میت

زوجہ	اختان عینی	اختان اخیافی
ربع	ثلثان	ثلث
۳	۸	۴

اور اگر بارہ پر بارہ کے ربع یعنی تین اور سدس دو کا اضافہ ہو جائے تو عول سترہ تک ہوگا یہ اس وقت ہوگا جب ربع، ثلثان، ثلث اور سدس جمع ہو جائیں مثلاً میت نے زوجہ، دو حقیقی بہنیں دو اخیافی بہنیں اور ایک ماں کو چھوڑا

مسئلہ ١٢ عول ١٧

میت

زوجہ	اختان عینی	اختان اخیافی	ام
ربع	ثلثان	ثلث	سدس
۳	۸	۴	۲

ب ...... تصحیح سے کیا مراد ہے اور اس کے کتنے اصول ہیں۔

اس کا حل پرچہ ۱۴۱۹ھ میں ملاحظہ فرمائیں۔

www.Bhalli.Info

الورقة الرابعة ...... فی الفرائض ...... وفاق المدارس العربية باكستان ...... شعبان ۱۴۲۳ھ

ورقة الاختبار السنوی للمرحلة العالية ...... للبنات ...... مجموع الدرجات ۱۰۰ ...... الوقت ...

ملحوظة: اجب عن احد الشقين من كل سوال فقط ان اجبت بالعربية الفصحی تستحق عشر درجات

السوال الأول (الف) ...... الفروض المقدرة فی كتاب الله تعالیٰ ستة النصف والربع والثمن والثلثان والثلث والسدس علی التضعيف والتنصيف واصحاب هذه السهام اثنا عشر نفرا.

(۱) عبارت پر اعراب لگائیں اور ترجمہ کریں۔ (۲) سہام اور اصحاب سہام کی تفصیل بیان کریں۔

الجواب الاول (الف) اس سوال میں تین امور حل طلب ہیں

① اعراب وترجمہ۔ ② سہام اور اصحاب سہام کی تفصیل۔

☆ (۱) اعراب: اَلْفُرُوْضُ الْمُقَدَّرَةُ فِیْ کِتَابِ اللهِ تَعَالیٰ سِتَّةٌ اَلنِّصْفُ وَ الرُّبُعُ وَ الثُّمُنُ وَ الثُّلُثَانِ وَ الثُّلُثُ وَ السُّدُسُ عَلَی التَّضْعِيْفِ وَ التَّنْصِيْفِ وَ اَصْحَابُ هٰذِهِ السِّهَامِ اِثْنَا عَشَرَ نَفَرًا.

ترجمہ: وہ حصے جو قرآن پاک میں معین ہیں چھے ہیں: نصف، چوتھائی، آٹھواں، دو تہائی، ایک تہائی اور چھٹا۔ دوگنا اور آدھا ہونے کی طریقہ پر اور ان حصوں کے مستحقین بارہ افراد ہیں۔

☆ (۲) سہام اور اصحاب سہام کی تفصیل پرچہ ۱۴۲۳ھ میں ملاحظہ فرمائیں۔

(ب) ...... العصبات النسبية ثلثة عصبة بنفسه وعصبة بغيره وعصبة مع غيره.

عصبہ کا تعارف لکھیں کہ وہ کون ہوتا ہے اور مثال دیں اور عبارت کی وضاحت کریں۔

اس کا حل پرچہ ۱۴۲۰ھ میں ملاحظہ فرمائیں۔

السوال الثانی (الف) ...... باب التصحيح: يحتاج فی تصحيح المسائل الی سبعة اصول ثلثة بين السهام والرؤس واربعة بين الرؤس والرؤس.

(۱) عبارت پر اعراب لگائیں اور ترجمہ کریں۔ (۲) ثلثة بين السهام والرؤس کی وضاحت مصنفؒ کے انداز میں کریں۔

① اعراب وترجمہ۔ ② ثلثة بين السهام والرؤس کی وضاحت۔

☆ (۱) اعراب: بَابُ التَّصْحِيْحِ: يَحْتَاجُ فِیْ تَصْحِيْحِ الْمَسَائِلِ اِلٰی سَبْعَةِ اُصُوْلٍ ثَلٰثَةٌ بَيْنَ السِّهَامِ وَ الرُّؤُسِ وَ اَرْبَعَةٌ بَيْنَ الرُّؤُسِ وَ الرُّؤُسِ.

ترجمہ: باب تصحیح کے بیان میں۔ تصحیح کے مسائل میں سات قیدوں کی ضرورت پیش آتی ہے ان میں تین قیدیں تو سہام اور رؤس کے درمیان ہیں اور چار رؤس اور رؤس کے درمیان ہیں۔

☆ (۲) ثلثة بين السهام والرؤس کی وضاحت۔ اس کا حل پرچہ ۱۴۱۹ھ میں ملاحظہ فرمائیں۔

(ب) ...... باب المناسخة.

(۱) مناسخہ کی لغوی اور اصطلاحی تعریف لکھیں۔ (۲) مناسخہ کے احکام مختصراً تحریر فرمائیں۔

الجواب الثانی (ب) اس سوال میں دو امور حل طلب ہیں

① مناسخہ کی تعریف۔ ② مناسخہ کے احکام۔

☆ (۱) مناسخه کی تعریف:

مناسخہ مادہ نسخ سے باب مفاعلہ کا مصدر ہے جس کے معنے نقل اور تحویل کے ہیں لیکن معنی مرادی یہ ہیں کہ ہنوز میت اول کا ترکہ وارثوں پر تقسیم نہ ہوا تھا کہ اس درمیان میں کوئی وارث مرگیا تو اس کے حصے ورثہ کی طرف منتقل کر دینا۔

☆ (۲) مناسخه کے احکام:

اور جب کہ ایسی صورت ہو کہ تقسیم ترکہ سے قبل کوئی وارث مرجائے اور اس میت ثانی کا حصہ اس کے ورثہ میں منتقل ہو تو اس کی اولاً دو قسمیں یہ ہوں گی کہ میت ثانی کے ورثہ وہی ہیں جو میت اول کے تھے (سوائے خود میت ثانی کے) یا نہیں پہلی صورت میں پھر دو احتمال ہیں کہ تقسیم ترکہ میں تغیر و تبدل ہوا ہے یا نہیں۔

تیسری صورت یعنی جب کہ میت ثانی کے ورثہ وہی ہیں جو میت اول کے تھے اور قسمت ترکہ میں بھی کوئی تغیر وتبدل نہ ہوا ہو تو ایسی صورت میں ایک ہی بار تقسیم کی جائے گی اور میت ثانی کو معدوم قرار دیا جائے کیونکہ تکرار قسمت سے کچھ فائدہ نہیں ہے۔

مثلاً ایک شخص کچھ لڑکے اور کچھ لڑکیاں چھوڑ کر مرا تو ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں للذکر مثل حظ الانثيين کا قاعدہ جاری ہوگا اور ابھی تک تقسیم ترکہ نہیں ہوا تھا کہ ان بیٹوں میں سے ایک بیٹا مرا اور یہ شخص بھی انہیں بھائی اور بہنوں کو چھوڑ کر مرتا ہے تو چونکہ اس کے لئے فقط بھائی اور بہن وارث ہیں اور ایسی صورت میں بھی للذکر مثل حظ الانثيين کا قاعدہ جاری ہوتا ہے اور اس کے ورثہ بھی وہی ہیں جو میت اول یعنی باپ کے تھے اور طریقہ للذكر ضعف الانثیٰ رہے گا اس لئے اب فقط ایک ہی مرتبہ اس اصل سے کام لیا جائے گا۔

www.Bhalli.Info

السؤال الثالث (الف) ...... **فصل فی الحمل.**

(۱) مدت حمل میں اختلاف کو بیان کریں۔ (۲) حمل کے لئے ترکہ میں سے کتنا حصہ رکھا جائے گا اس کی تفصیل بیان کریں۔

الجواب الثالث (ب) اس سوال میں دو امور حل طلب ہیں

① مدت حمل میں اختلاف۔ ② حمل کے لئے ترکہ میں حصہ۔

☆ **(۱، ۲) مدت حمل میں اختلاف، ترکہ میں حصہ:**

حمل کی اکثر مدت ابو حنیفہؒ کے نزدیک دو برس ہے اور لیث بن سعد کے نزدیک تین برس ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک چار برس ہے اور امام زہریؒ کے نزدیک سات برس ہے اور اقل مدت چھ مہینے ہے اور ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس حمل کیلئے چار بیٹوں یا چار بیٹیوں کے حصہ میں سے جو زیادہ ہوگا وہ محفوظ رکھا جائے گا۔ اور بقیہ مال باقی وارثوں پر تقسیم کیا جائے گا۔

اور امام محمدؒ کے نزدیک تین بیٹوں یا تین بیٹیوں سے جس کا حصہ زیادہ ہوگا وہ اس کے لئے رکھا جائے گا۔ اس قول امام محمدؒ کو لیث بن سعدؒ نے نقل فرمایا ہے لیکن امام محمدؒ کی دوسری روایت یہ ہے اور یہی قول حسنؒ کا ہے۔ اور امام ابو یوسفؒ کی دو روایتوں سے ایک روایت ہے وہ ہے جس کو کہ ہشام نے امام محمدؒ سے نقل فرمایا ہے کہ فقط بیٹوں کے حصے محفوظ رکھے جائیں گے۔

فائدہ:

یہاں پر چند فوائد ذکر کئے جاتے ہیں جن کے مطالعہ سے میراث حمل کے متعلق بصیرت افروز تفصیل معلوم ہو جائے گی۔ فائدہ نمبر ۱: اگر کسی عورت کو ایسا حمل ہو جو میت کا وارث ہو سکتا ہے تو بچہ جننے تک صبر کریں اور تقسیم ترکہ کو وضع حمل تک ملتوی رکھیں کیونکہ بعض دفعہ بچہ مردہ پیدا ہوتا ہے جو بالکل مستحق نہیں ہوتا۔ اور بعض دفعہ زندہ پیدا ہوتا ہے لیکن پیدا ہونے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ وہ مستحق نہیں اور کبھی ایک حمل سے دو چار یا زیادہ بچے پیدا ہو جاتے ہیں ان سب صورتوں میں پہلی تقسیم اور حصوں کو بالکل توڑنا اور از سر نو حصے لگانے پڑتے ہیں لہذا بہتر یہی ہے کہ انتظار کریں اگر انتظار نہ کریں اور پیدا ہونے سے پہلے ہی تقسیم کرنا چاہیں تو اس حمل کو لڑکا سمجھ کر جو کچھ حصہ پہنچتا ہے اس کے لئے امانت رکھیں۔

امام صاحبؒ کا ایک قول یہ بھی ہے کہ چار بیٹیوں کا حصہ امانت رکھیں۔ اور بھی چند اقوال ہیں جو سراجی کے متن میں ذکر کیے گئے ہیں مگر فتویٰ اس پر ہے کہ صرف ایک بیٹے کا حصہ امانت رکھا جائے۔

اور اس کے مرد ہونے کی وجہ سے جو لوگ محروم ہوتے ہوں ان کو محروم رکھیں اور جن لوگوں کا حصہ کم ہوتا ہو ان کو کم دیں۔ اب اگر لڑکا ہی پیدا ہو تو اس کا پورا حصہ اس کو دیا جائے گا۔ اور تقسیم ترکہ بدستور رہے گی۔ اور اگر لڑکی تولد ہوئی تو لڑکی جس قدر حصہ کی مستحق ہوگی وہ اس کو دیا جائے گا اور حمل کو لڑکا سمجھ کر جن لوگوں کا حصہ کم کیا گیا تھا یا بالکل محروم کر دیے گئے تھے ان کا حق دیا جائے گا۔

مثال نمبر ۱: کریم الدین کا انتقال ہوا۔ اس کی ایک زوجہ دو ہمشیرہ اور والدہ موجود ہیں اور زوجہ کو حمل ہے ہم نے قبل از ولادت میراث تقسیم کرنا چاہا اور حمل کو لڑکا فرض کر کے اس طرح حصے لگائے۔

مسئلہ نمبر ۲۴

زوجہ	والدہ	لڑکا	دو ہمشیرہ
۳	۴	۱۷	محروم

کیونکہ بیٹے کے سامنے میت کی بہنیں محروم رہا کرتی ہیں یہاں اگر تقدیر سے لڑکا ہی پیدا ہوتا تو کچھ تغیر و تبدل نہ کرنا پڑتا۔ ترکہ جس طرح تقسیم ہوگیا تھا۔ بدستور رہتا اور وہ پیدا ہو کر اپنے حصہ کا مالک ہو جاتا۔ لیکن کریم الدین کی بہنوں کی قسمت سے لڑکی پیدا ہوئی۔ چونکہ وہ نصف ترکہ کی مستحق ہوئی ہے۔ لہذا ہم نے بجائے سترہ کے بارہ سہام اس کو دیئے اور باقی ماندہ پانچ سہام بہنوں کو دیئے جو حمل کو لڑکا فرض کر کے محروم کر دی گئی تھیں اب گویا میراث از سر نو تقسیم ہو کر یہ صورت ہوگی۔

مسئلہ نمبر ۲۴

زوجہ	والدہ	دختر	دو ہمشیرہ
۳	۴	۱۲	۵

یہ کچھ ضروری نہیں کہ جس حمل کے لئے حصہ امانت رکھا جاتا ہے وہ میت کی زوجہ ہی کا حمل ہو بلکہ جس جس موقع میں حمل میت کا وارث قرار پا سکتا ہے وہاں حصہ امانت رکھا جائے گا۔ خواہ وہ حاملہ عورت میت کی وارث ہو یا نہ ہو اور خواہ میت کی زوجہ ہو یا کوئی دوسری رشتہ دار ہو۔

(ب) ...... **فصل فی المرتد.**

(۱) مرتد کی لغوی اور اصطلاحی تعریف لکھیں۔ (۲) مرتد اور مرتدہ کے احکام میراث لکھیں اور اس میں جو اختلاف ہے اسے بھی تحریر فرمائیں۔

الجواب الثالث (ب) اس سوال میں دو امور حل طلب ہیں

● مرتد کی تعریف۔ ● مرتد اور مرتدہ کے احکام میراث۔

www.Bhalli.Info

☆ (١) **مرتد کی تعریف:**

لغوی معنی پھرنا پلٹنا۔ اصطلاحی معنی دین حق سے پھر جانا۔

☆ (٢) **مرتد اور مرتدہ کے احکام میراث:**

جب کہ مرتد حالت ارتداد میں مرجائے یا قتل کر دیا جائے یا دارالحرب چلا جائے۔ قاضی نے بھی اس کے لحوق (چلے جانے) کا حکم سنا دیا تو جو کچھ بھی اس نے حالت اسلام میں کمایا تھا وہ اس کے مسلم ورثہ کو ملے گا اور جو کچھ کہ اس نے حالت ارتداد میں کمایا ہے۔ وہ بیت المال میں رکھ دیا جائے گا۔ ابو حنیفہؒ کے مسلک پر لیکن صاحبینؒ کے نزدیک اس کی دونوں حالت کی ساری کمائی مسلم ورثہ کی ہوگی۔ اور امام شافعیؒ کے نزدیک اس کی دونوں حالت کی کمائی بیت المال میں رکھدی جائے گی۔ اور دارالحرب میں چلے جانے کے بعد جو کچھ کمایا ہے وہ بالاجماع فی ہے۔ اور مرتدہ کی ساری کمائی بلاخوف اس کے مسلم ورثہ کے لئے ہے۔ لیکن مرتد کسی کا وارث نہیں بن سکتا نہ کسی مسلم کا اور کسی مرتد کا۔ یہی حال مرتدہ عورت کا بھی ہے۔ لیکن محلہ کا محلہ مرتد ہو جائے (العیاذ باللہ) تو اس وقت وہ ایک دوسرے کے وارث ہو سکتے ہیں۔

مرتدہ عورت کا مال مطلقاً خواہ اس نے حالت اسلام میں حاصل کیا ہو یا حالت ارتداد میں اس کے مسلم ورثہ کو ملے گا۔ لیکن اس کے شوہر کو اس کے مال سے میراث نہیں ملتی اس لئے کہ فقط ارتداد سے ہی وہ اپنے سے بائن ہوگئی۔ اور اس کی زوجہ نہ رہی لیکن اگر حالت مرض میں مرتد ہوئی اور عدت ختم ہونے کے قبل مرگئی تو اس صورت میں اس کا شوہر استحساناً وارث ہوگا۔ کیونکہ یہ مریضہ فارہ کے مانند ہے۔ (مرتد وہ انسان ہے جو مسلمان ہو کر العیاذ باللہ کفر اختیار کرلے اور اس کا کافر ہونا دلائل یقینیہ سے ثابت ہو جائے۔

فائدہ:

مرتدہ کو حنفیہ کے مذہب پر قتل نہیں کیا جاتا بلکہ اس کو قید کیا جاتا ہے اور اس کو ازالہ شبہات کے بعد اگر وہ باز نہ آئے تو مارنے کی سزا بھی دی جاتی ہے یہاں تک کہ وہ مسلمان ہو جائے یا اسی طرح اس کو موت آجائے۔ امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ بن حنبل، فقیہ ابی اللیثؒ، امام زہریؒ، امام نخعیؒ اور امام اوزاعیؒ کا مذہب یہ ہے کہ مرتدہ کو قتل کر دیا جائے۔

الورقة الرابعة ...... في الفرائض ...... وفاق المدارس العربية باكستان ...... شعبان ١٤٢٣ھ
ورقة الاختبار السنوی للمرحلة العالية ...... للبنات ...... مجموع الدرجات ١٠٠ ...... الوقت ٣ ساعات
الملحوظة: اجب عن احد الشقين من كل سوال فقط ان اجبت بالعربية الفصحى تستحق عشر درجات

السوال الاول (الف) ...... **باب معرفة الفروض ومستحقيها، الفروض المقدرة في كتاب الله تعالى ......**

(١) فروض مقدرہ سے کیا مراد ہے تشریح کریں۔ (٢) ان فروض کے مستحق کون کون ہیں تفصیل سے بیان کریں۔ (٣) جدہ صحیحہ کی تعریف کریں۔

اس کا حل آگے پرچہ ١٤٢٧ھ میں ملاحظہ فرمائیں۔

(ب) ...... اب، جد، اخ خیفی، اخت خیفیۃ، زوج، ان سب کے احوال تفصیل سے لکھیں۔

اس کا حل پرچہ ١٤٢٢،٢١،٢٠ھ میں ملاحظہ فرمائیں۔

السوال الثانی (الف) ...... (١) عول سے کیا مراد ہے؟ مثال سے واضح کریں۔ (٢) عول کب ہوتا ہے اور اس کا کیا حکم ہے؟ (٣) مسئلہ منبریہ کی وضاحت کریں۔

جواب الثانی (الف) اس سوال میں تین امور حل طلب ہیں

(١) عول کی تعریف۔ (٢) عول کا حکم۔ (٣) مسئلہ منبریہ۔

☆ (١) **عول کی تعریف:** عول کے معنے یہ ہیں کہ مخرج پر اس کے اجزاء سے کچھ زیادہ کیا جائے جب کہ ادائیگی فرض سے مخرج میں تنگی ہو۔

عول کے اصطلاحی معنے یہ ہیں کہ جب مخرج ادائے فرض سے تنگی کرے تو مخرج پر اس کے اجزاء سے کچھ زیادہ کیا جائے۔

مثال سے وضاحت:

مجموعہ مخارج سات ہیں، ٢،٣،٤،٦،٨،١٢،٢٤ لیکن حقیقت میں کل نو تھے چھ تو فروض ستہ انفراد کی حالت میں ہیں اور تین اختلاط کی حالت میں ہیں مگر چونکہ ثلث اور ثلثین کا مخرج ایک ہی ہے اس لئے ایک عدد کم ہوگیا نیز نصف اور سدس کے اختلاط میں بھی ایک مخرج ستہ یعنی چھ ہے اس لئے ایک اور عدد کم ہوگیا۔

پس ان میں سے دو تین چار آٹھ کا عول نہیں ہوتا ہے چونکہ مسئلہ کی جتنی احتمالی صورتیں نکلتی ہیں وہ اپنے مخرج کے برابر ہوتی ہیں اس لئے عول کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی اور چھ بارہ چوبیس کی احتمالی صورتوں میں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ حق یعنی مخرج کم ہوتا اور حق دار زیادہ کے ہوتے ہیں۔

www.Bhalli.Info

☆(۲) **عول کا حکم:** واضح رہے کہ کل مخارج سات ہیں ان میں سے چار وہ ہیں جن میں عول نہیں ہوتا ہے اور وہ یہ ہیں دو تین چار آٹھ اور ان میں تین وہ ہیں جن میں عول ہو جایا کرتا ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ چھ کا عول دس تک طاق اور جفت دونوں طرح پر ہوتا ہے اور بارہ کا عول سترہ تک ہوتا ہے طاق ہو کر نہ جفت ہو کر۔

☆(۳) **مسئلہ منبریہ:** چوبیس کا عول فقط ایک مرتبہ ہوتا ہے اور وہ ستائیس ہی ہوتا ہے اس سے زیادہ نہیں ہوتا ہے جیسا کہ مسئلہ منبریہ میں اور مسئلہ منبریہ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ سیدنا حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کوفہ کی مسجد میں منبر پر خطبہ دینے کیلئے کھڑے ہوئے تھے اسی وقت یہ مسئلہ دریافت کیا گیا آپ نے فوراً فی البدیہہ یہ جواب دیا جس سے سائل اور سامعین کو بہت حیرانی ہوئی مسئلہ یہ ہے۔

مسئلہ ۲۴ تمـ۲۷

زوجہ	بنتان	اب	ام
۳	۱۶	۴	۴

البتہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ چوبیس کا عول اکتیس تک کرتے ہیں جیسے یہ ہے۔

مسئلہ ۲۴ تمـ۲۷

زوجہ	ام	اختین لاب	اختین لام	ابن کافر
۳	۴	۱۶	۸	محروم

ابن کافر ہمارے نزدیک حاجب نہیں ہوتا اور ابن مسعودؓ کے نزدیک حجب نقصان کے ساتھ حاجب ہوتا ہے اس لئے زوجہ کو بجائے چوتھائی کے آٹھواں حصہ دیا گیا اور ام کو چھٹا حصہ یعنی (۴) اختین لاب وام کو ثلثین یعنی (۱۶) اور اختین لام کو تہائی یعنی (۸) دیا گیا۔

(ب)...... مندرجہ ذیل مثالوں میں ترکہ کی تقسیم واضح کیجئے۔

(۱) زوجہ ۲ اخت ع ۲ اخت خ ام

(۲) زوج اخت ع ام الام

الجواب الثانی (ب) اس سوال میں دو مسائل حل طلب ہیں

۱۳/۱۲

زوجہ	اخت عینیہ	اخت اخیافی	ام
۳	۶	۲	۲

۸/۴

زوجہ	اخت خیافی	ام الام
۱/۲	۱/۳	۱/۳

السوال الثالث (الف)...... تصحیح سے کیا مراد ہے اور اس کے کتنے اصول ہیں۔ (۲) مخارج سے کیا مراد ہے؟ مخارج کل کتنے ہیں؟

اس کا حل پرچہ ۱۴۱۹ھ اور ۱۴۲۲ھ میں ملاحظہ فرمائیں

(ب)...... درج ذیل مثالوں میں ترکہ کی تقسیم کو واضح کریں۔

(۱) زوجہ بنت بنت الابن اب

(۲) زوج اب ام اخت ع اخت خ

الجواب الثالث (ب) اس سوال میں دو مسائل حل طلب ہیں

☆(۱) **مسئلہ ۲۴**

زوجہ	بنت	بنت الابن	اب
۳	۱۲	۴	۵

☆(۲) **مسئلہ ۶**

زوج	اب	ام	اخت ع	اخت خ
۳	۲	۱	محروم	محروم

www.Bhalli.Info

الورقة الرابعة ...... فی الفرائض ...... وفاق المدارس العربیة باکستان ...... شعبان ١٤٢٥ھ

ورقة الاختبار السنوی للمرحلة العالیة ...... للبنات ...... مجموع الدرجات١٠٠ ...... الوقت ٣ ساعات

ملحوظة: اجب عن احد الشقین من کل سوال فقط ان اجبت بالعربیة الفصحی تستحق عشر درجات

السؤال الأول (الف) ...... الفروض المقدرة فی کتاب اللہ تعالیٰ ......

(١) فرائض بیان کرنے کے بعد اصحاب فرائض کی تعیین کریں۔ (٢) جدِ صحیح کی تعریف کرنے کے بعد حکم بیان کریں۔ (٣) اَب کے احوال ذکر کریں۔

اس کا حل پرچہ ١٤٢٧ھ اور ١٤٢١ھ میں ملاحظہ فرمائیں۔

(ب) ...... اُم، اخ خیفی، اخت خیفیہ، بنت، بنت الابن کے احوال لکھیں۔

اس کا حل پرچہ ١٤٢٢ھ میں ملاحظہ فرمائیں۔

السؤال الثانی (الف) ...... عصبہ بنفسہ کی تعریف اقسام اور وجوہ ترجیح لکھیں۔

الجواب الثانی (الف) اس سوال میں دو امور حل طلب ہیں

① عصبہ بنفسہ کی تعریف و اقسام ② وجوہ ترجیح۔

☆ (١) اس کا حل پرچہ ١٤٢٢ھ میں ملاحظہ فرمائیں۔

☆ (٢) وجوہ ترجیح: ترجیح کی وجہ سے قرابت ہے جو میت کے زیادہ قریب ہوگا وہ دیگر تمام پر مقدم ہوگا اس لئے سب سے پہلے میت کے جز عصبہ یعنی بیٹے اور اگر وہ نہ ہوں تو پھر بیٹیاں اور اسی طرح آخر تک۔

(ب) ...... اخت عینیہ، اخت علاتیہ، جدہ صحیحہ، زوج اور جد کے احوال لکھیں۔

اس کا حل پرچہ ١٤٢٢، ٢٧ھ میں ملاحظہ فرمائیں

السؤال الثالث (الف) ...... وأما أربعة وعشرون فانها تعول إلی سبعة وعشرین عولاً واحداً کما فی المسئلة المنبریة وهی امرأة وبنتان وأبوان.

(١) عبارت پر اعراب لگا کر مطلب نیز تشریح کیجئے۔ (٢) مسئلہ منبریہ کی وجہ تسمیہ لکھئے۔

الجواب الثالث (الف) اس سوال میں دو امور حل طلب ہیں

(١) اعراب و تشریح ② مسئلہ منبریہ کی وجہ تسمیہ۔

(١) اعراب: وَ اَمَّا اَرْبَعَةٌ وَّ عِشْرُوْنَ فَاِنَّهَا تَعُوْلُ اِلٰی سَبْعَةٍ وَّ عِشْرِیْنَ عَوْلًا وَّاحِدًا کَمَا فِی الْمَسْئَلَةِ الْمِنْبَرِیَّةِ وَ هِیَ امْرَاَةٌ وَّ بِنْتَانِ وَ اَبَوَانِ.

بقیہ کا حل گذر چکا ہے پرچہ ١٤٢٣ھ میں ملاحظہ فرمائیں۔

(ب) ...... مندرجہ ذیل مسئلہ کو حل کریں۔

مسئلہ ——— میت

٦ بنات ٣ جدات ٣ أعمام

الجواب الثالث (ب) اس سوال میں ایک مسئلہ حل طلب ہے

٣٦/٦

مسئلہ ——— میت

بنت	بنت	بنت	بنت	بنت	بنت	جدہ	جدہ	جدہ	عم	عم	عم
٣	٣	٣	٣	٣	٣	٢	٢	٢	٣	٣	٣

www.Bhalli.Info

الورقة الرابعة ...... فى الفرائض ...... وفاق المدارس العربية باكستان ...... شعبان ۱۴۳۱ھ
ورقة الاختبار السنوى للمرحلة العالية ...... للبنات ...... مجموع الدرجات:۱۰۰ ...... الوقت:۳ساعات
ملحوظة: اجب عن احد الشقين من كل سوال فقط ان اجبت بالعربية الفصحى تستحق عشر درجات

السوال الاول (الف) ...... باب معرفة الفروض و مستحقيها، الفروض المقدرة فى كتاب الله ستة ...... و اصحاب هذه السهام اثنا عشر نفرا.

(۱) عبارت پر اعراب لگایئے۔ (۲) فروض مقدرہ سے کیا مراد ہے وضاحت کیجئے۔ (۳) ان فروض کے مستحقین میں کتنے افراد شامل ہیں کتنے مرد اور کتنی عورتیں ہر ایک کو بیان کریں۔ (۴) اخت عینیہ اخت علیہ اور زوجہ کے احوال لکھئے۔

الجواب الاول (الف) اس سوال میں چار امور حل طلب ہیں

①اعراب۔ ②فروض مقدرہ سے مراد۔ ③ فروض کے مستحقین۔ (۴) اخت عینیہ اخت علاتیہ اور زوجہ کے احوال۔

☆ (۱) اعراب: بَابُ مَعْرِفَةِ الْفُرُوْضِ وَ مُسْتَحِقِّيْهَا، اَلْفُرُوْضُ الْمُقَدَّرَةُ فِيْ كِتَابِ اللهِ سِتَّةٌ ...... وَ اَصْحَابُ هٰذِهِ السِّهَامِ اِثْنَا عَشَرَ نَفَرًا.

بقیہ کا حل آگے پرچہ ۱۴۲۷ میں ملاحظہ فرمائیں۔

ب ...... اب، جد، ام، جدہ، اخ خیفی، اخت خیفیہ، زوج، بنت اور بنت الابن کے احوال تفصیلاً تحریر کریں۔ اس کا حل پرچہ ۱۴۲۷،۲۲،۲۱ میں ملاحظہ فرمائیں۔

السوال الثانی (الف) ...... (۱) حجب کی تعریف کیجئے۔ (۲) حجب کی اقسام بیان کیجئے۔ (۳) ان ورثاء کے نام تحریر کریں جن میں حجب حرمان کبھی نہیں ہوتا۔ (۴) وہ کون سے ورثاء ہیں۔ جن میں حجب نقصان ہوتا ہے۔ (۵) محجوب اور محروم کے درمیان فرق واضح کیجئے۔

اس کا حل آگے پرچہ ۱۴۲۷ میں ملاحظہ فرمائیں۔

ب من صالح علی شیء من الترکة فاطرح سهامه من التصحیح ثم اقسم مابقی من الترکة علی سهام الباقین کزوج وأم وعم فصالح الزوج علی ما فی ذمته من المهر وخرج من البین

(۱) عبارت پر اعراب لگایئے۔ (۲) عبارت کی واضح تشریح کیجئے۔ (۳) تخارج کی تعریف کیجئے۔ (۴) خط کشیدہ عبارت میں مسئلے کو حل کیجئے۔ (۵) مسئلہ حل کریں۔ زوجہ، اربعہ بنین (ان میں سے ایک ابن نے کسی چیز پر صلح کر لی ہے۔)

الجواب الثانی (ب) اس سوال میں پانچ امور حل طلب ہیں

①اعراب ② تشریح۔③ تخارج کی تعریف۔ ④خط کشیدہ عبارت میں مسئلے کا حل۔ ⑤ مسئلہ حل کریں۔ زوجہ، اربعہ بنین (ان میں سے ایک ابن نے کسی چیز پر صلح کر لی ہے۔)

☆ (۱) اعراب: مَنْ صَالَحَ عَلٰى شَيْءٍ مِنَ التَّرِكَةِ فَاطْرَحْ سِهَامَهُ مِنَ التَّصْحِيْحِ ثُمَّ اقْسِمْ مَا بَقِيَ مِنَ التَّرِكَةِ عَلٰى سِهَامِ الْبَاقِيْنَ كَزَوْجٍ وَ اُمٍّ وَ عَمٍّ فَصَالَحَ الزَّوْجُ عَلٰى مَا فِيْ ذِمَّتِهٖ مِنَ الْمَهْرِ وَ خَرَجَ مِنَ الْبَيْنِ

☆ (۲) تشریح: میت کے مرنے کے بعد جب ایسی صورت حال ہو کر ترکہ میں ورثاء کسی معلوم معین شی پر صلح کر کے اپنے حصہ سے دست بردار ہو جائے تو اس کا طریقہ یہ ہوگا کہ ضابطہ کے مطابق وارثین کے حصے کئے جائیں گے اور مصالح کا حصہ ختم کرتے ہوئے مال کو بقیہ ورثاء میں تصحیح کے مطابق تقسیم کیا جائے گا۔ جیسے زوج، ماں اور چچا تو یہ مسئلہ چھ سے اخذ ہوگا یعنی زوج کو تین، ماں کو دو اور چچا کو ایک اور پھر زوج مہر کے بدلے میں جو اس کے ذمہ تھا میراث سے علیحدہ ہو گیا تو اس کے تین حصے نکال کر جو بقیہ بچے ہیں وہ ورثاء کی تصحیح ہے لہٰذا مال کے اب تین حصے کئے جائیں گے۔

☆ (۳) تخارج کی تعریف۔ پرچہ ۱۴۲۹ھ میں ملاحظہ فرمائیں۔

☆ (۴) خط کشیدہ عبارت میں مسئلے کا حل: اس کا حل اوپر آ چکا ہے۔

☆ (۵) مسئلہ: یہ مسئلہ ۸ سے اخذ ہوگا یعنی ۸ میں سے ایک بیوی کو اور ۷ چاروں بنین کو ملیں گے اور ان چاروں کے سہام کے درمیان تباین ہے لہٰذا ۴ کو ۸ میں ضرب دیا تو حاصل ضرب ۳۲،۳۲ جس میں سے ۴ بیوی کو اور ۷ ہر بیٹے کو ملے لیکن ایک بیٹا صلح کر کے دست بردار ہو گیا تو اس کے ۳۲ میں سے ۷ نکالنے کے بعد باقی ۲۵ بچے تو اب یہی ۲۵ باقی مستحقین کی تصحیح سمجھا جائے گا لہٰذا اس میں سے ۴ بیوی کو ۷ ہر ایک بیٹے کو ملیں گے۔

السوال الثالث (الف) ...... واما اربعة وعشرون فانها تعول الی سبعة وعشرین عولا واحدا کما فی ال المنبرية وهی امرأة وبنتان وابوان ولا یزاد علی هذا الا عند ابن مسعود رضی الله عنه فان عنده تعول الی احد و ثلثین

(۱) عبارت پر اعراب لگا کر عول کی تعریف کیجئے۔ (۲) عبارت کی بمع مثال تشریح کیجئے۔ (۳) اس مسئلہ کو مسئلہ منبریہ کیوں کہا ہے۔ (۴) جن مخارج میں عول نہیں ہوتا انہیں بیان کیجئے۔

اس کا حل گذر چکا ہے پرچہ ۱۴۲۳ میں ملاحظہ فرمائیں۔

ب ...... وأما العصبة بغیره فاربع من النسوة وهن اللاتی فرضهن والثلثان یصرن عصبة باخوتها ذکرنا فی حالاتهن ومن لافرض لها من الاناث واخوها عصبة لا تصیر عصبة باخیها کالعم والعم المال کله للعم دون

(۱) عبارت کا سلیس ترجمہ کیجئے۔ (۲) مذکورہ عبارت کی بے غبار تشریح کیجئے۔ (۳) عصبہ کی اقسام تحریر کیجئے۔ (۴) خط کشیدہ میں جن عورتوں کا ذکر کیا گیا ہے ان کے نام تحریر کیجئے۔

اس کا حل گذر چکا ہے پرچہ ۱۴۲۰ میں ملاحظہ فرمائیں۔

www.Bhalli.Info

الورقة الرابعة ...... فی الفرائض ...... وفاق المدارس العربية باكستان ...... شعبان ۱۴۲۹ھ

ورقة الاختبار السنوی للمرحلة العالية ...... للبنات ...... مجموع الدرجات=۱۰۰ ...... الوقت ۳ ساعات

ملحوظة: اجب عن احد الشقین من کل سوال فقط ان اجبت بالعربية الفصحی تستحق عشر درجات

السوال الاول (الف) ...... باب معرفة الفروض و مستحقيها، الفروض المقدرة في كتاب الله ستة ...... و اصحاب هذه السهام اثنا عشر نفرا.

(۱) عبارت پر اعراب لگائیے۔ (۲) فروض مقدرہ سے کیا مراد ہے وضاحت کیجئے۔ (۳) ان فروض کے مستحقین میں کتنے افراد شامل ہیں کتنے مرد اور کتنی عورتیں ہر ایک کو بیان کریں۔ (۴) اخت عینیہ اخت علاتیہ اور زوجہ کے احوال لکھئے۔

الجواب الاول (الف) اس سوال میں چار امور حل طلب ہیں

① اعراب۔ ② فروض مقدرہ سے مراد۔ ③ فروض کے مستحقین۔ (۴) اخت عینیہ اخت علاتیہ اور زوجہ کے احوال۔

☆ (۱) **اعراب:** بَابُ مَعْرِفَةِ الْفُرُوْضِ وَ مُسْتَحِقِّيْهَا، اَلْفُرُوْضُ الْمُقَدَّرَةُ فِيْ كِتَابِ اللهِ سِتَّةٌ ...... وَ اَصْحَابُ هٰذِهِ السِّهَامِ اِثْنَا عَشَرَ نَفَرًا.

بقیہ کا حل آگے پرچہ ۱۴۲۷ھ میں ملاحظہ فرمائیں۔

(ب) ...... اب، جد، ام، جدہ، اخ خیفی، اخت خیفیہ، زوج، بنت اور بنت الابن کے احوال تفصیلاً تحریر کریں۔

اس کا حل پرچہ ۱۴۲۷، ۳۲، ۳۱ھ میں ملاحظہ فرمائیں۔

السوال الثانی (الف) ...... (۱) حجب کی تعریف کیجئے۔ (۲) حجب کی اقسام بیان کیجئے۔ (۳) ان ورثاء کے نام تحریر کریں جن میں حجب حرمان کبھی نہیں ہوتا۔ (۴) وہ کون سے ورثاء ہیں۔ جن میں حجب نقصان ہوتا ہے۔ (۵) محجوب اور محروم کے درمیان فرق واضح کیجئے۔

اس کا حل آگے پرچہ ۱۴۲۷ھ میں ملاحظہ فرمائیں۔

(ب) من صالح علی شیء من الترکة فاطرح سهامه من التصحيح ثم اقسم مابقی من الترکة علی سهام الباقين کزوج وام وعم فصالح الزوج علی مافی ذمته من المهر وخرج من البين

(۱) عبارت پر اعراب لگائیے۔ (۲) عبارت کی واضح تشریح کیجئے۔ (۳) تخارج کی تعریف کیجئے۔ (۴) خط کشیدہ عبارت میں مسئلے کو حل کیجئے۔ (۵) مسئلہ حل کریں۔ زوجہ، اربعہ بنین (ان میں سے ایک ابن نے کسی چیز پر صلح کر لی ہے۔)

الجواب الثانی (ب) اس سوال میں پانچ امور حل طلب ہیں

① اعراب ② تشریح۔ ③ تخارج کی تعریف۔ ④ خط کشیدہ عبارت میں مسئلے کا حل۔ ⑤ مسئلہ حل کریں۔ زوجہ، اربعہ بنین (ان میں سے ایک ابن نے کسی چیز پر صلح کر لی ہے۔)

☆ (۱) **اعراب:** مَنْ صَالَحَ عَلٰی شَیْءٍ مِنَ التَّرِكَةِ فَاطْرَحْ سِهَامَهٗ مِنَ التَّصْحِيْحِ ثُمَّ اقْسِمْ مَا بَقِيَ مِنَ التَّرِكَةِ عَلٰی سِهَامِ الْبَاقِيْنَ كَزَوْجٍ وَ اُمٍّ وَ عَمٍّ فَصَالَحَ الزَّوْجُ عَلٰی مَا فِیْ ذِمَّتِهٖ مِنَ الْمَهْرِ وَ خَرَجَ مِنَ الْبَيْنِ.

☆ (۲) **تشریح:** میت کے مرنے کے بعد جب ایسی صورتِ حال ہو کہ ترکہ میں ورثاء کسی معلوم ومعین شی ء پر صلح کر کے اپنے حصہ سے دست بردار ہو جائے تو اس کا طریقہ یہ ہوگا کہ ضابطہ کے مطابق وارثین کے حصے کئے جائیں گے اور مصالح کا حصہ ختم کرتے ہوئے مال کو بقیہ ورثاء میں تصحیح کے مطابق تقسیم کیا جائے گا۔ جیسے زوج، ماں اور چچا تو یہ مسئلہ چھ سے اخذ ہوگا یعنی زوج کو تین، ماں کو دو اور چچا کو ایک اور پھر زوج مہر کے بدلے میں جو اس کے ذمہ تھا میراث سے علیحدہ ہو گیا تو اس کے تین حصے نکال کر جو بقیہ بچے ہیں وہ ورثاء کی تصحیح ہے لہٰذا مال کے اب تین حصے کئے جائیں گے۔

☆ (۳) تخارج کی تعریف۔ پرچہ ۱۴۲۹ھ میں ملاحظہ فرمائیں۔

☆ (۴) خط کشیدہ عبارت میں مسئلے کا حل: اس کا حل اوپر آچکا ہے۔

☆ (۵) **مسئلہ:** یہ مسئلہ ۸ سے اخذ ہوگا یعنی ۸ میں سے ایک بیوی کو اور ۷ چاروں بیٹوں کو ملیں گے اور ان چاروں کے سہام کے درمیان تباین ہے لہٰذا ۴ کو ۸ میں ضرب دیا تو حاصل ضرب ۳۲،۳۲ اس میں سے ۴ بیوی کو اور ۷ ہر بیٹے کو ملے لیکن ایک بیٹا صلح کر کے دست بردار ہو گیا تو اس کے ۳۲ میں سے ۷ نکالنے کے بعد باقی ۲۵ بچے تو اب یہی ۲۵ باقی مستحقین کی تصحیح سمجھا جائے گا لہٰذا اس میں سے ۴ بیوی کو ۷ ہر ایک بیٹے کو ملیں گے۔

السوال الثالث (الف) ...... واما اربعة وعشرون فانها تعول الی سبعة وعشرين عولا واحد آكما فی ال المنبرية وهی امرأة وبنتان وابوان ولا يزاد علی هذا الا عند ابن مسعود رضی الله عنه فان عنده تعول الی احد و ثلثين

(۱) عبارت پر اعراب لگا کر عول کی تعریف کیجئے۔ (۲) عبارت کی بمع مثال تشریح کیجئے۔ (۳) اس مسئلہ کو مسئلہ منبریہ کیوں کہا ہے۔ (۴) جن مخارج میں عول نہیں ہوتا انہیں بیان کیجئے۔

اس کا حل گذر چکا ہے پرچہ ۱۴۲۳ھ میں ملاحظہ فرمائیں۔

(ب) ...... واما العصبة بغيره فاربع من النسوة وهن اللاتی فرضهن والثلثان يصرن عصبة باخوتها ذکرنا فی حالاتهن ومن لافرض لها من الاناث واخوها عصبة لا تصير عصبة باخيها كالعم والعم المال كله للعم دون

(۱) عبارت کا سلیس ترجمہ کیجئے۔ (۲) مذکورہ عبارت کی بے غبار تشریح کیجئے۔ (۳) عصبہ کی اقسام تحریر کیجئے۔ (۴) خط کشیدہ میں جن عورتوں کا ذکر کیا گیا ہے ان کے نام تحریر کیجئے۔

اس کا حل گذر چکا ہے پرچہ ۱۴۳۰ھ میں ملاحظہ فرمائیں۔

www.Bhalli.Info

الورقة الرابعة ...... في الفرائض ...... وفاق المدارس العربية باكستان ...... شعبان ۱۴۲۷ھ
ورقة الاختبار السنوي للمرحلة العالية ...... للبنات ...... مجموع الدرجات ۱۰۰ ...... الوقت ۳ساعات

ملحوظة: اجب عن احد الشقين من كل سوال فقط ان اجبت بالعربية الفصحى تستحق عشر درجات

السوال الاول (الف) ...... ثم يقسم الباقي بين ورثته بالكتاب و السنة و اجماع الامة فيبدا باصحاب الفرائض و هم الذين لهم سهام مقدرة في كتاب الله تعالى ثم بالعصبات من جهة النسب ثم بالعصبة من جهة السبب.

(۱) عبارت پر اعراب لگایئے۔ (۲) عبارت کی تشریح کیجئے۔ (۳) اصحاب فروض کل کتنے ہیں۔ (۴) ترکہ کو ورثاء میں ترجیح کے ساتھ کس طرح تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

الجواب الاول (الف) اس سوال میں چار امور حل طلب ہیں

① اعراب۔ ② تشریح۔ ③ اصحاب فروض کی تعداد۔ ④ ترکہ کی ترجیح کے ساتھ تقسیم۔

☆ (۱) اعراب: ثُمَّ يُقْسَمُ الْبَاقِيْ بَيْنَ وَرَثَتِهٖ بِالْكِتَابِ وَ السُّنَّةِ وَ اِجْمَاعِ الْاُمَّةِ فَيُبْدَاُ بِاَصْحَابِ الْفَرَائِضِ وَ هُمُ الَّذِيْنَ لَهُمْ سِهَامٌ مُقَدَّرَةٌ فِيْ كِتَابِ اللهِ تَعَالٰى ثُمَّ بِالْعَصَبَاتِ مِنْ جِهَةِ النَّسَبِ ثُمَّ بِالْعَصَبَةِ مِنْ جِهَةِ السَّبَبِ.

☆ (۲،۳) تشریح، اصحاب فروض کی تعداد: فروض جمع ہے فرض کی فرض کے معنے حصے کے ہیں ذوی الفروض وہ لوگ ہیں جن کے حصے معین ہوں وہ چھ حصے ہیں جو کہ پاک آیتوں میں بیان کئے گئے ہیں یا اجماع امت سے معین ہے جیسے کہ ساتواں اور نواں حصہ۔ یہاں وہ حصے بیان کرنے مقصود ہیں جو قرآن میں ہیں اور وہ کل چھ ہیں علی التضعیف، ضعف دوگنا، نصف آدھا، یعنی دو اور اس کا دوگنا چار، اس کا دوگنا آٹھ اور سدس یعنی ایک کو دوگنا کرنے سے ثلث یعنی دو ہوا اور ثلث کو دوگنا کرنے سے چار یعنی چھ کا ثلثین ہوا اسی طرح ثلثین کا نصف ثلث اور ثلث کا نصف سدس ہوا اور ثمن کا نصف ربع اور ربع کا نصف نصف یعنی دو ہوا۔

اصحاب الفروض: کی تفصیل مردوں میں ذوی الفروض کہ مردوں میں سے چار ہیں ان چار مردوں میں دو وہ ہیں جو کبھی کسی حال میں بھی محروم نہیں ہوتے وہ باپ اور شوہر ہیں اور باقی دو ہیں جو کبھی محروم بھی ہو جاتے ہیں دادا پردادا یا اس کے اوپر کے ہوں سب باپ کی موجودگی میں محروم ہوتے ہیں اسی لئے دادا کو باپ سے مؤخر ذکر کیا اور اُخ الام یعنی ماں شریک بھائی جسے اخیافی بھائی کہتے ہیں۔ یہ دادا کی موجودگی میں محروم ہوتے ہیں اس لئے اخ الام کو جد سے مؤخر ذکر کیا اور چونکہ ان تینوں سے خونی رشتہ ہوتا ہے اس لئے ان کو مقدم کیا زوج پر۔ کہ اس سے خونی رشتہ نہیں ہوتا بلکہ نسبی یعنی نکاح کا رشتہ ہوتا ہے اس لئے زوج کو سب کے آخر میں ذکر کیا۔

اور عورتوں میں سے آٹھ ذوی الفروض ہیں وہ یہ ہیں ① بیوی۔ ② بیٹی۔ ③ پوتی چاہے نیچے درجہ کی ہو۔ ④ حقیقی بہن۔ ⑤ باپ شریک بہن جس کو علاتی کہتے ہیں۔ ⑥ ماں شریک بہن جسے اخیافی کہتے ہیں۔ ⑦ ماں۔ ⑧ جدہ صحیحہ اس جدہ کا لقب ہے جو جد فاسد یعنی نانا کے واسطے کے بغیر میت سے تعلق رکھے لیکن باپ کی تین حالتیں ہیں اول فرض مطلق وہ چھٹا حصہ ہے یہ حصہ بیٹے اور پوتے کی موجودگی میں ہے اگرچہ نیچے ہی درجہ کے ہوں۔

ذوی الفروض عورتوں سے کل بارہ ہیں جس میں تین ماں، بیٹی، بیوی، ایسی ہیں جو کہ بالکل محروم نہیں ہوتیں اور بقیہ وہ ہیں جو کبھی محروم بھی ہو جاتی ہیں۔ زوجہ کو تمام عورتوں پر اس لئے مقدم کیا کہ اولاد کی اصل یہی ہے نیز اسلئے مقدم کیا تاکہ زوجہ کے ساتھ ہی اس کا ذکر متصلا ہو جائے اور لڑکی کو اپنے مابعد اس لئے مقدم کیا کہ یہ جزء میت ہے اور چونکہ پوتی بیٹی کی عدم موجودگی میں بیٹی کے قائم مقام ہوتی ہے اس لئے پوتی کو بہن پر مقدم کیا اور حقیقی بہن جزء میت نہیں بلکہ جزء اصل میت ہے اس لئے بہن کو بیٹی پر مؤخر کر دیا اور بہنوں میں آپس کی ترتیب ظاہر ہے کہ حقیقی بہن کی قرابت قوی ہے اور اخت لاب یعنی علاتی بہن کی قرابت ضعیف ہے اس لئے اخت عینی کی موجودگی میں محروم ہوتی ہے اور اخت لام یعنی اخیافی بہن ان دونوں سے ضعیف ہے اور بہنوں کو ماں پر اس لئے مقدم کیا کہ یہ سب ماں کے حصے کے لئے مانع ہوتی ہیں کہ ماں کو بجائے ثلث کے بہنوں کی وجہ سے چھٹا حصہ ملتا ہے جدہ بنسبت ام کے بہت بعید ہوتی ہے اس لئے اس کے ذکر کو بھی مؤخر کر دیا۔

جدات صحیحہ ایسی دادیاں اور نانیاں ہیں جن کا تعلق میت سے جد فاسد کے واسطے سے نہ ہو اور جد فاسد کی تعریف یہ ہے کہ اس کے اور میت کے درمیان ماں کا واسطہ ہو جیسے ماں باپ یعنی نانا، نانی کا باپ یعنی ماں کا نانا وغیرہ لہذا ان کے واسطے سے جن دادیوں اور نانیوں کا سلسلہ ہوگا وہ سب جدات فاسدہ ہیں۔

اور جن دادیوں کے سلسلہ میں جد فاسد کا واسطہ نہ ہو وہ صحیحہ ہیں جیسے باپ کی ماں دادا اور دادی کی نیز ماں کی ماں یعنی نانی اور نانی کی ماں یعنی ماں کی نانی جہاں تک اوپر ہو سکے اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ جدات صحیحہ باپ اور ماں دونوں کی طرف سے ہو سکتی ہیں۔

☆ (۴) ترکہ کی ترجیح کے ساتھ تقسیم: اس کا حل پرچہ ۱۴۲۱ھ میں ملاحظہ فرمائیں۔

السوال الاول (ب) ...... (۱) تماثل، توافق، تداخل اور تباین کی تعریف مع امثلہ سپرد قلم کیجئے۔

و طريق معرفة الموافقة و المباينة بين العددين المختلفين ان ينقص من الاكثر بمقدار الاقل من الجانبين مرة او مرارا حتى اتفقا في درجة واحدة فان اتفقا في واحد فلا

www.Bhalli.Info

وفق بينهما و ان اتفقا في عدد فهما متوافقان بذلك العدد ففي الاثنين بالنصف و في الثلثة بالثلث و في الاربعة بالربع هكذا الى العشرة.

(۱) مذکورہ عبارت پر اعراب لگایئے۔ (۲) مخارج کل کتنے ہیں اور کیوں، مخارج سے کیا مراد ہے۔

الجواب الاول (ب) اس سوال میں تین امور حل طلب ہیں

① تماثل، توافق، تداخل اور تباین کی تعریف مع امثلہ۔ ②اعراب۔ ③مخارج کل کتنے ہیں اور کیوں مخارج سے مراد۔

☆ (۱) تماثل، توافق، تداخل اور تباین کی تعریف مع امثلہ۔ پرچہ ۱۴۱۹ھ میں ملاحظہ فرمائیں

☆ (۲) اعراب: وَ طَرِيْقُ مَعْرِفَةِ الْمُوَافِقَةِ وَ الْمُبَايَنَةِ بَيْنَ الْعَدَدَيْنِ الْمُخْتَلِفَيْنِ اَنْ يُنْقَصَ مِنَ الْاَكْثَرِ بِمِقْدَارِ الْاَقَلِّ مِنَ الْجَانِبَيْنِ مَرَّةً اَوْ مِرَارًا حَتّٰى اِتَّفَقَا فِيْ دَرَجَةٍ وَّاحِدَةٍ فَاِنِ اتَّفَقَا فِيْ وَاحِدٍ فَلَا وَفْقَ بَيْنَهُمَا وَ اِنِ اتَّفَقَا فِيْ عَدَدٍ فَهُمَا مُتَوَافِقَانِ بِذٰلِكَ الْعَدَدِ فَفِي الْاِثْنَيْنِ بِالنِّصْفِ وَ فِي الثَّلٰثَةِ بِالثُّلُثِ وَ فِي الْاَرْبَعَةِ بِالرُّبُعِ هٰكَذَا اِلَى الْعَشَرَةِ.

☆ (۳) مخارج کل کتنے ہیں اور کیوں ،مخارج سے مراد:

مخارج مخرج کی جمع ہے بمعنی جائے خروج۔ اس کے معنی ہیں نکلنا اس سے مراد وہ اعداد جن سے ذوی الفروض میں سے ہر ایک کا متعین حصہ بغیر کسر نکل سکے لہٰذا مخرج اس عدد کو کہیں گے جس سے کوئی حصہ بغیر کسر کے نکل سکے مثلاً نصف ہو تو دو کے عدد سے، ربع ہو تو چار کے عدد سے بغیر کسر کے نکل آتا ہے۔

اصول مخارج کل پانچ ہیں جن کی تفصیل یہ ہے: پہلا اصول: فاذاجاء في المسائل الخ جب مسائل کے اندر ذوی الفروض کا تحقق ہو تو وہ دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو وہ ایک ایک حصے کے مستحق ہوں گے یا متعدد حصوں کے اگر ایک حصہ کے مستحق ہیں مثلاً نصف کے یا ربع کے یا ثمن کے یا ثلثان یا ثلث یا سدس کے تو اس مخرج ان فروض کا ہم نام عدد ہوگا۔ ربع کا ہم نام اربعہ ہے ثمن کا ثمانیہ، ثلثان اور ثلث اور سدس کا ستہ ہے البتہ نصف کا ہمنام کوئی عدد نہیں ہے اس کا مخرج ثانیہ ہوگا۔

السوال الثاني (الف) ...... درج ذیل ورثاء میں سے چار کے احوال بیان کیجئے۔

زوج، زوجة، اخت لاب وام، ام ،جده صحيحه ، اب بنت.

الجواب الثاني (الف) اس سوال میں ایک امر حل طلب ہے

☆ ورثاء کے احوال:

زوج: شوہر ان ذوی الفروض میں سے ہے جن پر حجب حرمان واقع نہیں ہوتا۔ چنانچہ اس کی

...حالتیں ہیں اور دونوں مال لینے کی ہیں۔ نمبرا۔ نصف نمبر۲۔ ربع۔ اگر مرنے والی کی اپنی اولاد بیٹا ...اولاد اسی شوہر سے ہو یا دوسرے کے نطفہ سے، نیز پوتا پوتی وغیرہ میں سے کوئی موجود نہ ہو تو شوہر نصف ترکہ کا مستحق ہے۔

مثلاً	نصف	
		عصبہ

اس مثال میں اولاد نہ ہونے کی وجہ سے شوہر کو نصف ملے گا اور اخ عصبہ ہوگا اور اگر مرنے والی کی مذکورہ اولاد میں سے کوئی موجود ہو تو شوہر کو ربع ترکہ کا استحقاق ہوگا۔

مثلاً	زوج	ابن
	ربع	عصبہ

اس مثال میں شوہر کو لڑکے کی وجہ سے ربع ملے گا۔ اور لڑکا عصبہ ہوگا۔

...وجہ، دلیل حصر: جب مرنے والی مری اور اس نے اپنے شوہر کو چھوڑا تو وہ دو حال سے خالی نہیں یا تو اس کی فروع مطلق (خواہ مذکر ہو یا مؤنث قریب کی ہو یا بعید کی قلیل ہو یا کثیر، اسی شوہر سے ہو یا دوسرے شوہر سے) میں سے تحقق ہے یا نہیں اگر نہیں ہے تو شوہر کو نصف ترکہ ملے گا۔ اور اگر مذکورہ اولاد میں سے کسی کا بھی تحقق ہے تو اس کو ربع ملے گا۔

...دلائل احوال زوج: قرآن کریم میں شوہر کے حالات صراحۃً بیان کئے گئے ہیں۔ فرمایا و لكم نصف ماترك ازواجكم ان لم يكن لهن ولد الاية یہ استحقاق نصف کی دلیل ہے۔ اور فان كان لهن ولد فلكم الربع مما تركن الاية یہ ربع کے مستحق ہونے کی دلیل ہے۔

...اخت: حقیقی بہنوں کے کل پانچ حال ہیں نمبرا۔ نصف۔ نمبر۲۔ ثلثان۔ نمبر۳۔ عصبہ ...نمبر۴۔ عصبہ مع الغیر۔ نمبر۵۔ حرمان۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ ①ایک بہن ہونے کی صورت میں اس کو نصف حصہ ملے گا۔ ...میت کا باپ دادا۔ بیٹا، پوتا۔ پوتی۔ بیٹی اور حقیقی بھائی میں سے کوئی موجود نہ ہو۔

مثلاً	اخت لاب وام	عم
	نصف	عصبہ

② دو یا دو سے زیادہ بہنیں ہوں تو ان کو ثلثان (دوتہائی) حصہ ملے گا مذکورہ شرط کے ساتھ۔

مثلاً	اخت لاب وام	اخت لاب وام	عم
	ثلثان		عصبہ
	۲		۱

www.Bhalli.Info

جدہ سے مراد جدہ صحیحہ ہے جو ذوی الفروض میں داخل ہے اس کی تعریف ماقبل میں گذر چکی ہے۔ جدہ کے کل دو حال ہیں ایک حال مال لینے کا اور دوسرا محروم ہونے کا چنانچہ جدات خواہ ایک ہو یا ایک سے زیادہ کل ترکہ کے چھٹے حصہ کی مستحق ہے بشرطیکہ کوئی حاجب نہ ہو۔ پس اگر ایک سے زائد جدات ہوں تو چھٹا حصہ ان میں برابر تقسیم کیا جائے گا۔ نیز وہ جدات خواہ امویات کے قبیل سے ہوں یا ابویات کے قبیل سے، امویات وہ جدہ کہلاتی ہے جو ماں کے واسطہ سے آئے جیسے ام الام (نانی) ابویات وہ جدہ کہلاتی ہے جو باپ کے واسطے سے آئے جیسے ام الاب (دادی)۔

السوال الثانی (ب) ...... الرد ضد العول ما فضل عن فرض ذوی الفروض و لا مستحق له یرد علی ذوی الفروض بقدر حقوقھم الا علی الزوجین و ھو قول عامة الصحابة رضی اللہ عنھم.

(۱) عبارت پر اعراب لگائیے۔ (۲) رد کی تعریف کیجئے۔ (۳) عبارت کی تشریح کیجئے۔ (۴) کن ورثاء پر رد ہوتا ہے اور کن پر نہیں ہوتا بیان کیجئے۔ (۵) درج ذیل مسئلہ حل کیجئے۔ بنت بنت بنت بنت ام۔

الجواب الثانی (ب) اس سوال میں پانچ امور حل طلب ہیں

① اعراب۔ ② رد کی تعریف۔ ③ تشریح۔ ④ کن ورثاء پر رد ہوتا ہے اور کن پر نہیں ہوتا۔ ⑤ بنت بنت بنت بنت ام کا حل

☆ **(۱) اعراب:** اَلرَّدُّ ضِدُّ الْعَوْلِ مَا فَضَلَ عَنْ فَرْضِ ذَوِی الْفُرُوْضِ وَ لَا مُسْتَحِقَّ لَهٗ يُرَدُّ عَلٰى ذَوِی الْفُرُوْضِ بِقَدْرِ حُقُوْقِهِمْ اِلَّا عَلَى الزَّوْجَيْنِ وَ هُوَ قَوْلُ عَامَّةِ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ.

(۲، ۳، ۴) کا حل پرچہ ۱۴۱۹ میں ملاحظہ فرمائیں۔

☆ **(۵) بنت بنت بنت بنت ام کا حل:**

مسئلہ ۶

میـــــــــــــــت

۳

بنت	بنت	بنت	بنت	ام
۱	۱	۱	۱	۲

السوال الثالث (الف) ...... الحجب علی نوعین وھو حجب عن سھم الی سھم.

(۱) حجب کی تعریف ذکر کیجئے۔ (۲) حجب کی اقسام بیان کیجئے۔ (۳) ان ورثاء کے نام تحریر کیجئے۔ جن میں حجب حرمان کبھی نہیں ہوتا۔ (۴) وہ کون سے ورثاء ہیں جن میں حجب نقصان ہوتا ہے۔ (۵) محجوب اور محروم کے درمیان فرق واضح کیجئے۔

الجواب الثالث (الف) اس سوال میں پانچ امور حل طلب ہیں

① حجب کی تعریف۔ ② حجب کی اقسام۔ ③ ان ورثاء کے نام جن میں حجب حرمان کبھی نہیں ہوتا۔ ④ ورثاء جن میں حجب نقصان ہوتا ہے۔ ⑤ محجوب اور محروم کے درمیان فرق۔

☆ **(۱) حجب کی تعریف:** حجب کے معنی باز رکھنا، روکنا، اسی سے ہے حاجب بمعنے دربان مشتق ہے اور اصطلاح اہل فرائض میں حجب کے معنی یہ ہیں منع شخص من میراث اما کلہ او بعضہ بوجود شخص آخر یعنی وارث معین کو دوسرے وارث کی وجہ سے اس کے حصہ سے کم ملنا یا کچھ نہ ملنا۔

☆ **(۲) حجب کی اقسام:** حجب کی دو قسمیں ہیں حجب نقصان اور حجب حرمان۔ حجب نقصان یہ ہے کہ بڑے حصہ سے چھوٹے حصہ کی طرف گریز کرنا مثلاً زوجہ کا حصہ ربع ہے مگر اولاد کی موجودگی میں ثمن ہو جاتا ہے۔

☆ **(۳) ان ورثاء کے نام جن میں حجب حرمان کبھی نہیں ہوتا:**

اس میں چھ افراد ہیں جن میں حجب حرمان کبھی نہیں ہوتا: ابن، اب، زوج، بنت، ام، زوجہ۔

☆ **(۴) ورثاء جن میں حجب نقصان ہوتا ہے:**

حجب نقصان کا ثبوت پانچ افراد کے لئے ہے: زوج، زوجہ، ام، بنت الابن، اخت لاب۔ حجب حرمان یہ ہے کہ اس کو بالکل مال نہ ملے یعنی ایک وارث کی وجہ سے دوسرے وارث کو کچھ نہ ملے مثلاً دو حقیقی بہنوں کی وجہ سے علاتی بہن کو کچھ نہ ملے گا وہ محروم ہوگی۔

☆ **(۵) محجوب اور محروم کے درمیان فرق:** محجوب اور محروم میں فرق یہ ہے کہ محجوب دوسرے کے لئے حاجب ہوتا ہے اور محروم دوسرے کو محروم نہیں کرتا مثلاً بیٹا پوتے کے لئے حاجب ہے یعنی بیٹے کی موجودگی میں پوتے کو کچھ نہ ملے لیکن بالفرض بیٹا کسی کا غلام ہو یا کافر ہو تو وہ خود محروم ہو جائے گا لیکن اس کی موجودگی میں اس کا بیٹا یعنی میت کا پوتا وارث ہوگا نیز محجوب کی ذات میں کوئی خرابی ایسی نہیں ہوتی ہے جس کی وجہ سے اس کے حصے میں کمی آتی ہو بخلاف اس کے ممنوع کی ذات میں برائی ہوتی ہے مثلاً کفر یا غلامی وغیرہ۔

السوال الثالث (ب) ...... و اما العصبة بغیرہ فاربع من النسوة و ھن اللاتی فرضھن النصف و الثلثان یصرن عصبة باخوتھن کما ذکرنا فی حالاتھن و من لا فرض لھا من الاناث و اخوھا عصبة تصیر عصبة باخیھا کالعم و العمة و المال کلہ للعم دون العمة.

(۱) عبارت پر اعراب لگائیے۔ (۲) عبارت کا سلیس ترجمہ کیجئے۔ (۳) مذکورہ عبارت کی بے غبار

www.Bhalli.Info

تشریح کیجئے۔ (۴) عصبہ کی اقسام تحریر کیجئے۔ (۵) خط کشیدہ عبارت میں جن عورتوں کا ذکر ہے ان کا نام تحریر کیجئے۔

الجواب الثالث (ب) اس سوال میں پانچ امور حل طلب ہیں

(۱) اعراب۔ (۲) ترجمہ۔ (۳) تشریح۔ (۴) عصبہ کی اقسام۔ (۵) خط کشیدہ عبارت میں مذکور عورتوں کا نام۔

☆ (۱) اعراب: وَ اَمَّا الْعَصَبَةُ بِغَيْرِهٖ فَاَرْبَعٌ مِّنَ النِّسْوَةِ وَ هُنَّ اللَّاتِيْ فَرْضُهُنَّ النِّصْفُ وَ الثُّلُثَانِ يَصِرْنَ عَصَبَةً بِاِخْوَتِهِنَّ كَمَا ذَكَرْنَا فِيْ حَالَاتِهِنَّ وَ مَنْ لَا فَرْضَ لَهَا مِنَ الْاِنَاثِ وَ اَخُوْهَا عَصَبَةٌ لَا تَصِيْرُ عَصَبَةً بِاَخِيْهَا كَالْعَمِّ وَ الْعَمَّةِ وَ الْمَالُ كُلُّهٗ لِلْعَمِّ دُوْنَ الْعَمَّةِ.

☆ (۲) ترجمہ: اور بہرحال عصبہ بغیرہ پس وہ چار عورتیں ہیں اور وہ وہی عورتیں ہیں کہ ان کا حصہ نصف اور ثلثان تھا (ذوی الفروض ہونے کی حیثیت سے) وہ عصبہ ہو جاتی ہیں اپنے بھائیوں کے ساتھ جیسا کہ ہم نے ذکر کر دیا ہے ان کے حالات میں اور عورتوں میں سے وہ عورت جس کا کوئی حصہ مقرر نہیں اور اس کا بھائی عصبہ ہے تو وہ عورت اپنے بھائی کی وجہ سے عصبہ نہ ہو گی جیسے چچا اور پھوپھی تمام مال چچا کو ملے گا۔ پھوپھی کو نہیں۔

☆ (۳) تشریح: عصبہ بغیرہ وہ مؤنث کہلاتی ہے جس کا حصہ شریعت نے ذوی الفروض ہونے کی حیثیت سے نصف یا ثلثان مقرر فرمادیا ہے، وہ اپنے بھائیوں کی موجودگی میں عصبہ بغیرہ ہو جاتی ہے۔

عصبہ بغیرہ کا مصداق: اس کا مصداق صرف چار عورتیں ہیں ❶ بیٹی ❷ پوتی ❸ حقیقی بہن ❹ علاتی بہن۔ بیٹی بیٹے کی وجہ سے، پوتی پوتے کی وجہ سے اور حقیقی بہن حقیقی بھائی کی وجہ سے اور علاتی بہن، علاتی بھائی کی وجہ سے عصبہ ہو جاتی ہیں اور مال ان کے مابین للذکر مثل حظ الانثیین کے قاعدہ کے مطابق تقسیم ہوگا۔

فائدہ: بھائی کا اپنی بہنوں کو عصبہ بنانا درحقیقت اپنے ضرور نقصان کو دور کرنے کیلئے ہے نہ کہ ان پر احسان کرنے کی وجہ سے چونکہ ایسا ممکن ہے کہ بہن تو ذوی الفروض ہونے کی وجہ سے زائد مال کی مستحق ہو اور بھائی کو اس سے کم ملے۔

☆ (۴) **عصبہ کی اقسام:**

عصبات نسبیہ تین ہیں: ❶ عصبہ بنفسہ۔ ❷ عصبہ بغیرہ۔ ❸ عصبہ مع غیرہ۔

(۵) **خط کشیدہ عبارت میں مذکور عورتوں کے نام:**

اس میں چار عورتیں مذکور ہیں: ❶ بیٹی ❷ پوتی ❸ حقیقی بہن ❹ علاتی بہن۔

الورقة الرابعة ...... في الفرائض ...... وفاق المدارس العربية باكستان ...... شعبان ۱۴۲۸ھ

الاختبار السنوی للمرحلة العالية ...... للبنات ...... مجموع الدرجات۱۰۰ ...... الوقت۳ساعات

ملاحظة: اجب عن احد الشقين من كل سوال فقط ان اجبت بالعربية الفصحى تستحق عشر درجات

السوال الاول (الف) ...... قال رسول الله ﷺ تعلموا الفرائض قال علماؤنا رحمهم الله تعالی تتعلق بتركة الميت حقوق اربعة مرتبة.

(۱) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔ (۲) مذکورہ حدیث پوری ذکر کیجئے۔ (۳) فرائض کو نصف علم کہا ہے اس کی وجہ ذکر کیجئے۔ (۴) حقوق اربعہ مرتبہ جو ترکہ میت سے متعلق ہیں ان کو سپرد قلم کیجئے۔

الجواب الاول (الف) اس سوال میں چار امور حل طلب ہیں

(۱) اعراب و ترجمہ۔ ② مکمل حدیث۔ ③ فرائض کو نصف علم کہنے کی وجہ۔ ④ ترکہ میت سے متعلق حقوق اربعہ مرتبہ۔

☆ (۱) اعراب: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ تَعَلَّمُوا الْفَرَائِضَ قَالَ عُلَمَاؤُنَا رَحِمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى تَتَعَلَّقُ بِتَرِكَةِ الْمَيِّتِ حُقُوْقٌ اَرْبَعَةٌ مُرَتَّبَةٌ.

ترجمہ: رسول پاک ﷺ نے فرمایا کہ اے لوگو تم فرائض سیکھو اور اسے لوگوں کو سکھاؤ اس لئے کہ یہ نصف علم ہے۔ ہمارے علماء رحمہم اللہ نے فرمایا کہ میت کے ترکہ سے ترتیب وار چار حق وابستہ ہیں۔

(۲) مکمل حدیث: قال رسول الله ﷺ تعلموا الفرائض و علموها الناس فانها نصف العلم.

(۳) **فرائض کو نصف علم کہنے کی وجہ:**

اس علم (فرائض) کو نصف العلم کیوں قرار دیا گیا؟ بعض حضرات نے کہا کہ یہ متشابہات میں سے ہے اس لیے اس کی تاویل و توجیہ کرنے سے منع کیا گیا ہے اس کے بھید ہم کو معلوم نہیں حضور اقدس ﷺ نے جو فرما دیا ہم پر اس کی اتباع واجب ہے لیکن بعض حضرات اس قول کی توجیہ و تاویل کرتے ہیں۔ تقریباً سترہ احتمالات بیان کئے گئے ہیں ان میں سے دس مشہور تاویلات ہم یہاں پر ذکر کرتے ہیں: ❶ عموم بلوٰی کی بناء پر اس کو نصف العلم کہا گیا۔ چونکہ تمام انسان اس علم کے محتاج ہیں حتی کہ جنین بھی۔ ❷ انسان کی دو حالتیں ہیں: ① حالت حیات ② حالت ممات۔ یہ علم حالت ممات کے ساتھ وابستہ ہے اور باقی تمام علوم حالت حیات سے متعلق ہیں۔ ایک حالت دوسری حالت کے اعتبار سے نصف ہے۔ ❸ اسباب ملک دو قسم پر ہیں: ① اختیاری، ② اضطراری، یعنی جو چیزیں انسان کی ملکیت میں آتی ہیں ان کے اسباب بسا اوقات اختیاری ہوتے ہیں جیسے بیع و شراء، ہبہ وغیرہ اور بسا اوقات غیر اختیاری (اضطراری) ہوتے ہیں۔ جیسے وراثت، یہ علم فرائض سبب ملک

www.Bhalli.Info

اضطراری کے احکام بیان کرتا ہے وارث اس کو قبول کرے یا نہ کرے، اضطرارا اس چیز کا مالک بن جاتا ہے اور باقی تمام علوم اسباب اختیاری کے احکام بیان کرتے ہیں۔ ❹ نصف علم کہہ کر اس کی عظمت کا اظہار مقصود ہے۔ ❺ اس معنی کو نصف علم کہا گیا کہ اس کے جزئیات اتنے کثیر ہیں اگر ان کو پورے طور پر پھیلایا جائے تو اس کو حجم دوسرے علوم کی کتابوں کے برابر ہو جائے۔ ❻ اس علم کے پڑھنے پڑھانے میں بہت زیادہ مشقت ہوتی ہے۔ اس کے پیش نظر اس کو نصف علم کہا گیا ہے۔ ❼ حصول ثواب کے اعتبار سے یہ نصف علم ہے اس لیے کہ جو شخص فرائض کا ایک مسئلہ بیان کرے وہ سو نیکیوں کا مستحق ہو جاتا ہے اور اگر فقہ کا ایک مسئلہ بتائے تو اس کو صرف دس نیکیاں حاصل ہوتی ہیں۔ ❽ نصف علم اس لیے کہا گیا ہے کہ وہ فقط نص سے ثابت ہے اور غیر فرائض بھی نص سے اور بھی غیر نص (قیاس) سے ثابت ہوتے ہیں۔ ❾ بعض نے کہا کہ اس جگہ نصف علم سے مراد ایک قسم ہے۔ ❿ حدیث پاک میں اس علم فرائض میں سیکھنے، سکھانے کی ترغیب اور اس کو یاد کرنے کی تحریض ہے لہذا ترغیبا نصف علم کہا گیا تاکہ اس کے حصول میں لوگ زیادہ سے زیادہ کوشش کریں۔ تلك عشرة كاملة۔

☆ (۴) **حقوق اربعه اور ان میں ترتیب :**

میت کے ترکہ سے ترتیب وار چار حقوق متعلق ہوتے ہیں۔ ❶ تجہیز وتکفین ❷ مابقیہ کے تمام سے قرض کی ادائیگی ❸ قرض سے جو باقی ہو اس کے تہائی میں وصیت کا نفاذ ❹ ورثہ کے درمیان باقی ترکہ کی تقسیم۔ ان چاروں حقوق کے درمیان اسی ترتیب کا لحاظ لازم وضروری ہے۔ چونکہ جو حق پہلا مقدم ہے اس کو پہلے ادا کیا جائے گا۔ اور جو مؤخر ہے اس کی ادائیگی بعد میں ہوگی۔ بشرطیکہ مقدم حق کی ادائیگی کے بعد ترکہ باقی رہا ہو۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ پہلا مرتبہ تجہیز وتکفین کا ہے اگر تجہیز وتکفین کے متوسط اخراجات کے بعد ترکہ باقی بچے تو دوسرا مرتبہ قرض کی ادائیگی کا ہے خواہ تمام مال قرض کی ادائیگی میں صرف ہو جائے۔ اگر قرض کی ادائیگی کے بعد ترکہ باقی ہو تو اس کے تہائی سے وصیت نافذ ہوگی۔ یہ تیسرا مرتبہ ہے بشرطیکہ وہ وصیت شرعا معتبر ہو۔ اس کے بعد چوتھا مرتبہ تقسیم بین الورثۃ کا ہے یعنی حقوق ثلاثہ کی ادائیگی کے بعد جو باقی بچے اس کو ورثہ کے درمیان ان کے حصص کے مطابق تقسیم کرنا ہے۔ مصنف نے لفظ "مرتبۃ" سے اسی ترتیب کی طرف اشارہ فرمایا ہے اور پھر "الاول" کے بعد الفاء بیداء لا کر اسی ترتیب کے لزوم کی تاکید کو بیان کیا۔

سوال: ترکہ سے متعلق یہ چار ہی حق کیوں؟ اس سے کم یا زیادہ کیوں نہیں۔

جواب: یہ علم نقل پر موقوف ہے اور نقل میں ان چار حقوق سے زائد ثابت نہیں اس لیے ترکہ

سے یہی چار حق وابستہ ہیں۔

السوال الاول (ب) ...... درج ذیل اشخاص کے احوال تفصیلا تحریر کیجیے۔

ام، بنت الابن، زوجة، زوج.

الجواب الاول (ب) پرچہ ۲۲، ۱۴۲۷ھ میں ملاحظہ فرمائیں۔

السوال الثاني (الف) ...... الحجب علی نوعين.

(۱) حجب کی لغوی اور اصلاحی تعریف قلم بند کیجیے۔ (۲) حجب کی اقسام بالتفصیل ذکر کیجیے (۳) محروم اور محجوب میں فرق واضح کیجیے۔

الجواب الثاني (الف) حل گذرا پرچہ ۱۴۲۷ھ میں

السوال الثاني (ب) ...... درج ذیل مسئلے حل کیجیے۔

(۱)میت ، زوجه ، بنتان ، اخ عيني ، اخت عينية (۲) ميت زوج ابن اخ خيفي.

جواب الثاني (ب) اس سوال میں دو مسائل حل طلب ہیں

(۱)میت ، زوجه ، بنتان ، اخ عيني ، اخت عينية (۲)میت زوج ابن اخ خيفي.

(۱) **مسئلہ ۸**

میـــــــــــــت

زوجه	بنتان	اخ عيني	(۳) اخت عينية
۱	۴	۲	۱

(۲) **مسئلہ ۲۴**

میـــــــــــــت

زوج	ابن	اخ خيفي
۳	۱۷	۴

السوال الثالث (الف) اعلم ان الفروض المذكورة في كتاب الله تعالى نوعان الاول النصف و الربع و الثمن و الثاني الثلثان و الثلث و السدس علی التضعيف و التنصيف.

(۱) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔ (۲) عبارت کی تشریح پوری تفصیل سے کیجیے نیز نوع اول کی نوع ثانی کے ساتھ اختلاف کا اصول بھی تحریر کیجیے۔ (۳) مصنف کے قول علی الترتیب والتصنیف میں کس طرح اشارہ ہے۔

جواب الثالث (الف) اس سوال میں تین امور حل طلب ہیں

(۱) اعراب وترجمہ۔ (۲) تشریح نیز نوع اول کی نوع ثانی کے ساتھ اختلاف کا اصول۔ (۳) قول علی

www.Bhalli.Info

الترتیب و التنصیف میں اشارہ۔

☆ (۱) اعراب: اِعْلَمْ اَنَّ الْفُرُوْضَ الْمَذْكُوْرَةَ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى نَوْعَانِ اَلْاَوَّلُ النِّصْفُ وَ الرُّبُعُ وَ الثُّمُنُ وَ الثَّانِي الثُّلُثَانِ وَ الثُّلُثُ وَ السُّدُسُ عَلَى التَّضْعِيْفِ وَ التَّنْصِيْفِ.

ترجمہ: جان تو کہ قرآن میں جتنے حصے مذکور ہیں ان کی دو قسمیں ہیں۔ قسم اول آدھا اور چوتھائی اور آٹھواں ہے اور قسم ثانی دو تہائی اور ایک تہائی اور چھٹا ہے تضعیف اور تنصیف کے طور پر۔

☆ (۲) تشریح نیز نوع اول کی نوع ثانی کے ساتھ اختلاف کا اصول:

میت کے ترکہ سے ورثہ کے لئے قرآن مجید میں جتنے حصے متعین ہیں ان کی تعداد کل چھ ہے نصف، ربع، ثمن، ثلثان، ثلث اور سدس۔ ان کو دو قسموں میں منقسم کیا جاتا ہے: قسم اول میں نصف ربع اور ثمن ہے اور قسم ثانی میں ثلثان، ثلث اور سدس ہے تضعیف اور تنصیف کے طور پر۔ یعنی اس ترتیب میں حکمت یہ ہے کہ ہر قسم کے حصوں کو اگر ایک طرف سے لیا جائے تو ایک دوسرے کا دوگنا ہے اور اگر دوسری طرف سے لیا جائے تو ایک دوسرے کا نصف ہے، مثلاً نصف دوگنا ہے ربع کا اور ربع دوگنا ہے ثمن کا اور ثلثان دوگنا ہے ثلث دوگنا ہے ثلثان کا اور ثمن نصف ہے ربع کا اور ربع نصف ہے نصف کا پس جب مسائل میں مذکورہ چھے حصوں سے اگر ایک ایک ہو مثلاً صرف ربع پانے والا ہو تو چار سے مسئلہ شروع ہوگا اور اگر ثمن پانے والا ہو تو آٹھ سے اور اگر ثلثان یا ثلث پانے والا ہو تو تین سے اور اگر سدس پانے والا ہو تو مسئلہ چھے سے شروع ہوگا۔ مگر نصف پانے والا ہونے کی صورت میں مسئلہ دو سے شروع ہوگا اور جب مذکورہ دو حصوں سے دو یا تین حصے پانے والے ہوں اور حصے ایک قسم کے ہوں تو جو عدد ایک حصے کا مخرج ہوگا وہی عدد اس کا دوگنا اور دوگنا کا بھی مخرج ہوگا جیسے چھے کہ یہ سدس کا اور سدس کے دوگنا ثلث کا اور ثلث کے دوگنا ثلثان کا مخرج ہے۔ اور حصوں کی قسم اول سے نصف حصوں کی قسم ثانی کے کل یا بعض کے ساتھ مل جاوے۔

ان چھے حصوں کے مستحق مختلف حالات میں کل بارہ افراد ہیں چار مرد اور آٹھ عورتیں جن کو اصحاب الفرائض یا ذوی الفروض سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

السوال الثالث (ب) ...... تماثل، توافق تداخل اور تباین بین العددین کی تعریف مع امثلہ بیان کیجئے۔ (۲) عول کی لغوی اور اصلاحی تعریف تحریر کیجئے۔ (۳) رد کی لغوی اور اصلاحی تعریف بیان کیجئے۔ (۴) سراجی کے مصنف کا نام ذکر کیجئے۔

الجواب الثالث (ب) اس سوال میں چار امور حل طلب ہیں

① تماثل، توافق تداخل اور تباین بین العددین کی تعریف بمع امثلہ ② عول کی تعریف ③ رد کی تعریف۔ ④ سراجی کے مصنف کا نام۔

☆ (۳،۱) کا حل گذر چکا ہے پرچہ ۱۴۱۹ھ میں ملاحظہ فرمائیں

☆ (۲) عول کی تعریف:

عول کے معنے یہ ہیں کہ مخرج پر اس کے اجزاء سے کچھ زیادہ کیا جائے جب کہ ادائیگی فرض سے مخرج میں تنگی ہو واضح رہے کہ کل مخارج سات ہیں ان میں سے چار وہ ہیں جن میں عول نہیں ہوتا ہے اور وہ یہ ہیں دو تین چار آٹھ اور ان میں تین وہ ہیں جن میں عول ہو جایا کرتا ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ چھے کا عول دس تک طاق اور جفت دونوں طرح پر ہوتا ہے اور بارہ کا عول سترہ تک ہوتا ہے طاق ہو کر نہ جفت ہو کر۔

عول کے اصطلاحی معنے یہ ہیں کہ جب مخرج ادائے فرض سے تنگی کرے تو مخرج پر اس کے اجزاء سے کچھ زیادہ کیا جائے۔

مثالوں سے وضاحت:

مجموعہ مخارج سات ہیں ۲، ۳، ۴، ۶، ۸، ۱۲، ۲۴ لیکن حقیقت میں کل نو تھے چھے تو فروض ستہ انفراد کی حالت میں ہیں اور تین اختلاط کی حالت میں ہیں مگر چونکہ ثلث اور ثلثین کا مخرج ایک ہی ہے اس لئے ایک عدد کم ہو گیا نیز نصف اور سدس کے اختلاط میں بھی ایک مخرج ستہ یعنی چھے ہے اس لئے ایک اور عدد کم ہو گیا۔

پس یاد رکھو ان میں سے دو تین چار آٹھ کا عول نہیں ہوتا ہے چونکہ مسئلہ کی جتنی احتمالی صورتیں نکلتی ہیں وہ اپنے مخرج کے برابر ہوتی ہیں اس لئے عول کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی اور چھے بارہ چوبیس کی احتمالی صورتوں میں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ حق یعنی مخرج کم ہوتا اور حق دار زیادہ کے ہوتے ہیں۔

☆ (۴) سراجی کے مصنف کا نام:

نام: محمد۔ کنیت: ابو طاہر۔ لقب: سراج الدین۔ والد کا نام بھی محمد ہے اور دادا کا نام عبد الرشید ہے۔ ولادت کے اعتبار سے گمنام ہیں البتہ سن وفات ۵۹۰ ہجری ہے۔

www.Bhalli.Info

الورقة الرابعة ...... فی الفرائض ...... وفاق المدارس العربية باكستان ...... شعبان ١٤٢٩ھ

ورقة الاختبار السنوی للمرحلة العالية ...... للبنات ...... مجموع الدرجات١٠٠ ...... الوقت٣ساعات

ملحوظة: اجب عن احد الشقين من كل سوال فقط ان اجبت بالعربية الفصحى تستحق عشر درجات

السوال الاول (الف) ...... المانع من الارث اربعة الرق وافراكان او ناقصا.

(۱) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔(۲) موانع ارث کو تفصیل کے ساتھ سپرد قلم کیجئے۔(۳) مانع کی لغوی اور اصطلاحی تعریف بیان کیجئے۔

الجواب الاول (الف) اس سوال میں تین امور حل طلب ہیں

① اعراب وترجمہ۔② موانع ارث کو تفصیل کے ساتھ سپرد قلم کیجئے۔☆③ مانع کی لغوی اور اصطلاحی تعریف بیان کیجئے۔

☆(۱)اعراب: اَلْمَانِعُ مِنَ الْاِرْثِ اَرْبَعَةٌ اَلرِّقُّ وَافِرًا كَانَ اَوْ نَاقِصًا.

ترجمہ: وراثت سے محروم کرنے والی چار چیزیں ہیں۔(۱) غلام ہونا خواہ کامل ہو یا ناقص۔

☆(۲)موانع ارث کی تفصیل: مصنف رحمہ اللہ نے صرف چار چیزیں مانع ارث ذکر کیے ہیں۔حضرات علماء نے ان کے علاوہ اور بھی موانع بیان کیے ہیں۔مثلاً موت کے وقت کا معلوم نہ ہونا جیسے چند رشتہ دار کسی مکان یا دیوار وغیرہ کے نیچے دب کر یا کشتی سے پانی میں ڈوب کر انتقال کر گئے ہوں اور یہ معلوم نہ ہو کہ کون شخص پہلے مرا ہے اور کون بعد میں تو ایسی صورت میں وہ ایک دوسرے کے وارث نہ ہوں گے۔اسی طرح مرتد ہو جانا، نیز نبوت بھی میراث سے محروم ہونے کے سبب ہے لقوله عليه السلام نامعاشر الانبياء لا نورث ماتركنا صدقة.

☆(۳)مانع کی لغوی اور اصطلاحی تعریف:

موانع جمع ہے مانع کی لغت میں مانع کے معنیٰ حائل ہونا اور آڑ کے آتے ہیں نیز باز رکھنے اور بیچ میں آنے والی چیز کو بھی مانع کہا جاتا ہے۔اصطلاح میں مانع وہ سبب ہے جس کی وجہ سے وارث کا حق منتفی (ختم) ہو جائے حال یہ کہ ارث کا سبب موجود ہو۔یعنی مانع سے مراد یہ ہے کہ ورثہ میں اسباب ہونگے وہ اپنے مورث کے ترکہ سے محروم ہوں گے۔اسی لئے ان کو محروم بھی کہا جاتا ہے۔مثلاً کسی نے اپنے باپ کو قتل کر دیا تو شریعت مطہرہ نے قاتل بیٹے کو باپ مقتول کے ترکہ سے محروم کر دیا باوجود اس کے کہ وراثت کا سبب قرابت نسبی موجود ہے۔

الرق وافراكان او ناقصاً: پہلا مانع ارث رق یعنی غلام ہونا ہے خواہ وہ غلام کامل ہو یا ناقص، کامل وہ غلام کہلاتا ہے جس کی آزادی میں کوئی قید نہ ہو۔اور ناقص وہ ہے جس کی آزادی کسی شرط کے ساتھ مشروط ہو مثلاً مدبر، مکاتب، ام ولد، مدبر کی آزادی آقا کے انتقال پر موقوف ہوتی اور مکاتب کی بدل کتابت پر۔بہر حال کسی بھی طرح کا ہو وہ اپنے مورث کا وارث نہ ہوگا۔

السوال الاول (ب) ...... درج ذیل افراد کے احوال قلم بند کیجئے۔

جد صحیح ، ماں شریک بہن بھائی (اولاد الام) بنت ام

الجواب الاول (ب) اس سوال میں ایک امر حل طلب ہے

جد صحیح سے مراد اب الاب ہے۔اس میں اب اب الاب اور اب اب الاب وغیرہ سب داخل ہیں اور صحیح کی قید احترازی ہے جس سے جد فاسد نکل گیا اس لئے کہ وہ ذوی الارحام میں سے ہے۔

جد صحیح: وہ اصل مذکر بعید ہے کہ جب اسکی نسبت میت کی جانب کریں تو درمیان میں ام (مؤنث) کا واسطہ نہ آئے مثلاً اب الاب، اب لاب وغیرہ

حقیقی بہنوں کے کل پانچ حال ہیں (۱) نصف (۲) ثلثان (۳) عصبہ بالغیر (۴) عصبہ مع الغیر (۵) حرمان۔اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ (۱) ایک بہن ہونے کی صورت میں اس کو نصف حصہ ملے گا۔بشرطیکہ میت کا باپ، دادا، بیٹا، پوتا، بیٹی اور حقیقی بھائی میں سے کوئی موجود نہ ہو۔

(۲) دو یا دو سے زیادہ بہنیں ہوں تو ایک ان کو ثلثان (دو تہائی) حصہ ملے گا مذکورہ شرط کیساتھ۔

السوال الثانی (الف) ...... (۱) عصبہ کی تعریف بیان کیجئے (۲) عصبہ کی تمام اقسام کے اسماء مع تعریف اور امثلہ کے ذکر کیجئے۔

الجواب الثانی (الف) اس سوال میں دو امور حل طلب ہیں

① عصبہ کی تعریف۔② عصبہ کی اقسام کے اسماء مع تعریف وامثلہ۔

(۱) عصبہ کی تعریف: عصبات عصبہ کی جمع ہے اور اس کا مصدر عصوبت ہے عصبہ کے معنی عربی زبان میں پٹھے کے آتے ہیں اور اصطلاح شرع میں وہ شخص عصبہ کہلاتا ہے جو گوشت پوست میں شریک ہو جس کے عیب دار ہونے سے خاندان میں عیب لگے اور چونکہ شریعت میں اولاد باپ کی طرف منسوب ہوتی ہے اس لئے شریعت میں بیٹا عصبہ ہوگا اور ذوی الفروض سے نہ ہوگا۔

(۲) عصبہ کی تمام اقسام کے اسماء مع تعریف اور امثلہ.

عصبات نسبی کی تین قسمیں ہیں ① عصبہ بنفسہ. ② عصبہ بغیرہ. ③ عصبہ مع غیرہ.

عصبہ بنفسہ ہر وہ مرد ہے جس کی میت کی طرف نسبت کرنے میں عورت کا دخل نہ ہو ان کی چار قسمیں ہیں۔ ① میت کا جزء۔② اس کی اصل۔③ میت کے باپ کا جزء۔④ میت کے دادا کا جزء۔ باعتبار نسب کے جو قریب تر ہے وہی میراث کے لحاظ سے قریب تر ہے۔قرابت کے درجہ کے لحاظ سے ترجیح دیئے جائیں گے۔یعنی میراث لینے میں سب سے اولیٰ میت کا جزء ہے یعنی بیٹے پھر ان کے بیٹے اگرچہ اور نیچے درجہ کے ہوں تو پھر میت کی اصل اولیٰ ہے، یعنی باپ پھر دادا یعنی باپ کا باپ اگرچہ اوپر درجہ کا ہو۔

www.Bhalli.Info

عصبہ کی اولاد کی دو قسمیں ہیں۔ سببی، نسبی۔ سببی جسے مولی عتاقہ کہتے ہیں اور نسبی کی تین قسمیں ہیں اگر کسی کا عصبہ ہونا بذاتہ ہو تو وہ عصبہ بنفسہ ہے اور اگر اپنے عصبہ ہونے میں دوسرے عصبہ کا ہی محتاج ہو تو وہ عصبہ بغیرہ۔ اور اگر اپنے عصبہ ہونے میں دوسرے کا محتاج تو ہو مگر وہ دوسرا ایسے خود عصبہ نہ ہو تو وہ عصبہ مع غیرہ کہلاتا ہے۔

تفصیلی تعریف عصبہ بنفسہ کی یہ ہے کہ وہ عصبہ مذکر ہے جو مؤنث کے واسطے کے بغیر میت کی طرف منسوب ہو جیسے بیٹا باپ وغیرہ مذکر کی قید احترازی ہے اس لئے کہ مؤنث عصبہ بنفسہ نہیں بن سکتی بلا واسطہ انثی کی قید اس لئے ہے جو بواسطہ انثی عصبہ بنے وہ عصبہ بنفسہ نہیں بن سکتا جیسے ماموں، نانا، نواسہ وغیرہ اور حقیقی بھائی اگرچہ عصبہ بنفسہ بھی ہے اور اس کے درمیان انثی یعنی ماں کا واسطہ بھی ہوتا ہے مگر چونکہ اس رشتہ میں باپ اصل ہے گویا اس کی موجودگی میں ماں کا رشتہ کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ مگر پھر بھی ماں کے رشتہ کو ایک وصف زائد سمجھا گیا ہے اسی لئے فقط علاتی بھائی کو حقیقی بھائی پر ترجیح دی گئی کیونکہ حقیقی بھائی میں دو وصف ہیں اور علاتی بھائی میں صرف ایک وصف ہے۔

السوال الثانی (ب) ...... درج ذیل مسئلہ حل کیجئے۔

(ا) میت

زوجة بنتان ام اب

(٢) ٢٤ کا عول کہاں تک ہو سکتا ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے ہاں ٢٤ کا عول ٣١ تک جانے کی وجہ تحریر کیجئے۔

الجواب الثانی (ب) اس سوال میں دو امور حل طلب ہیں

☆ (ا)

مسئلہ ٢٤ تصر ٢٧

زوجہ	بنتان	اب	ام
٣	١٦	٤	٤

☆ (٢) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ چوبیس کا عول اکتیس تک کرتے ہیں جیسے یہ ہے۔

مسئلہ ٢٤ تصر ٢٧

زوجہ	ام	اختین لاب	اختین لام	ابن کافر
٣	٤	١٦	٨	م

ابن کافر ہمارے نزدیک حاجب نہیں ہوتا اور ابن مسعودؓ کے نزدیک حجب نقصان کے ساتھ حاجب ہوتا ہے اس لئے زوجہ کو بجائے چوتھائی کے آٹھواں حصہ دیا گیا اور ام کو چھٹا حصہ یعنی (٤) اختین لاب و ام کو ثلثین یعنی (١٦) اور اختین لام کو تہائی یعنی (٨) دیا گیا۔

السوال الثالث (الف) ...... (ا) تصحیح کی تعریف کیجئے۔ (٢) مسئلہ حل کیجئے۔

(ا) میت

زوج ٢بنات اب ام

الجواب الثالث (الف) اس سوال میں دو امور حل طلب ہیں

① تصحیح کی تعریف ② مسئلہ کا حل

☆ (ا) کا حل پرچہ ١٤١٩ھ میں ملاحظہ فرمائیں۔

☆ (٢) **مسئلہ کا حل:**

مسئلہ ١٢

زوج	٢بنات	اب	ام
٦	٣	٥	٣

ہر ایک کا ثلث

السوال الثالث (ب) ...... تخارج کی تعریف ذکر کیجئے۔ (٢) تخارج میں تقسیم ترکہ کا طریقہ مثالوں کی روشنی میں بیان کیجئے۔ (٣) علم فرائض کا موضوع تحریر کیجئے۔

الجواب الثالث (ب) اس سوال میں تین امور حل طلب ہیں

① تخارج کی تعریف۔ ② تخارج میں تقسیم ترکہ کا طریقہ۔ ③ علم فرائض کا موضوع۔

☆ (ا) **تخارج کی تعریف:** تخارج باب تفاعل کا مصدر (خروج سے ماخوذ ہے اور اصطلاح فرائض میں اسکے معنی ہیں وارثوں کا صلح کر لینا اس بات پر کہ وارث ترکہ میں سے کوئی شئی معین لے کر وارثین کی گنتی سے نکل جائے۔

☆ (٢) **تخارج میں تقسیم ترکہ کا طریقہ:** مثلاً اگر عورت مر جائے اور اس کا شوہر ماں اور چچا زندہ رہے۔ اور شوہر ماں اور چچا سے بایں طور صلح کرلے کہ اس کی بیوی کو جو دین مہر اس پر واجب الاداء ہے وہ ادا نہیں کرے گا اور بیوی کے دیگر متروکہ اموال سے بھی کچھ نہیں لے گا۔ تو اس صورت میں سمجھنا پڑے گا۔ کہ نصف ترکہ کا حقدار جب ورثہ سے نکل گیا ہے تو دوسرے نصف سے ماں کا حصہ دو اور چچا کا حصہ ایک ہونے کی وجہ سے باقی ترکہ کو تین حصوں پر منقسم کر کے دو حصے ماں کو اور ایک حصے چچا کو دینا ضروری ہوگا۔ اور اگر ایک بیوی اور چار بیٹے زندہ رہے اور ایک بیٹا کوئی معین چیز لے کر ورثہ سے خارج ہو جائے تو سمجھنا پڑے گا۔ کہ وارثین تین بیٹے اور ایک بی بی ہیں۔ پس اگر وہ مصالحت نہ کرتا تو یہ مسئلہ آٹھ سے شروع ہو کے بی بی کو ایک ملتا اور باقی سات چار بیٹوں پر منقسم نہ ہونے کی وجہ سے چار سے آٹھ کو ضرب دینے کے بعد حاصل بتیس (٣٢) ہو جاتا اور اسی بتیس سے ایک بیٹا کا حصہ سات کو ساقط کر دینے کے بعد پچیس باقی رہ جائے اور اسی پچیس میں بیوی کا حصہ چار اور باقی اکیس (٢١) تین بیٹوں کا حصہ ہے۔

☆ (٣) **علم فرائض کا موضوع:** حل گزر چکا ہے پرچہ ١٤١٩ھ میں ملاحظہ فرمائیں۔

www.Bhalli.Info

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ۝

الورقة الخامسة

البلاغة

دروس البلاغة (الفن الاول)

الورقة الخامسة ......في البلاغة......وفاق المدارس العربية باكستان...... شعبان ١٤١٩ھ

ورقة الاختبار السنوی للمرحلة العالية ...... للبنات ...... مجموع الدرجات١٠٠ ...... الوقت٣ساعات

ملحوظہ: اجب عن احد الشقين من کل سوال فقط ان اجبت بالعربية الفصحی تستحق عشر درجات

السوال الاول (الف) تعقید کے اصطلاحی معنی اور اس کی اقسام مع تعریفات بیان کیجئے اور بتایئے کہ یہ شعر کس چیز کی مثال ہے اور کیسے؟

ساطلب بعد الدار عنکم لتقربوا   وتسکب عيناي الدموع لتجمدا

الجواب الاول (الف) اس سوال میں تین امور حل طلب ہیں

① تعقید کے معنی۔ ② تعقید کی اقسام۔ ③ شعر کس چیز کی مثال۔

☆ (۱) تعقید کے معنی:

تعقید کے معنی یہ ہیں کہ کلام متکلم کے معنی مرادی پر خفی الدلالۃ ہو۔

☆ (۲) تعقید کی اقسام:

اور یہ خفا یا تو لفظی خلل کے اعتبار سے ہوگا۔ تقدیم یا تاخیر یا دو لفظوں میں فصل ہونے کی بنا پر ہوگا اور اس خفا کا نام تعقید لفظی رکھا جاتا ہے جیسے متنبی کا شعر۔ میرے ممدوح کے اخلاق و عادات نے فخر کیا جو اس کے اعلیٰ حسب و نسب ہونے کی دلیل ہے جب کہ وہ خود اپنے ان اعلیٰ اخلاق پر فخر نہیں کرتا۔

☆ (۳) شعر کس چیز کی مثال ہے:

یہ شعر فصاحت سے خالی ہے اردو میں تعقید معنوی کی مثال میں یہ شعر پیش کرتے ہیں۔

(ب) (۱) هل ادلکم علی تجارة تنجيکم من عذاب اليم، (۲) هل جزاء الاحسان۔ (۳) سواء عليهم أانذرتهم ام لم تنذرهم لا يؤمنون، (۴) اعقلك يسوغ لك ان تفعل کذا، (۵) فاين تذهبون۔

مندرجہ بالا جملوں میں الفاظ استفہام کن کن معانی میں استعمال ہوئے ہیں، اور یہ ان کے حقیقی معنی ہیں یا مجازی؟ ہر جملہ کا ساتھ ساتھ ترجمہ بھی کریں۔

الجواب الاول (ب) اس سوال میں ایک امر حل طلب ہے

① جملوں میں الفاظ استفہام کن معانی میں۔ ② حقیقی یا مجازی معنی۔ ③ ترجمہ۔

☆ (۱) جملوں میں معانی:

① رغبت اور شوق کے معنی میں۔ ② نفی کے معنی میں۔ ③ تسویہ (برابری) کے معنی میں۔ ④ مذاق اڑانے کے معنی میں۔ ⑤ گمراہی پر تنبیہ کرنے کے معنی میں۔

www.Bhalli.Info

☆ (۲) یہ ان کے مجازی معنی ہیں۔

☆ (۳) ہر جملہ کا ترجمہ:

① کیا تم لوگوں کو ایسا کاروبار بتلاؤں جو تمہیں ایک دردناک عذاب سے بچائے۔ ② احسان کا بدلہ احسان کے سوا کچھ نہیں۔ ③ ان کے لئے برابر ہے کہ آپ انہیں عذاب سے ڈرائیں یا نہ ڈرائیں۔ ④ کیا تمہاری عقل اجازت دیتی ہے کہ تم اسی قسم کا کام کرو۔ ⑤ تم لوگ کہاں جا رہے ہو۔

قال لی کیف انت قلت علیل — سہر دائم وحزن طویل
نحن مما عندنا و انت مما عند — ک راض و الرای مختلف
قد طلبنا فلم نجدلک فی السو — دد ولا مجد و المکارم مثلا
ھل یستوی الذین یعلمون والذین لایعلمون۔

السوال الثانی (الف) مندرجہ بالا اشعار اور آیت میں محذوف اشیاء کی تعیین کرتے ہوئے ان کے دواعی حذف بیان کیجئے۔

الجواب الثانی (الف) اس سوال میں دو امور حل طلب ہیں

① اشعار وآیت میں محذوف اشیاء۔ ② دواعی حذف۔

☆ (۱) شعر قال لی الخ میں محذوف اشیاء:

مقام کی تنگی کی وجہ سے خواہ اظہار درد کی وجہ سے ہو یا وقت اور موقع نکل جانے کے خوف کی وجہ سے ہو اول کی مثال قال لی کیف انت الخ حال میں پوچھتے ہو کیا؟ بہت بیمار ہوں، مبتلائے عشق ہوں اور روز وشب بیدار ہوں یہاں انا مسند الیہ نہیں لایا گیا اس لیے کہ اظہار تکلیف کے وقت زیادہ بات نہیں کی جاتی دوسرے کی مثال شکاری کا کہنا "ہرن" بجائے یہ ہرن ہے کہ یہاں "ھذا" محذوف ہے۔ شکار نکل جانے کے خوف سے ھذا کو حذف کر دیا گیا۔

(۲) نحن بما عندنا الخ میں محذوف:

وزن کی مثال جیسے شعر کا وزن ختم ہو جاتا ہے شعر کا ترجمہ یہ ہے ہم اپنی رائے سے تم اپنی رائے سے خوش ہو اور یہ تو مسلم بات ہے کہ رایوں میں اختلاف ہوتا ہی رہتا ہے۔

(۳) قد طلبنا الخ میں محذوف:

کبھی ادب کا لحاظ باعث حذف ہوتا ہے جیسے شعر مذکور میں قد طلبنا کا مفعول "مثلا" ممدوح کے ادب کی خاطر حذف کر دیا گیا کیونکہ ممدوح کے سامنے اس کی نظیر صراحۃً طلب کرنا ادب کے سراسر خلاف ہے شعر کا ترجمہ یہ ہے ہم نے ڈھونڈا تو سرداری، بزرگی اور حسن اخلاق میں تمہارا کوئی

نہیں پایا۔ اردو میں بھی اس طرح کا ایک شعر موجود ہے۔

علم میں حلم میں انصاف میں ہر خوبی میں
ہم نے ڈھونڈا نہ ملا مثل تیرا عالم میں

یہاں ڈھونڈا نہ ملا مثل بنظر ادب محذوف ہے۔

(۲) دواعی حذف:

غیر مخاطب سے علم کو چھپانا جیسے تم کہتے ہو "آ گیا" اس حالت میں تم نے مثلاً یہ ارادہ کر لیا ہو کہ اپنے مخاطب کو علی کے آنے کی اطلاع دو لیکن مخاطب کے علاوہ کسی کو اس بات کا علم نہ ہو۔ ضرورت کے وقت انکار کرنے کا موقع حاصل ہو۔ مثلاً تم کسی خاص آدمی کے تذکرہ کے بعد کہتے ہو کہ وہ کون ہے، ذلیل، کمینہ ہے۔

مخاطب کو محذوف کی تعیین پر متنبہ کرنا اگرچہ یہ تعیین بطور دعوی ہی کیوں نہ ہو اول یعنی تعیین حقیقی کی مثال خالق کل شیء (ساری چیزوں کو پیدا کرنے والا) یہاں اللہ محذوف ہے ثانی یعنی تعیین دعوی کی مثال وھاب الالوف ہزاروں کا بخشش کرنے والا، یہاں سلطان محذوف ہے اگرچہ دوسرا بھی ہو سکتا ہے۔

اس بات کو آزمانا کہ سامع کو قرینہ فہمی ہے یا نہیں یا اس چیز کو آزمانا کہ سامع کی قرینہ فہمی کس قدر ہے اول کی مثال اس کا نور آفتاب کے نور سے حاصل ہے اور دوسرے کی مثال وہ ستاروں کا امام ہے یعنی بہترین جوہر ہے۔

(ب) کلام کے بعض اجزاء کی بعض پر تقدیم کے جو دواعی مصنفؒ نے ذکر کیے ہیں آپ ان میں سے مندرجہ ذیل دواعی کی تشریح کرتے ہوئے ہر ایک کی مثال ذکر کیجئے۔

(۱) مراعاۃ الترتیب الوجودی۔ (۲) النص علی عموم السلب او سلب العموم (۳) التخصیص۔

الجواب الثانی (ب) اس سوال میں تین امور حل طلب ہیں

☆ (۱) مراعاۃ الترتیب الوجودی:

ترتیب وجودی کا لحاظ: مثلاً خداوند قدوس کو نہ اونگھ آتی ہے اور نہ نیند یہاں اونگھ کو نیند پر مقدم کیا اس لیے کہ وجود کے اعتبار سے اونگھ نیند پر مقدم ہے۔

☆ (۲) النص علی عموم السلب اوسلب العموم:

عموم سلب یا سلب عموم کی تصریح اول یعنی عموم سلب، حرف عموم کو حرف نفی پر مقدم کرنے سے حاصل ہوتا ہے مثلاً کل ذلک لم یکن یعنی ان میں سے کوئی بھی واقع نہیں ہوا نہ یہ نہ وہ۔ اور ثانی

www.Bhalli.Info

یعنی سلب عموم، یہ حرف نفی کو حرف عموم پر مقدم کرنے سے حاصل ہوتا ہے مثلاً لم یکن کل ذلك یعنی اس کا سب (مجموع) واقع نہیں ہوا دیکھئے! اس دوسری صورت میں اس بات کا بھی احتمال ہے کہ بعض افراد ثابت ہوئے اور اس امر کا بھی احتمال ہے کہ کل افراد واقع نہیں ہوئے۔

☆ (۳) التخصیص:

اسباب تقدیم میں سے ایک سبب تخصیص بھی ہے مثلاً ماانا قلت میں نے تو نہیں کہا (ہو سکتا ہے کسی اور نے کہا ہو) ایاك نعبد. ہم تیری ہی بندگی کرتے ہیں (کسی دوسرے کی نہیں)

السوال الثالث (الف)...... اخراج الکلام علی خلاف مقتضی الظاهر کی انواع میں سے مندرجہ ذیل انواع کے معانی، انکی صورتیں اور مثالیں بیان کیجئے۔ التفات، تجاہل عارف، اسلوب الحکیم۔

الجواب الثالث (الف) اس سوال میں ایک امر حل طلب ہے

☆ (۱) انواع کے معانی صورتیں، مثالیں:

التفات وہ ہے جو کلام کو تکلم، خطاب اور غیبت کی حالتوں میں سے ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل کرنا ہے حالت تکلم سے حالت خطاب کی طرف منتقل کرنے کی مثال ومالی لا اعبد الذی (اور مجھے کیا ہو گیا کہ میں اس خدا کی پرستش نہیں کر رہا ہوں جس نے مجھے پیدا کیا حالانکہ اس کی طرف تم لوگ لوٹو گے یعنی میں لوٹوں گا۔ ارجع کی جگہ ترجعون ہے۔

اور حالت تکلم سے حالت غیبت کی طرف منتقل کرنے کی مثال انا اعطیناك الکوثر فصل لربك وانحر (بے شک ہم نے تم کو کوثر دیا ہے (لہٰذا ہم شکریہ کے طور پر) اپنے رب کے لیے نماز پڑھو اور قربانی کرو دیکھئے یہاں فصل لنا کے بجائے فصل لربك کہا گیا۔

اور حالت خطاب سے حالت تکلم کی طرف منتقل کرنے کی مثال شاعر کا شعر اتطلب وصل ا... (اے مخاطب! کیا اب تک تم حسن و جمال والی لڑکیوں کے وصال (ملاقات) کے خواہشمند ہو حالانکہ سفیدی میری گردن پر لٹک چکی ہے دیکھئے یہاں تطلب میں تو خطاب ہے اور علی قذالی میں تکلم ہے حالانکہ ظاہر کے اعتبار سے علی قذالك ہونا چاہئے تھا۔

تجاهل عارفانہ اور وہ یہ ہے کہ کسی غرض سے امر معلوم کو امر غیر معلوم کی جگہ میں استعمال کرنا مثلاً توبیخ کی مثال میں یہ شعر ہے ایا شجر الخابور الخ (اے وادی خابور کے درخت تم کیوں ہرے بھرے نظر آتے ہو؟ تمہاری اس تروتازگی سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ شاید تم ولید بن طریف کے گذر جانے سے مضطرب اور پریشان نہیں ہو، دیکھئے اس کی قائلہ لیلیٰ بنت طریف کو اس بات کا پورا یقین ہے کہ جزع فزع ذوی العقول کی صفات میں سے ہے اور شجر، غیر ذوی العقول میں سے ہے

لہٰذا اس سے جزع کا مطالبہ کرنا لا حاصل ہے لیکن اس کے باوجود جزع کا مطالبہ کرنا جان بوجھ کر انجان بننا ہے اور مقصود اس سے صرف تحیر کرنا ہے اور یہ ظاہر کرنا ہے کہ ابن طریف کی شخصیت اس قدر غیر معمولی تھی کہ اس کے کارناموں سے نباتات، جمادات اور غیر ذوی العقول بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے تھے۔

☆ (۳) اسلوب الحکیم:

وہ یہ ہے کہ ① متکلم کا مخاطب سے اس طرح پر ملنا (گفتگو کرنا یعنی وہ گفتگو کے وقت ایسا قول پیش کرے) جس کی پہلے سے مخاطب کو امید نہ ہو۔ ② یا متکلم کا سائل سے اس طرح ملنا (کہ گفتگو کے وقت ایسی بات پیش کرے) کہ سائل اس کا طالب نہ ہو اور اس سے یہ تنبیہ کر رہا ہو کہ وہ غیر (جس کو متکلم پیش کر رہا ہے) زیادہ مناسب ہے کہ اسی کو مقصود بنایا جائے تو پہلی صورت اس طرح حاصل ہوتی ہے کہ کلام اس کے قائل کے لیے معنی کے خلاف دوسرے معنی پر محمول کیا جائے مثلاً قبعثری نے حجاج سے کہا تھا (جب کہ حجاج نے اس کو ان لفظوں سے دھمکی دی تھی کہ لا حملنك علی الادهم قبعثری! میں تمہیں بیڑی پر اٹھاؤں گا) مثلك الامیر یحمل علی الادهم والاشهب مطلب یہ ہے کہ آپ جیسے مہربان امیر ہی کا کام ہے کہ دوسروں کو ادہم (سیاہ گھوڑا) اور اشہب (سرخی مائل سفید گھوڑا) پر سوار کرائیں قبعثری کا یہ جواب سن کر حجاج نے فوراً کہا کہ وہ مطلب نہیں جو تم نے سمجھ رکھا ہے بلکہ ادہم سے میری مراد حدید (بیڑی) ہے تو قبعثری نے حجاج کی اس تصریح کو سن کر کہا لان یکون حدیداً خیر من ان یکون بلیدا. حضور والا! اس سیاہ گھوڑے کا تیز ہونا اس کے سست رفتار ہونے سے بہتر ہے۔ دیکھئے حجاج نے تو ادہم سے بیڑی اور حدید سے ایک ایک مخصوص دھات کے معنی کا قصد کیا تھا۔ لیکن اس شاعر قبعثری کی حاضر جوابی کس قدر قابل داد ہے کہ اس نے اتنے بڑے جابر حاکم کے سامنے اس کے مطلب کی باتوں کو ایک ایک کر کے ختم کر ڈالا اور ادہم اور حدید کو ایسے معنی پر حمل کیا جو حجاج کے مطلب کے خلاف تھے یعنی وہ سیاہ گھوڑا جو سست رفتار نہ ہو۔

دوسری صورت کہ سائل کے سوال کو اس کے حال کے مناسب کسی دوسرے سوال کے مقام میں اتار دیا جائے۔ جیسے قرآن شریف میں ہے یسالونك عن الاهلة قل هی مواقیت للناس والحج (لوگ آپ سے نئے چاند کے متعلق پوچھتے ہیں فرما دیجئے وہ اوقات مقررہ ہیں لوگوں کے لیے اور حج کے لیے) بات یہ ہے کہ کسی صحابی نے حضور ﷺ سے سوال کیا تھا کہ نئے چاند کا یہ حال کیوں ہے؟ کہ وہ شروع میں نہایت باریک ہو کر نمایاں ہوتا ہے پھر آہستہ آہستہ بڑا ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ چودھویں رات کو پورا چاند بن کر چمکنے لگتا ہے پھر گھٹنا شروع ہوتا ہے یہاں تک کہ گھٹتے گھٹتے

www.Bhalli.Info

اپنی ابتدائی حالت پر واپس آجاتا ہے تو اس سائل کے مذکورہ سوال کے جواب میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسا حکیمانہ جواب آیا جو اولاد آدم کے بہت سے فوائد پر مشتمل تھا یعنی هی مواقیت للناس والحج، دیکھئے یہ جواب سائل کے لیے کتنا زیادہ مفید اور اہم تھا یعنی لوگوں کے آپس کے معاملات نکاح، رخصتی، اور ملنے جلنے کی تاریخیں ان ہی اهله سے معلوم ہوتی ہیں اس کے علاوہ حج جیسے عظیم ترین رکن اسلام کی تاریخ بھی ان ہی پر موقوف ہے اس لیے سائل کے مذکورہ سوال کو جس میں چاند کے مختلف صورتوں میں ظاہر ہونے کا سبب دریافت کیا گیا تھا بدل کر اس سوال کے مقام میں اتار دیا جس میں یہ مذکور تھا کہ چاند کے گھٹنے بڑھنے سے بنی نوع انسان کو کیا فائدے حاصل ہوتے ہیں۔

(ب)...... ایجاز قصر اور ایجاز حذف کی تعریف کرنے کے بعد ایجاز حذف کی اقسام ذکر کیجئے اور ہر ایک کی مثال لکھیے۔

الجواب الثالث (ب) اس سوال میں دو امور حل طلب ہیں

① ایجاز قصر وحذف کی تعریف۔ ② ایجاز حذف کی اقسام۔

(ایجاز کلام میں اختصار کو کہتے ہیں) ایجاز یا تو اس طرح ہو کہ ایک چھوٹی سی عبارت کے تحت بہت سے معنی ہوں اور ایجاز کی اس قسم کا نام ایجاز قصر رکھا جاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول ولکم فی القصاص حیوۃ (قصاص میں تمہاری زندگی ہے) اس آیت کے اندر کلمات کم ہیں مگر معانی بہت ہیں۔

یا وہ ایجاز ایک کلمہ یا جملہ یا بہت سے کلموں اور جملوں کے حذف سے حاصل ہو ایسے قرینے کے ساتھ جو محذوف کو معین کر سکے، اور ایجاز کی اس دوسری قسم کا نام ایجاز حذف رکھا جاتا ہے، تو حذف کلمہ کی مثال میں امراء القیس شاعر کا قول پیش کیا جاتا ہے جس میں لا ابرح کا لا حذف کر دیا گیا ہے۔

تو میں نے کہا کہ بخدا میں ہمیشہ بیٹھا رہوں گا اگرچہ وہ لوگ تمہارے سامنے میرا سر اور میرے جسم کے تمام جوڑ بند کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے رکھ دیں۔

الورقة الخامسة ...... فی البلاغة ...... وفاق المدارس العربية باكستان ...... شعبان ۱۴۳۰ھ
الاختبار السنوی للمرحلة العالية ...... للبنات ...... مجموع الدرجات۱۰۰ ...... الوقت ۳ساعات
ملاحظة: اجب عن احد الشقين من كل سوال فقط ان اجبت بالعربية الفصحى تستحق عشر درجات

السوال الاول (الف) ...... بلاغة الكلام مطابقته لمقتضى الحال مع فصاحته.
بلاغت کی لغوی تعریف ذکر کرنے کے بعد عبارت مذکورہ کی تشریح بطرز صاحب کتاب تحریر کریں۔

الجواب الاول (الف) اس سوال میں دو امور حل طلب ہیں

① بلاغت کی تعریف۔ ② عبارت کی تشریح۔

(۱) بلاغت کی تعریف:

بلاغت الکلام، کلام کا مقتضائے حال کے مطابق ہونا اس کے فصیح ہونے کے ساتھ ساتھ یعنی کلام فصیح بھی ہو اور مقتضائے حال کے مطابق بھی ہو اور حال جس کا نام مقام بھی رکھا جاتا ہے وہ ایسا امر ہے جو متکلم کو اس بات پر ابھارتا ہے کہ وہ اپنی عبارت کو ایک مخصوص صورت پر لائے اور مقتضی کا نام اعتبار مناسب بھی رکھا جاتا ہے، وہ وہی صورت مخصوصہ ہے جس پر متکلم کی عبارت لائی جاتی ہے مثلاً مدح ایک حالت ہے جو تقاضا کرتی ہے کہ عبارت بصورت اطناب وارد ہو اور اسی طرح مخاطب کی ذکاوت وذہانت ایک حالت ہے جو تقاضا کرتی ہے کہ عبارت مختصر اور ایجاز کی صورت میں ہو لہذا مدح اور ذہانت دو حالتیں ہیں اور اطناب وایجاز میں سے ہر ایک مقتضی ہیں اور کلام کا اطناب اور ایجاز کی صورت پر لانا مقتضی کی مطابقت ہے۔

بلاغت المتکلم ایسا ملکہ ہے کہ جس کے ذریعہ متکلم بلیغ کلام کے ساتھ مقصود کو بیان کرنے پر قادر ہو کسی بھی غرض میں کیوں نہ ہو۔

(۲) عبارت کی تشریح:

بلاغت الکلام کا مطلب یہ ہوا کہ وہ کلام فصیح اور مقتضائے حال کے مطابق ہو یعنی بلاغۃ الکلام دو امور پر موقوف ہے ایک کلام کا مقتضائے حال کے موافق ہونا دوسری کلام کا فصیح کلمات سے مرکب ہونا اسی سے معلوم ہوا کہ ہر کلام بلیغ فصیح ہے، لیکن ہر کلام فصیح بلیغ نہیں ہے تو کلام کو جتنا مقتضائے حال کے موافق استعمال کرو گے اتنا ہی خوبیوں کا حامل ہوگا اور جتنا مقتضائے حال کے خلاف استعمال کرو گے اتنا ہی کلام خوبیوں سے گرا ہوا ہوگا بلغاء نے بلاغت کے دو طرف مقرر کیے ہیں، ایک وہ طرف اعلیٰ کہتے ہیں جو بلند سے بلند ہے یہی قرآن کریم کی بلاغت ہے اس کے بعد وہ کلام ہے جو اس طرف اعلیٰ کے قریب قریب ہے وہ رسول اللہ ﷺ کا کلام ہے طرف اعلیٰ اور جو اس کے قریب ہے وہ دونوں حد اعجاز میں داخل ہیں۔ بلاغت کا دوسرا کنارہ طرف اسفل کہلاتا ہے

www.Bhalli.Info

جس کا مطلب یہ ہے کہ بلغاء کے نزدیک اگر کلام اس اصل سے بھی گرا ہوا ہوگا تو آدمی کا کلام سمجھا جائے گا بلکہ حیوان کی آواز سے مل جائے گا اس لیے بلاغت کے حاصل کرنے والوں کے دو چیزوں کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے ایک یہ کہ ان اسباب کو معلوم کریں جو فصاحت کے لیے ہیں، تاکہ غیر فصیح کلام کو لانے سے احتراز کریں دوسری چیز یہ کہ احوال اور مقتضیات احوال کو معلوم کرلیں ورنہ کلام کو مقتضائے حال کے مطابق لانا محال ہوگا۔

(ب)...... وقد تخرج صيغ الامر عن معناها الاصلي الى معان اخر تفهم من الكلام وقرائن الاحوال كالدعاء، والالتماس، والتمني، والارشاد، والتهديد.

(۱) امر کی تعریف کرنے کے بعد مذکورہ عبارت کی تشریح مثالوں کے ساتھ کیجئے۔ (۲) امر کے کتنے صیغے ہیں؟ مثالوں سے واضح کیجئے۔

الجواب الاول (ب) اس سوال میں دو امور حل طلب ہیں

① امر کی تعریف وتشریح۔ ② امر کے کتنے صیغے ہیں۔

☆ (۱) **امر کی تعریف:**

امر کے معنی ہیں فعل کو بطور استعلاء طلب کرنا (استعلاء کے معنی یہ ہیں کہ امر اپنے کو مخاطب کے مقابلہ میں عالی رتبہ سمجھے، خواہ وہ اصل میں عالی رتبہ ہو یا نہ ہو۔ امر کے لیے چار قسم کے صیغے ہیں۔

① فعل امر جیسے خذ الكتاب بقوة (کتاب مضبوطی سے پکڑ) ② وہ فعل جو لام سے مجزوم ہو جیسے لينفق ذو سعة من سعته (صاحب مقدور اپنی مقدور کے مطابق خرچ کرے) ③ اسم فعل امر جیسے حي على الفلاح بھلائی کی طرف آ) ④ اور وہ مصدر جو فعل امر کا قائم مقام ہو جیسے سعیا في الخير (بھلائی کے کام میں کوشش کرو)

توضیح:

امر کے مذکورہ تمام صیغوں کی مزید مثالیں درج ذیل ہیں:

فعل امر کی مثال احب لغير ما تحب لنفسك مضارع مقرون باللام کی مثال فليتوكل المؤمنون اسم فعل کی مثال عليكم انفسكم لا يضركم من ضل اذا اهتديتم اى الزموا انفسكم فعل امر کے قائم مقام مصدر کی مثال وبالوالدين احسانا یہ احسنوا فعل امر کے قائم مقام ہے۔

عبارت کی تشریح:

اور کبھی کبھی امر کے مذکورہ صیغے اپنے اصلی معنی سے ہٹ کر ایسے دوسرے معنوں کی طرف نکل جاتے ہیں جو جملوں کے سیاق وسباق اور دیگر احوال کے قرینوں اور مناسبتوں سے سمجھے جاتے ہیں

امر کے صیغے اصلی معنی کو چھوڑ کر مندرجہ ذیل معنوں میں مستعمل ہوتے ہیں ① دعا کے معنی میں جیسے اے اللہ مجھے توفیق عطا کر کہ میں تیری نعمت کا شکر ادا کرسکوں۔ ② التماس کے معنی میں جیسے تم اپنے برابر کے آدمی سے کہتے ہو کہ مجھے کتاب دیجئے۔ ③ تمنا کے معنی میں جیسے امراء القیس کے اس شعر میں الا ایها الخ ترجمہ اے ہجر کی شب دراز! تو صبح بن کر روشن ہو جا (کاش کہ تیری درازی ختم ہو جائے اور تو صبح بن کر روشن ہو جائے) اور میں اس حقیقت سے واقف ہوں کہ صبح بھی تجھ سے کچھ بہتر نہیں ہے شاعر شب فراق کی درازی سے تھک کر بیہوشی کے عالم میں رات (ایک غیر ذوی العقول) سے خطاب کر کے کہتا ہے کہ کاش تیری درازی ختم ہو جائے اور صبح نمودار ہو جائے پھر ہوش میں آتا ہے اور کہتا ہے اے رات صبح تجھ سے افضل اور بہتر نہیں ہے کیوں کہ پھر دن کو بھی انہی مصائب (فراق یار) سے دو چار ہونا پڑے گا (لیل میں سمع وطاعت کی صلاحیت نہیں ہے اس لیے جب اس سے طلب کیا گیا تو معلوم ہوا کہ معنی حقیقت پر محمول نہیں ہے بلکہ صیغہ امر سے یہاں پر تمنی مراد ہے اور تمنی ایسے فعل محبوب کی طلب ہوتی ہے جس کی تحصیل پر مامور کو قدرت ہونا ضروری نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ مطلوب کبھی ممکن بعید الوقوع ہوتا ہے اور کبھی محال۔

السوال الثاني (الف)...... اذا اريد افادة السامع حكما فاى لفظ يدل على معنى فيه فالاصل ذكره واى لفظ علم من الكلام لدلالة باقية عليه فالاصل حذفه واذا تعارض هذان الاصلان فلا يعدل عن مقتضى احدهما الى مقتضى الاخر الالداع.

(۱) عبارت مذکورہ کی تشریح کریں۔ (۲) اعراب لگائیں۔ (۳) دواعی حذف میں سے کم سے کم پانچ کو مثالوں کے ساتھ بیان کریں۔

الجواب الثاني (الف) اس سوال میں تین امور حل طلب ہیں

(۱) **اعراب:**

اِذَا اُرِيْدَ اِفَادَةُ السَّامِعِ حُكْمًا فَاَيُّ لَفْظٍ يَدُلُّ عَلٰى مَعْنًى فِيْهِ فَالْاَصْلُ ذِكْرُهٗ وَاَيُّ لَفْظٍ عُلِمَ مِنَ الْكَلَامِ لِدَلَالَةٍ بَاقِيَةٍ عَلَيْهِ فَالْاَصْلُ حَذْفُهٗ وَاِذَا تَعَارَضَ هٰذَانِ الْاَصْلَانِ فَلَا يُعْدَلُ عَنْ مُقْتَضٰى اَحَدِهِمَا اِلٰى مُقْتَضَى الْاٰخَرِ اِلَّا لِدَاعٍ.

(۲) **تشریح:**

جب سامع کو کسی حکم کا افادہ پیش نظر ہو، تو جو لفظ بھی اس معنی پر دلالت کرتے ہوں ان میں اصل یہ ہے اور کلام سے جس لفظ کے بارے میں معلوم ہو جائے اس لفظ پر دلالت کرنے والا موجود ہے تو اصل یہ ہے کہ اسے حذف کر دیا جائے۔

اور جب یہ دونوں اصول آپس میں متعارض ہو جائیں یعنی ایک کا تقاضہ ذکر کا اور دوسرے کا

www.Bhalli.Info

تقاضہ حذف کرنے کا ہو تو دونوں اصولوں میں سے کسی ایک کے مقتضی سے دوسرے کے مقتضی
جانب عدول نہ کیا جائے گا یعنی ذکر کی وجہ سے حذف کے قاعدے کو اور حذف کی وجہ سے ذکر
قاعدے کو ترک نہ کیا جائے گا مگر کسی ضرورت داعیہ کی بنا پر۔

☆ (۳) دواعی حذف سے پانچ مثالیں:

① زیادة التقریر والایضاح متکلم کا مقصد زیادتی بیان اور وضاحت ہو جیسے اللہ تعالیٰ
قول اولئك على هدىً ② اسباب ذکر میں دوسرا سبب قرینہ پر اعتماد کی کمی ہے خواہ یہ کمی نفس
میں ضعف کی وجہ سے ہو یا سامع کی سمجھ میں قصور ہونے کے باعث ہو مثلاً زید کیا ہی اچھا دوست
تم یہ اس وقت کہتے ہو جب تمہارے پاس زید کا ذکر ہو چکا ہو۔ ③ مخاطب کے کند ذہن ہو
تعریض کرنا بھی ذکر کا سبب ہے مثلاً عمر نے ایسا کہا عمرو نے کیا کہا کے جواب میں۔ ④ مخاطب
سامنے حکم کو تسجیل (اقرار نامہ) کے طور پر بیان کرنا تا کہ مخاطب کو بعد میں انکار کا موقع نہ
حاکم کسی گواہ سے پوچھے کہ کیا اس زید نے اقرار کیا ہے کہ اس پر فلاں کا اتنا واجب ہے؟ تو گواہ
طرح کہے "ہاں" اس زید نے اقرار کیا ہے کہ اس پر فلاں کا اتنا واجب ہے۔ ⑤ اور اظہار تعجب
لئے اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب حکم کے اندر کسی طرح کی غرابت ہو جیسے "علی شیر کا مقابلہ کرتا
یہ جملہ اس وقت کہتے ہیں جب پہلے علی کا ذکر ہو چکا ہو۔

(ب) ...... والقصر الاضافي ينقسم باعتبار حال المخاطب الى ثلاثة اقسام.
(۱) قصر کی لغوی اور اصطلاحی تعریف ذکر کرنے کے بعد قصر اضافی کی تینوں قسموں کی وضاحت
کے ساتھ کریں۔ (۲) نیز طرق قصر ذکر کریں اور مثالوں سے واضح کریں۔

اس کا حل گذر چکا ہے۔

السوال الثالث (الف) ...... مندرجہ ذیل اصطلاحات کی وضاحت بطرز صاحب کتاب تحریر کریں
ذكر الخاص بعد العام، ذكر العام بعد الخاص، الايضاح بعد الابهام التوشيع
الاعتراض الايغال.

الجواب الثالث (الف) اس سوال میں ایک امر حل طلب ہے

☆ (ا) چھ اصلاحات کی وضاحت:

(ا) ذكر الخاص بعدالعام:

یعنی کسی عام چیز کو بیان کرنے کے بعد کسی خاص چیز کو بیان کرنا جیسا کہ اجتهدوا في
دروسكم واللغة العربية اپنے اسباق اور عربی زبان سیکھنے میں محنت کرو۔ دیکھئے مثال مذکور میں
دروس عام ہے اور اللغة العربية خاص ہے۔

(۲) ذكر العام بعد الخاص:

یعنی کسی چیز کو بیان کرنے کے بعد کسی عام چیز کو بیان کرنا جیسا کہ قرآن شریف میں ہے
"رب اغفرلی الآیۃ۔ ترجمہ آیت اے میرے پروردگار! تو میرے گناہوں کو بخش دے اور میرے
ماں باپ کے گناہوں کو بھی اور ان لوگوں کے گناہوں کو بھی بخش دے جو میرے گھر میں ایمان کی
حالت میں داخل ہوں نیز ان تمام مردوں اور عورتوں کے گناہوں کو بھی بخش دے جو ایمان کے ساتھ
ہوں (اس جگہ مؤمنین اور مؤمنات کا بیان خاص کے بیان کے بعد ہوا تا کہ مخاطب کو معلوم ہو کہ
خاص کی یہاں اہمیت زیادہ ہے۔

(۳) الايضاح بعد الابهام:

تیسری قسم یہ ہے کہ کسی چیز کو مبہم ذکر کرنے کے بعد اس کی وضاحت کرنا جیسا کہ قرآن پاک
میں ہے امدكم بما تعلمون امدكم بانعام وبنين. اللہ تعالیٰ نے تمہاری مدد کی ایسی چیز سے کہ تم
اسے خوب جانتے ہو اس نے چوپایوں اور اولاد سے تمہاری مدد کی ایسی چیز سے کہ تم اسے خوب جانتے
ہو (دیکھو یہاں تعلمون میں ابہام تھا پھر انعام اور بنین سے اس کی وضاحت کر دی گئی۔

(۴) التوشيع:

چوتھی قسم توشیع ہے وہ یہ ہے کہ کلام کے آخر میں کوئی ایسا مثنیہ کا لفظ لایا جائے جس کی تفسیر دو
چیزوں سے کی جائے جیسا کہ اس شعر میں تمہاری یاد سے میں صبح وشام بے قرار رہتا ہوں، میری اس
بے قراری پر دو مشفق (مہربان) نوحہ خوانی کرتے ہیں یعنی بیوی اور بچے (یعنی یہاں مشفقان مثنیہ کا
صیغہ ہے اس کی تفسیر الاهل اور الولد سے کی گئی ہے۔

(۵) الاعتراض:

کسی لفظ کا کسی جملہ کے اجزاء کے درمیان میں ہونا یا کسی لفظ کا ایسے دو جملوں کے درمیان میں
آنا جو فائدہ کے لیے معنی کے اعتبار سے ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہوں جیسا کہ شاعر کا قول۔ اسی
سال کی عمر نے (خدا کرے یہ عمر دراز آپ کو بھی نصیب ہو) میرے کانوں کو (ثقل سماعت کی وجہ
سے) ایک ترجمان کا محتاج بنا کر رکھ دیا ہے (شعر مذکور میں "وقد بلغتها" جملہ معترضہ ہے جو دعا کے لیے
درمیان میں لایا گیا ہے اسی طرح آیت مذکورہ میں سبحانہ کا کلمہ معترضہ واقع ہوا ہے آیت کا ترجمہ یہ ہے
کہ کفار اللہ تعالیٰ کے لیے لڑکیاں ٹھہراتے ہیں (حالانکہ وہ ایسی چیزوں سے پاک ہے) اور اپنے لیے
وہ بہتر چاہتے ہیں ٹھہراتے ہیں۔

(۶) ایغال:

وہ یہ ہے کہ ایسے لفظ پر ختم کرنا جو کسی ایسے نکتے کا فائدہ دیتا ہے جس کے بغیر بھی اصل مقصود

www.Bhalli.Info

پورا ہو جاتا ہے جیسا کہ مبالغہ کا فائدہ خنساء کے شعر میں بے شک میرے بھائی صخر کی شخصیت ایسی تھی کہ اس سے قوم کے سارے رہنما امامت کا سبق حاصل کرتے تھے گویا وہ عزت اور رفعت شان کے اعتبار سے ایک بلند پہاڑ تھا جس کی چوٹی پر آگ کا شعلہ ہے اس شعر میں فی راسہ نار کا جملہ محض مبالغہ کی غرض سے لایا گیا ہے ورنہ اس کے بغیر بھی متکلم کا مقصود پورا ہو رہا ہے۔

(ب)......

(۱) نحن بما عندنا وانت بما	عندك راض والرای مختلف
(۲) والذی حارت البریة فیه	حیوان مستحدث من جماد
(۳) ان الذین ترونهم اخوانکم	یشفی غلیل صدورهم ان تصرعوا

(۱) مذکورہ اشعار کا سلیس ترجمہ کیجئے۔ (۲) اور محل استشہاد کو واضح کیجئے۔

الجواب الثالث (ب) اس سوال میں دو امور حل طلب ہیں

① ترجمہ۔ ② محل استشہاد۔

☆ (۱) ترجمہ:

وہ چیز جس کے بارے میں مخلوق متحیر اور پریشان ہے وہ جانور ہے جو فنا کے بعد جماد یعنی بے جان چیز مٹی سے از سر نو پیدا ہو جانے والا ہے

بے شک تم جن لوگوں کو سمجھتے ہو کہ وہ تمہارے بھائی ہیں (حقیقت ہے کہ وہ تمہارے دشمن ہیں) ان کے سینوں کی دشمنیوں کو یہی چیز دور کر سکتی ہے کہ تم سب کے سب ہلاک کر دیے جاؤ کیا خوب کہا شاعر نے

جس کو تم دوست سمجھتے تھے وہ دشمن نکلا

☆ (۲) محل استشہاد:

یہاں پہلا مصرعہ مقدم ہے اور یہی محل استشہاد ہے۔

الورقة الخامسة ...... فی البلاغة ...... وفاق المدارس العربیة باکستان ...... شعبان ١٤٣١ھ

الاختبار السنوی للمرحلة العالیة ...... للبنات ...... مجموع الدرجات ١٠٠ ...... الوقت ٣ ساعات

ملاحظة: اجب عن احد الشقین من کل سوال فقط ان اجبت بالعربیة الفصحی تستحق عشر درجات

السوال الاول (الف) ...... ففصاحة الکلمة سلامتها من تنافر الحروف ومخالفة القیاس والغرابة.

(۱) کم قسماً للفصاحة؟ (۲) اشرحی تنافر الحروف ومخالفة القیاس والغرابة ووضحیها بالأمثلة.

الجواب الاول (الف) اس سوال میں دو امور حل طلب ہیں

① فصاحت کی قسمیں۔ ② تنافر الحروف کی تشریح۔

☆ (۱) فصاحت کی قسمیں:

① کلام ضعف تالیف سے خالی ہو۔ ② کلام تنافر کلمات سے خالی ہو۔ ③ کلام تعقید لفظی سے خالی ہو۔

☆ (۲) تنافر الحروف کی تشریح:

تنافر یہ نفرت سے ماخوذ ہے یعنی ایک ہی کلمہ میں ایسے حروف جمع ہو جائیں جن کے اجتماع سے زبان پر ان کی ادائیگی اور تلفظ میں ثقل پیدا ہو جائے جیسے ظش، ھعخع، نقاخ اور مستشزر طبع سلیم گواہ ہے کہ یہ سب کلمات زبان پر گراں ہیں ان میں سے ھعخع میں سب سے زیادہ ثقالت ہے اس کے بعد مستشزرات میں پھر دوسرے الفاظ میں اور تنافر کی شناخت کا قاعدہ یہ ہے کہ جس کو ماہرین زبان کا ذوق صحیح اور طبع سلیم ثقیل سمجھے وہ تنافر ہے، خواہ اجتماع حروف قریب المخارج یا بعید المخارج کے سبب ہو یا کسی اور سبب سے تو فصاحت کلمہ کا مذکورہ تینوں چیزوں سے خالی ہونا ضروری ہے اگر ان تینوں میں سے کوئی ایک بھی کسی کلام میں پایا جائیگا تو کلام فصاحت سے گر جائے گا ان تینوں پر منحصر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ① کلمہ کے مادہ میں کوئی عیب پایا جائے تو اسے تنافر حروف کہتے ہیں۔ ② کلمہ کی صورت میں کوئی خرابی واقع ہو تو اس کو مخالفت قیاس کہتے ہیں۔ ③ کلمہ کے اپنے موضوع لہ پر دلالت کرنے میں کوئی خرابی ہو تو اس کی غرابت کہتے ہیں، اس کے علاوہ چوتھی کوئی چیز کلمہ کو عیب دار نہیں بناتی۔

(ب) ...... الخبر اما ان یکون جملة فعلیة او اسمیة فالأولی موضوعة لافادة الحدوث فی زمن مخصوص مع الاختصار وقد تفید الاستمرار التجددی بالقرآئن اذا کان الفعل مضارعا کقول طریف:

او کلما وردت عکاظ قبیلة　　بعثو الی عریفهم یتوسم.

www.Bhalli.Info

(۱) شکلی العبارة ثم ترجمیها. (۲) اشرحی العبارة بوضوح. (۳) ماھی فائدة الخ
وما ھی لازم الفائدة؟

الجواب الاول (ب) اس سوال میں تین امور حل طلب ہیں

① اعراب وترجمہ۔ ② تشریح۔ ③ فائدہ خبر اور لازم فائدہ۔

☆ (۱) اعراب: اَلْخَبَرُ اِمَّا اَنْ یَّکُوْنَ جُمْلَةً فِعْلِيَّةً اَوْ اِسْمِيَّةً فَالْاُوْلٰی مَوْضُوْعَةٌ لِاِ... الْحُدُوْثِ فِیْ زَمَنٍ مَخْصُوْصٍ مَعَ الْاِخْتِصَارِ وَقَدْ تُفِيْدُ الْاِسْتِمْرَارَ التَّجَدُّدِیَّ بِالْقَرَائِنِ ... کَانَ الْفِعْلُ مُضَارِعًا کَقَوْلِ طَرِيْفٍ:

اَوَ کُلَّمَا وَرَدَتْ عُکَاظَ قَبِيْلَةٌ بَعَثُوْا اِلَیَّ عَرِيْفَهُمْ يَتَوَسَّمُ

ترجمہ: جملہ خبریہ یا تو جملہ فعلیہ ہوگا یا جملہ اسمیہ۔ پھر پہلا (جملہ فعلیہ) اس غرض سے وضع کیا ہے کہ وہ مختصر طور پر خاص زمانے میں کسی چیز کے ظاہر ہونے کا فائدہ دے اور کبھی استمرار تجددی کا فائدہ بھی دیتا ہے جب کہ فعل اس جملہ میں مضارع ہو جیسا کہ طریف شاعر کا قول او کلما وردت الخ کیا جب جب بازار عکاظ میں کوئی قبیلہ عرب کا اترے گا تو اس قبیلے والے میرے پاس اپنے ایسے نمائندے کو بھیجیں گے جو اپنی فراست اور دور بینی سے حقیقت کو سمجھ سکتا ہو یعنی مجھے پہچان سکتا ہو۔

☆ (۲) تشریح: شعر میں یتوسم فعل مضارع استمرار تجددی کے لیے شاہد ہے یہاں تجددی کے معنی ہیں کسی فعل کا بار بار ہونا عریف سے مراد نمائندہ لیڈ یتوسم یہ توسم سے ماخوذ ہے اس کے معنی کسی چیز کو فراست سے معلوم کر لینا، صورت دیکھ کر حقیقت سے واقف ہو جانا قول مع الاختصار جیسے زید قائم أمس یا زید قائم الآن وغیرہ سے احتراز کرنا مقصود ہے جو زمانے پر دلالت کرتے ہیں مگر ان میں اختصار نہیں ہے دوسرے لفظ کو الگ سے اضافہ کرنے سے زمانہ پر دلالت پائی جاتی ہے اس کے برخلاف فعل ہے کہ وہ تین زمانوں میں سے ایک زمانے پر اپنے صیغہ ہی سے دلالت کرتا ہے دوسرے لفظ کے اضافہ کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی " وقد تفید الاستمرار التجددی " اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی فعل کا بار بار ہونا عکاظ بروزن غراب عرب میں طائف اور نخلہ کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے زمانہ جاہلیت میں اس مقام پر ایک میلہ لگتا تھا جہاں مختلف علاقوں کے اہل عرب آکر جمع ہوتے تھے اور پرانے جھگڑوں کے فیصلے کرتے تھے اور شعر و شاعری کی مجلسیں گرم ہوتی تھیں شعر کا خلاصہ یہ ہوا کہ لوگ انداز سے سے مجھے معلوم کر لیتے ہیں کہ میں مرتبہ میں بلند ہوں اور مشکل مسائل حل کر سکتا ہوں۔

اور دوسرا (جملہ اسمیہ) محض اس لیے وضع کیا گیا ہے کہ مسند، مسند الیہ کے لیے ثابت ہو جیسے الشمس مضیئة آفتاب روشن ہے اور جملہ اسمیہ سیاق وسباق کی مناسبتوں یعنی قرائن سے استمرار

دوامی کا بھی فائدہ دیتا ہے جب کہ جملہ کی خبر میں کوئی فعل نہ ہو جیسے العلم نافع (علم نفع بخش ہے۔)

وضاحت: الشمس مضیئة سورج روشن ہے، جملہ اسمیہ ہے اس کی تعریف یہ کی جاتی ہے کہ جملہ اسمیہ صرف اس لیے وضع کیا گیا ہے تاکہ بتائے کہ مسند، مسند الیہ کے لیے ثابت ہے، اس میں نہ تجدد پایا جاتا ہے اور نہ ہی حدوث کے معنی ہوتے ہیں جس طرح فعل میں حدوث کے معنی پائے جاتے ہیں۔

☆ (۳) فائدہ خبر اور لازم فائدہ:

جملہ خبریہ اصل میں دو باتوں کے لئے آتا ہے: ① مخاطب کو اس بات کی خبر دینا جس پر جملہ مشتمل ہے اسے فائدہ خبر کہتے ہیں جیسے حضر المحمود محمود حاضر ہوا۔

لازم فائدہ خبر۔ ② مخاطب کو اس بات کی خبر دینا کہ متکلم کو مضمون جملہ کا علم ہے اسے لازم فائدہ خبر کہتے ہیں جیسے حضرت امس تم کل آئے۔ اس میں صرف یہ بتایا جا رہا کہ مخاطب کو اس بات کا پہلے سے علم ہے

السوال الثانی (الف) ...... و اما النهی فهو طلب الکف عن الفعل علی وجه الاستعلاء وله صیغة واحدة وهی المضارع مع لا الناهیة کقوله تعالیٰ "ولا تفسدوا فی الأرض بعد اصلاحها" و قد تخرج صیغته عن معناها الاصلی الی معان اخر تفهم من المقام و السیاق.

(۱) اشرحی العبارة بوضوح. (۲) ماھی المعانی التی تخرج صیغة النهی الیها من المعنی الاصلی؟ اذکریها مع الامثلة.

الجواب الثانی (الف) اس سوال میں دو امور حل طلب ہیں

① تشریح۔ ② نہی کا صیغہ دوسرے معنی میں۔

☆ (۱) تشریح: اور نہی بطور استعلاء ترک فعل کو طلب کرنے کو کہتے ہیں (طلب فعل کو روکنا نہیں ہے) اور اس کے لیے ایک ہی صیغہ مخصوص ہے اور وہ لائے نہی کے ساتھ والا مضارع ہے جیسے ولا تفسدوا فی الأرض بعد اصلاحها (فساد برپا نہ کرو زمین میں اس کی اصلاح کے بعد)

نہی کا صیغہ دوسرے معنی میں: کبھی نہی کا صیغہ اپنے حقیقی معنی سے نکل کر ایسے دوسرے معنوں میں مستعمل ہوتا ہے جو کلام کے موقع اور طرز بیان سے معلوم ہو جاتا ہے۔

① دعاء کے معنی میں مثلاً لا تشمت بی الاعدا (اے خدا) میری تکلیف پر دشمنوں کو ہنسنے کا موقع مت دیجئے ② التماس کے معنی میں مثلاً لا تبرح من مکانك حتی ارجع الیك تم اپنے برابر کے آدمی سے کہتے ہو کہ اپنی جگہ سے نہ ہٹنا جب تک میں تمہارے پاس لوٹ کر نہ آجاؤں۔ ③ تمنی کے

www.Bhalli.Info

معنی میں مثلاً "لا تطلع" روشن نہ ہو۔

(۴) تہدید کے معنی میں مثلاً تم اپنے خادم سے کہتے ہو لا تطع امری اچھا! میری بات نہ مان۔

توضیح:

نہی کے حقیقی اور غیر حقیقی معنی کے سلسلے میں مذکورہ بالا مثالوں کے علاوہ اور بھی چند مثالیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں:

☆ (۲) **نہی کے حقیقی معنی کی مثالیں:**

قولہ تعالیٰ ولا تقربوا مال الیتیم الا بالتی ھی احسن، یا ایھا الذین امنوا لا تقتلوا الصید وانتم حرم۔

نہی کے غیر حقیقی معنی کی مثالیں: دعا کے معنی میں ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطانا ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا۔

ارشاد کے معنی میں جیسے لا تسئلوا عن اشیاء ان تبد لکم تسوء کم۔

(ب)...... واما اسم الاشارة فیؤتی به اذا تعین طریقا لاحضار معناه کقولک بعنی ھذا مشیرا الی شی لا تعرف له اسما ولا وصفا اما اذالم یتعین طریقا لذلک فیکون لاغراض اخری کاظهار الاستغراب

کم عاقل عاقل اعیت مذاهبه وجاهل جاهل تلقاه مرزوقا

(۱) شکلی العبارة ثم ترجمیها. (۲) اشرحی العبارة بوضوح. (۳) اذکری البیت المذکور بعد هذا البیت.

الجواب الثانی (الف) اس سوال میں تین امور حل طلب ہیں

① اعراب وترجمہ۔ ② تشریح۔ ③ شعر مذکورہ کو اس شعر کے بعد ذکر کریں۔

☆ (۱) **اعراب:**

وَاَمَّا اسْمُ الْاِشَارَةِ فَیُؤْتٰی بِهٖ اِذَا تَعَیَّنَ طَرِیْقًا لِاِحْضَارِ مَعْنَاهُ کَقَوْلِکَ بِعْنِیْ هٰذَا مُشِیْرًا اِلٰی شَیْئٍ لَا تَعْرِفُ لَهٗ اِسْمًا وَلَا وَصْفًا اَمَّا اِذَا لَمْ یَتَعَیَّنْ طَرِیْقٌ لِذٰلِکَ فَیَکُوْنُ لِاَغْرَاضٍ اُخْرٰی کَاِظْهَارِ الْاِسْتِغْرَابِ

کَمْ عَاقِلٍ عَاقِلٍ اَعْیَتْ مَذَاهِبُهٗ وَجَاهِلٍ جَاهِلٍ تَلْقَاهُ مَرْزُوْقًا

ترجمہ:

اسم اشارہ: اور اسم اشارہ کے ساتھ معرفہ اس وقت لایا جاتا ہے جب کہ وہ کسی معین چیز کو مخاطب کے ذہن میں حاضر کرنے کے لیے طریق واحد کے طور پر متعین ہو جائے یعنی احضار معنی کے لیے اسم

اشارہ کے علاوہ دوسری کوئی سبیل نہ ہو جیسا کہ تم کہتے ہو بعنی ھذا اسے میرے پاس بیچ دو اشارہ کرتے ہوئے ایسی چیز کی طرف کہ نہ تو تم اس کا نام جانتے ہو اور نہ اس کے وصف سے واقف ہو اور اسم اشارہ کرنا احضار معنی کے لیے معین نہ ہو تو اسم اشارہ دوسرے مقاصد اور اغراض کے لیے مستعمل ہوتا ہے۔

مثلاً (۱) کسی نادر یا حیرت انگیز واقعہ یا حکم کو ظاہر کرنے کیلئے جیسا کہ اس شعر میں کم عاقل عاقل الخ (کتنے بڑے بڑے دانشمند ہیں جن کے وسائل اور طرق معاش ٹھپ ہو کر رہ گئے اور کتنے جاہل ہیں جن سے تم اس حال میں ملتے ہو کہ وہ خوش حال اور دولت مند ہیں)

☆ (۲) **تشریح:**

یہ ایسا واقعہ ہے جس نے انسان کے نظریات اور خیالات کو منتشر اور تحیر کر دیا اور زبردست سے زبردست مذہبی عالم کو بھی لا مذہب اور بے دین بنا کر چھوڑ دیا ہے۔

☆ (۳) **شعر مذکورہ:**

ھذا الذی تعرف بطحاء وطاته والبیت یعرفه والحل والحرم۔

اور کمال عنایت اور غایت توجہ کے لیے جیسا کہ فرزدق کے اس شعر میں اسم اشارہ استعمال کیا ہے ھذا لذی الخ

(یعنی امام زین العابدین علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما) وہ شخص ہے جس کے رفتار و روش کو عرب کی پتھریلی زمین اچھی طرح پہچانتی ہے اور جس سے خانہ خدا اور حل وحرم کے سارے علاقے واقف ہیں۔

(السوال الثالث (الف))...... القصر تخصیص شی بشی بطریق مخصوص.

(۱) عرفی القصر لغة واصطلاحا. (۲) اذکری اقسام القصر مع امثلتها. (۳) مالفرق بین قصر الصفة علی الموصوف وقصر الموصوف علی الصفة؟ وضحی الفرق بالامثلة.

اس کا حل گذر چکا ہے۔

(ب)...... کل ما یجول فی الصدر من المعانی یمکن ان یعبر عنه بثلاث طرق.

(۱) عرفی الایجاز والاطناب والمساوات مع ذکر امثلتها.(۲) علی ای شی استدل المؤلف بھذا الشعر "واعلم علم الیوم والامس قبله؟ اس میں حشو کی مثال ہے۔

اس کا حل آگے پرچہ ۱۴۲۷ھ میں ملاحظہ فرمائیں۔

www.Bhalli.Info

الورقة الخامسة ...... فی البلاغة ..... وفاق المدارس العربية باكستان ...... شعبان ۱۴۳۱
ورقة الاختبار السنوى للمرحلة العالية ...... للبنات ...... مجموع الدرجات ۱۰۰ ...... الوقت ساعات
ملحوظة: اجب عن احد الشقين من كل سوال فقط ان اجبت بالعربية الفصحى تستحق عشر درجات

السوال الاول (الف) وضعف التاليف كون الكلام غير جار على القانون النحوى المشهور كالاضمار قبل الذكر لفظا ورتبة في قوله: جزى بنوى ابا الغيلان عن كبر وحسن فعل كما يجرى سنمار.

(۱) عبارت پر اعراب لگا کر دلنشین تشریح کیجئے۔ (۲) سنمار کون ہے؟ اضمار قبل الذکر کس صورت میں جائز ہے؟

الجواب الاول (الف) اس سوال میں ایک امر حل طلب ہے

① اعراب وتشریح ② سنمار کون ہے۔ ③ اضمار قبل الذکر کس صورت میں جائز ہے۔

☆ (۱) اعراب: وَضُعْفُ التَّأْلِيْفِ كَوْنُ الْكَلَامِ غَيْرَ جَارٍ عَلَى الْقَانُوْنِ النَّحْوِيِّ الْمَشْهُوْرِ كَالْإِضْمَارِ قَبْلَ الذِّكْرِ لَفْظًا وَرُتْبَةً فِيْ قَوْلِهٖ: جَزٰى بَنُوْهُ اَبَا الْغَيْلَانِ عَنْ كِبَرٍ وَحُسْنِ فِعْلٍ كَمَا يُجْزٰى سِنِمَّار.

تشریح:

کالاِضمار الخ ضمیر کا مرجع ذکر کرنے سے پہلے ضمیر کو ذکر کر دینا یعنی وہ اسم ذکر نہیں کیا جس کی طرف ضمیر کو لوٹایا گیا ہے اور ضمیر کو ذکر کر دیا گیا، یہ اضمار قبل الذکر کہلاتا ہے جمہور علماء کے نزدیک اضمار قبل الذکر لفظاً ورتبۃً ممنوع ہے تفصیل نحو کی کتابوں میں موجود ہے۔

قولہ جزی بنوہ الخ اس میں ہ ضمیر ابو الغیلان کی جانب راجع ہے جو لفظاً ورتبۃ وحکماً بھی لحاظ سے مقدم ذکر کی گئی ہے ابو الغیلان ترکیب میں مفعول واقع ہو رہا ہے، اس کا مقام بر اعتبار فاعل کے بعد ہے۔ ہ ضمیر جب ابو الغیلان کی طرف لوٹ رہی ہے تو اضمار قبلی الذکر لفظاً ورتبۃً لازم آیا اور یہ سب کے نزدیک ناجائز ہے۔

☆ (۲) سنمار کون هے:

سنمار یہ روم کا باشندہ تھا، معماری کا کام کرتا تھا اسی نے نعمان اکبر کے لیے کوفہ کے قریب خورنق نامی محل تیار کیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ جب محل تیار ہو گیا تو نعمان نے اسے اوپر سے گرا کر ہلاک کر دیا، تاکہ وہ کسی دوسرے کے لیے اس طرح خوشنما محل تیار نہ کر سکے۔ چوں کہ یہ اس کی جانب سے اس کا بدلہ تھا اس لیے کسی کے برا بدلہ دینے پر یہ واقعہ ضرب المثل بن گیا یعنی جزاہ جزاء سنمار۔

☆ (۳) اضمار قبل الذکر: یہ لفظاً ورتبۃً ممنوع ہے۔

(ب) ...... اما الأمر فهو طلب الفعل علی وجه الاستعلاء وله اربع صيغ.

(۱) امر کی تعریف کیجئے۔ (۲) امر کے لئے جو صیغے استعمال ہوتے ہیں ان کی مثالیں تحریر کیجئے۔ (۳) کیا صیغہ امر طلب کے معنی کے علاوہ بھی دوسرے معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔

اس کا حل گذر چکا ہے پرچہ ۱۴۳۰ میں ملاحظہ فرمائیں۔

السوال الثاني (الف) اما الضمير فيؤتی به لكون المقام للتكلم او الخطاب او الغيبة مع الاختصار نحو انا جوتك في هذا الأمر وأنت وعدتني بالجازه والأصل في الخطاب ان يكون لمشاهد معين وقد يخاطب غير المشاهد اذا كان مستحضرا في القلب نحو اياك نعبد.

(۱) عبارت پر اعراب لگا کر تشریح کیجئے۔ (۲) بتائیے کہ معرفہ کی قسموں میں سے "علم" کن کن فوائد کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

الجواب الثاني (الف) اس سوال میں ایک امر حل طلب ہے

① اعراب وتشریح۔ ② معرفہ کی اقسام میں سے علم کے فوائد۔

☆ (۱) اعراب: اَمَّا الضَّمِيْرُ فَيُؤْتٰى بِهٖ لِكَوْنِ الْمَقَامِ لِلتَّكَلُّمِ اَوِ الْخِطَابِ اَوِ الْغَيْبَةِ مَعَ الْاِخْتِصَارِ نَحْوُ اَنَا رَجَوْتُكَ فِيْ هٰذَا الْاَمْرِ وَاَنْتَ وَعَدْتَنِيْ بِالْجَائِزَةِ وَالْاَصْلُ فِي الْخِطَابِ اَنْ يَكُوْنَ لِمُشَاهَدٍ مُعَيَّنٍ وَقَدْ يُخَاطَبُ غَيْرُ الْمُشَاهَدِ اِذَا كَانَ مُسْتَحْضَرًا فِي الْقَلْبِ نَحْوُ اِيَّاكَ نَعْبُدُ.

تشریح:

ضمیر کے سلسلے "مع الاختصار" کی قید سے ایسے تمام جملوں کو خارج کرنا مقصود ہے جن سے اختصار مطلوب نہیں ہوتا ہے جیسے خلیفہ کے انا امر بکذا کے بجائے امیر المؤمنین یامر بکذا کہے، پہلے پہلے جملہ میں اختصار ہے دوسرے جملہ میں اختصار نہیں ہے اور یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ ضمیر لانے کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ کلام میں اختصار ہو۔

ضمیر کی دو مثالیں میں لائی گئی ہیں۔ ایک مثال انا رجوتك في هذا الامر ہے جو ضمیر متکلم کی مثال میں پیش کی گئی ہے اس مثال میں ضمیر انا اور ت ضمیر کا یکجا جمع ہونا اس بات کی طرف مشیر ہے کہ ضمیر خواہ متصل ہو یا منفصل بہر حال دونوں برابر ہیں۔ اسی طرح آئندہ مثال میں ضمیر انت اور ت ضمیر کا اجتماع بھی اس امر کی طرف مشیر ہے کہ ضمیر متصل اور منفصل دونوں یکساں ہیں کتاب میں ضمیر غیبت کی الگ مثال نہیں لائی گئی اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی مثال دوسری مثال انت وعدتنی بالجائزہ میں موجود ہے اور پہلی مثال انا رجوتك الخ میں اگرچہ ضمیر متکلم کے ساتھ ضمناً ضمیر خطاب

www.Bhalli.Info

بھی موجود تھی لیکن چونکہ خطاب کی تفصیل اور اس کی مزید بحث مطلوب تھی اس لیے اس کے لیے مستقل مثال لائی گئی۔

☆ **(۴) علم کے فوائد:** ① کبھی معرفہ علم کی شکل میں لاتے ہیں تاکہ اس کے نام سے لذت حاصل ہو جیسے اس شعر میں۔

بالله يا ظبيات القاع قلن لنا
ليلاى منكن ام ليلى من البشر

(خدا کی قسم چٹیل میدان کی ہرنیو! ہمیں ذرا بتلاؤ کہ میری محبوبہ لیلیٰ تمہاری جنس سے ہے یا انسان کی جنس سے ہے اور اردو میں یہ شعر پیش کیا جاتا ہے۔)

نہ ملا پر تیرے ناقہ کا پتہ او لیلیٰ
چھان ڈالے تیرے مجنوں نے بیاباں کتنے

دیکھیے لیلیٰ کا نام یہاں عاشق کے نزدیک لذیذ اور مزیدار ہے ② کبھی تبرک کے طور پر علم کے ساتھ معرفہ لاتے ہیں جیسے الله المنعم الكريم اور محمد الرؤف الرحيم۔

(ب) ...... الوصف عطف جملة على اخرى والفصل تركه.

(۱) وصل اور فصل کی تعریف کی وضاحت کر کے مثالوں سے سمجھائیں۔ (۲) کتاب میں مذکور وصل کے مقامات تحریر کر کے مثالوں سے سمجھائیں۔

الجواب الثاني (ب) اس سوال میں دو امور حل طلب ہیں

① وصل وفصل کی تعریف۔ ② وصل کے مقامات۔

☆ **(۱) وصل وفصل:**

ایک جملے کا دوسرے جملہ پر عطف کرنا وصل کہلاتا ہے اور ترک عطف کو فصل کہتے ہیں۔

☆ **(۲) وصل کے مقامات:**

وصل اور فصل میں سے ہر ایک کے لیے الگ الگ مواضع ہیں (جو مندرجہ ذیل ہیں) وصل بالواؤ کے مواضع۔ وصل بحرف الواؤ دو جگہوں میں واجب ہے (۱) پہلی جگہ جب دونوں جملے خبری یا انشائی ہونے میں موافق ہوں اور ان دونوں کے درمیان کوئی وجہ جامع ہو یعنی ان میں مناسبت تامہ ہو اور ان دونوں میں عطف سے مانع کوئی چیز نہ ہو جیسے ان الابرار لفی نعیم وان الفجار لفی جحیم. (بلا شبہ نیک کار لوگ جنت میں ہیں اور بدکار لوگ جہنم میں ہیں) اور جیسے فلیضحکوا قلیلا ولیبکوا کثیرا (پس چاہیے کہ وہ کم ہنسیں اور زیادہ روئیں)

دوسری جگہ جب کہ ترک عطف سے خلاف مقصود کا وہم ہو جیسے تم جب کہو لا وشفاہ اللہ اس

شخص کے جواب میں جو تم سے یہ پوچھتا ہے کہ کیا علی بیماری سے ٹھیک ہو چکا ہے؟ تو یہاں واؤ کو ترک کر دینے سے یہ وہم ہوتا ہے کہ تم علی کے لیے بددعا کر رہے ہو، حالانکہ تمہاری مراد اس قول سے علی کے لیے دعا کرنا ہے۔

السوال الثالث (الف) ومنها التغليب وهو ترجيح احد الشيئين الخ

(۱) عبارت پر اعراب لگا کر اس کا واضح مطلب لکھیے۔

الجواب الثالث (الف) اس سوال میں دو امور حل طلب ہیں

① اعراب۔ ② وضاحت۔

☆ **(۱) اعراب:**

وَمِنْهَا التَّغْلِيْبُ وَهُوَ تَرْجِيْحُ اَحَدِ الشَّيْئَيْنِ عَلَى الْاٰخَرِ فِيْ اِطْلَاقِ لَفْظِهِ عَلَيْهِ كَتَغْلِيْبِ الْمُذَكَّرِ عَلَى الْمُؤَنَّثِ فِيْ قَوْلِهِ تَعَالٰى: وَكَانَتْ مِنَ الْقَانِتِيْنَ وَمِنْهُ الْاَبَوَانِ لِلْاَبِ وَالْاُمِّ وَتَغْلِيْبِ الْمُذَكَّرِ وَالْاَخَفِّ عَلَى غَيْرِهِمَا نَحْوُ الْقَمَرَيْنِ اَيِ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ وَالْعُمَرَيْنِ اَيْ اَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ.

☆ **(۲) وضاحت:**

تغلیب یہ ہے کہ دو ہم صحبت یا ہم شکل چیزوں میں سے ایک کو دوسرے پر اس طرح ترجیح ہو کہ ایک کے لفظ کو دوسرے پر اطلاق کیا جا سکے جیسا کہ آیت وکانت من القانتین میں مذکر کو مؤنث پر غالب کیا گیا ہے اس طرح ابوان میں اب کو ام پر ترجیح دی گئی ہے اسی طرح مذکر کی تغلیب غیر مذکر پر اور اخف کی تغلیب غیر اخف پر ہوتی رہی ہے اول کی مثال القمرین یعنی شمس اور قمر کے لیے اور العمرین حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے لیے پہلی مثال میں مذکر قمر کی تغلیب شمس مؤنث پر ہے اور دوسری مثال میں لفظ عمر لفظ ابو بکر سے ہلکا اور خفیف ہے اس مؤنث پر ہے اور دوسری مثال میں لفظ عمر لفظ ابو بکر سے ہلکا اور خفیف ہے اس لیے عمرین کہا گیا خفیف کی تغلیب ثقیل پر ہوئی اور اسی طرح مخاطب کو غیر مخاطب پر غالب کیا جاتا ہے جیسا کہ لنخرجنك يا شعيب الآیۃ اے شعیب! ہم ضرور تم کو اور ان لوگوں کو جو تمہارے ساتھ ایمان لائے ہیں اپنی بستی سے نکال دیں گے یا یہ کہ تم ہماری ملت میں لوٹ آؤ شعیب علیہ السلام جو نبی ہیں تغلیب کے حکم کے مطابق لتعودن فی ملتنا میں شامل کر دیے گئے ہیں باوجودیکہ وہ اپنی قوم کی ملت کفر میں کبھی نہیں رہے کہ اس کی وجہ سے انہیں اس کی طرف لوٹنا پڑے۔

اسی طرح عاقل کی تغلیب غیر عاقل پر ہوتی ہے مثلاً کلام اللہ میں ہے الحمد لله رب العالمين یہاں عالمین میں عاقل کو غیر عاقل پر غالب کیا گیا ہے اسی لیے یا اور نون سے جمع کا صیغہ

www.Bhalli.Info

لایا گیا ہے۔

(ب)...... ومنها تنزيل غير المنكر منزلة المنكر الخ

(۱) عبارت پر اعراب لگا کر دلنشین تشریح کیجئے۔ (۲) مذکورہ شعر کی ترکیب کیجئے۔

الجواب الثالث (ب) اس سوال میں دو امور حل طلب ہیں

① اعراب وتشریح۔ ② شعر کی ترکیب۔

☆ (۱) اعراب: وَمِنْهَا تَنْزِيْلُ غَيْرِ الْمُنْكِرِ مَنْزِلَةَ الْمُنْكِرِ إِذَا لَاحَ عَلَيْهِ شَيْءٌ مِّنْ عَلَامَاتِ الْإِنْكَارِ فَيُؤَكَّدُ لَهُ نَحْوُ.

جَاءَ شَقِيْقٌ عَارِضًا رُمْحَهُ   إِنَّ بَنِيْ عَمِّكَ فِيْهِمْ رِمَاحٌ

وَتَنْزِيْلُ الْمُنْكِرِ أَوِ الشَّاكِّ مَنْزِلَةَ الْخَالِيْ إِذَا كَانَ مَعَهُ مِنَ الشَّوَاهِدِ مَا إِذَا تَأَمَّلَهُ ارْتَدَعَ عَنْ إِنْكَارِهِ أَوْ شَكِّهِ كَقَوْلِكَ لِمَنْ يُنْكِرُ مَنْفَعَةَ الطِّلْبِ أَوْ يَشُكُّ فِيْهَا اَلطِّلْبُ نَافِعٌ.

ترجمہ:

دوسرا طریقہ غیر منکر مخاطب کو منکر کے درجہ میں اتار دینا، جب غیر منکر مخاطب پر انکار کی علامتوں میں سے کوئی علامت ظاہر ہو جائے، تو اس وقت اس کے لیے مؤکد کلام لایا جائے گا جیسا کہ شاعر کا قول شقیق اپنے نیزے کو عرض میں رکھ کر اتراتا ہوا آیا (تو اس کی مغرورانہ چال کو دیکھ کر کسی نے اس سے کہا چل ہٹ جا) بے شک تیرے چچا زاد بھائیوں کے پاس بہت سے نیزے ہیں اور جیسا کہ (دوسری مثال) تم اس سائل سے کہو جو خوشحالی کے حصول کو مستبعد سمجھتا ہو، ان الفرج لقریب بلاشبہ خوشحالی قریب ہے۔

اور کبھی منکر اور شک کرنے والے مخاطب کو اس مخاطب کے مقام میں اتار دیا جاتا ہے جو خالی الذہن ہوتا ہے اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب اس مخاطب منکر یا شک کرنے والے کے پاس کچھ ایسے شواہد ہوں جب ان پر غائرانہ نظر ڈالے گا تو اس کا انکار یا شک دور ہو جائے گا جیسا کہ جب آپ ایسے شخص سے جو فن طب کے فوائد کا منکر ہو یا اس کی افادیت میں شک کرنے والا ہو کہتے ہو الطب نافع کہ فن طب فائدہ مند ہے۔

☆ (۲) شعر کی ترکیب:

جاء فعل۔ شقیق ذوالحال عارضا حال رمحه مضاف مضاف الیہ مل کر منصوب لفظا مفعول بہ ہوا عارضا کا حال ذوالحال مل کر فاعل فعل فاعل مل کر جملہ فعلیہ بنی مضاف عمک مضاف مضاف الیہ ہو کر مضاف ہوا بنی مضاف کا مضاف مضاف الیہ مل کر اسم فیھم خبر مقدم صحیح خبر عدم رماح مبتدا موخر خبر ہوئی ان کی۔

الورقة الخامسة ...... في البلاغة...... وفاق المدارس العربية باكستان...... شعبان ١٤٣٣ھ

ورقة الاختبار السنوى للمرحلة العالية ...... للبنات ...... مجموع الدرجات ١٠٠ ...... الوقت ٣ ساعات

ملاحظة: اجب عن احد الشقين من كل سوال فقط ان اجبت بالعربية الفصحى تستحق عشر درجات

السوال الاول (الف) والتعقيد ان يكون الكلام خفي الدلالة على المعنى المراد والخفاء امامن جهة اللفظ بسبب تقديم او تأخيرا وفصل ويسمى تعقيدا لفظيا.

(۱) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔ (۲) عبارت کی تشریح کر کے تعقید لفظی کو مثال سے واضح کیجئے۔

الجواب الاول (الف) اس سوال میں دو امور حل طلب ہیں

① اعراب وترجمہ۔ ② تشریح۔

☆ (۱) اعراب:

وَالتَّعْقِيْدُ أَنْ يَكُوْنَ الْكَلَامُ خَفِيَّ الدَّلَالَةِ عَلَى الْمَعْنَى الْمُرَادِ وَالْخِفَاءُ إِمَّا مِنْ جِهَةِ اللَّفْظِ بِسَبَبِ تَقْدِيْمٍ أَوْ تَاخِيْرٍ أَوْ فَصْلٍ وَيُسَمّٰى تَعْقِيْدًا لَفْظِيًّا.

ترجمہ گذر چکا ہے۔

☆ (۲) تشریح:

تعقید کا مطلب یہ ہے کہ کسی غلطی اور خلل کی وجہ سے کلام اپنے مطلب پر ظاہر الدلالۃ نہ ہو یہ خلل یا تو ترتیب الفاظ میں ہو کہ خلل کی وجہ سے انتقال ذہن مشکل سے ہوتا ہو بعض الفاظ کو مقدم یا مؤخر کرنے یا حذف کر دینے سے یا مضمر کر دینے سے یا اسی طرح کی کسی اور غلطی کی وجہ سے کبھی ایسا خلل واقع ہو جاتا ہے کہ مطلب سمجھنا مشکل ہو جاتا ہے جیسے متنبی کا قول جفخت وهم لا يجفخون الخ اس شعر میں دیکھئے شاعر نے سب سے پہلے جفخت فعل اور اس کے بعد ھم موصوف اور اس کی صفت دلائل کے درمیان علی الحسب الاغر سے فصل کیا اسی طرح بھم، جفخت کے متعلق ہے، لیکن اس کو لا یجفخون کے بعد لایا گیا ایسا لگتا ہے کہ یہ لا یجفخون کے متعلق ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

(ب)...... الانشاء اما طلبى او غير طلبى فالطلبى ما يستدعى مطلوبا غير حاصل وقت الطلب وغير الطلبى ماليس كذلك والأول يكون بخمسة أشياء الامر والنهى والاستفهام والتمنى والنداء.

www.Bhalli.Info

(۱) عبارت کی تشریح کیجئے۔ (۲) اشیاء خمسہ میں سے ہر ایک کی مثال ذکر کریں۔ (۳) امر کے صیغوں کو مثال سے واضح کیجئے۔

الجواب الاول (ب) اس سوال میں تین امور حل طلب ہیں

① تشریح۔ ② اشیاء خمسہ کی مثالیں۔ ③ امر کے صیغوں کی مثال۔

☆ (۱) **تشریح:**

کلام انشائی کی دو قسمیں ہیں۔ ① طلبی۔ ② اور غیر طلبی۔ طلبی وہ کلام ہے جو ایسے مطلوب کو چاہتا ہے جو طلب کے وقت حاصل نہ ہو اور غیر طلبی وہ کلام ہے جو کسی مطلوب کو نہیں چاہتا ہے اور پہلی قسم (کلام طلبی) پانچ چیزوں سے حاصل ہوتی ہے: ① امر۔ ② نہی۔ ③ استفہام۔ ④ تمنی۔ ⑤ نداء

☆ (۲) **اشیاء خمسہ کی مثالیں:**

① امر کی مثال جیسے احب لغيرك ماتحب بنفسك۔ ② نہی کی مثال لا تفسدو فی الارض۔ ③ استفہام کی مثال اراغب انت عن الهتی. ④ تمنی کی مثال يعت زيدا حاضر . ⑤ ندا کی مثال یااللہ.

☆ (۳) امر کے صیغوں کی مثال: اس کا حل پرچہ ۱۴۳۰ھ میں ملاحظہ فرمائیں۔

السوال الثاني (الف) اما النداء فهو طلب الاقبال بحرف نائب مناب ادعو وادواته ثمانية.

أسكان نعمان الاراك تيقنوا   بانكم في ربع قلبي سكان

(۱) ادوات نداء کیا کیا ہیں۔ (۲) قرب اور بعد کے اعتبار سے ادوات نداء کی تفصیل بیان کریں۔ (۳) مذکورہ شعر کو کس بات پر استشہاد کے طور پر ذکر کیا ہے۔

الجواب الثاني (الف) اس سوال میں تین امور حل طلب ہیں

① ادوات ندا۔ ② ادوات ندا کی تفصیل۔ ③ شعر کس بات پر استشہاد کے طور پر ہے۔

☆ (۱) **ادوات ندا:**

یہ آٹھ ہیں۔ انشاء کے اقسام طلبی میں سے ایک قسم ندا ہے یہ طلب کرتا ہے اقبال (مخاطب کی توجہ) کو ایسے حرف سے جو ادعو (میں پکارتا ہوں) کے قائم مقام ہو ندا کے آٹھ حروف ہیں:

① یا ② همزه ③ ای ④ آ ⑤ آی ⑥ ایا ⑦ هيا ⑧ وا.

☆ (۲) **تفصیل:**

ان حروف میں ہمزہ اور ای قریب کے لیے مخصوص ہیں۔ ان کے علاوہ باقی تمام حروف بعید کو قریب کے درجہ میں لے جاتے ہیں اس وقت اسے ہمزہ اور ای سے پکارتے ہیں جو قریب کے لیے وضع کیے گئے ہیں اور اس سے مقصود اس امر کی طرف اشارہ کرنا ہوتا ہے کہ منادی بعید متکلم کے ذہن میں اس قدر گھر کر گیا ہے کہ وہ بعد کے باوجود ایسا ہو گیا ہے جیسے متکلم کے پاس موجود ہو مثلاً ابن ماجہ اندلسی کے شعر مذکور میں جس کا ترجمہ یہ ہے: اے نعمان اراک کے رہنے والو! یقین رکھو کہ تم نعمان اراک میں نہیں ہو۔ اگرچہ بظاہر تم اسی میں ہو حقیقت میں تم میرے دل کی گہرائی میں ہو یعنی تمہاری جگہ اصل میں میرا دل ہے نعمان اراک نہیں۔

اور کبھی منادی قریب کو بعید کی جگہ پر رکھ دیتے ہیں اور اس سے ان حروف میں سے کسی ایک کے ذریعہ پکارتے ہیں جو بعید کے لیے موضوع ہیں اور اس سے مقصود اس امر کی طرف اشارہ کرنا ہوتا ہے کہ منادی اس قدر عظیم الشان اور رفیع المرتبہ ہے کہ گویا عظمت اور بڑائی میں اس کا مرتبہ متکلم کے مرتبہ سے اتنی ہی دوری رکھتا ہے جتنی کہ مسافت مثلاً تم ایسے شخص سے جس کے پاس ہی تم موجود ہو اس طرح مخاطب ہو کر کہتے ہو کہ ایا مولای اے میرے مولی یہاں "ایا" جو بعید کے لیے ہے منادی قریب کے موقع پر استعمال کیا گیا ہے اور منادی قریب کو منادی بعید قرار دیا گیا یا اس امر کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ منادی کا مرتبہ گرا ہوا ہے جیسے تم اپنے ساتھ والے سے خطاب کرتے ہوئے کہتے ہو یاھذا اے یہ! یا اس چیز کی طرف اشارہ مقصود ہوتا ہے کہ سامع مثلاً نیند یا ذہنی پریشانی کی وجہ سے غافل ہے گویا وہ مجلس میں رہنے کے باوجود مجلس سے غیر حاضر ہے مثلاً تم ایسے شخص سے جو نسیان میں مبتلا ہے یوں مخاطب ہوتے ہو کہ ایا فلاں اے فلاں!

☆ (۳) **شعر کا استشہاد:**

اس شعر میں سکان نعمان اراک کو (جو کہ بعید ہے) ہمزہ (جو کہ ندائے قریب کے لئے موضوع ہے) کے ذریعہ ندا دینا شاہد ہے نعمان اراك عرفات اور طائف کے درمیان ایک وادی کا نام ہے جہاں شجر اراك (پیلو کے درخت) جس سے مسواک بنتی ہے کثرت سے پائے جاتے ہیں اس بناء پر اس وادی کے نام کا ایک حصہ اراك ہے اور ربع کے معنی منزل کے ہیں۔

ب ...... إذا أريد افادة السامع حكما فاي لفظ يدل على معنى فيه فالأصل ذكره واى لفظ علم من الكلام لدلالة باقية عليه فالأصل حذف واذا تعارض هذان الاصلان فلا

www.Bhalli.Info

يعدل عن مقتضى احدهما إلى مقتضى الآخر إلا لداع.

(۱) عبارت پر اعراب لگا کر تشریح کیجئے۔ (۲) دواعی ذکر کیا ہیں مثالوں سے واضح کیجئے۔

اس کا حل گذر چکا ہے پرچہ ۱۴۳۰ میں ملاحظہ فرمائیں۔

السوال الثالث (الف) ...... اذا تعلق الغرض بتفهيم المخاطب ارتباط الكلام بمعين فالمقام للتعريف واذا لم يتعلق الغرض بذلك فالمقام للتنكير اما الضمير فيؤتى به......

(۱) عبارت پر اعراب لگا کر تشریح کیجئے۔ (۲) معارف میں سے ضمیر اور علم کو کن مقامات میں لایا جاتا ہے؟ مثالوں سے واضح کیجئے۔

الجواب الثالث (الف) اس سوال میں دو امور حل طلب ہیں

① اعراب و تشریح۔ ② معارف سے ضمیر و علم۔

☆ (۱) اعراب:

إِذَا تَعَلَّقَ الْغَرَضُ بِتَفْهِيمِ الْمُخَاطَبِ إِرْتِبَاطَ الْكَلَامِ بِمُعَيَّنٍ فَالْمَقَامُ لِلتَّعْرِيفِ وَ إِذَا لَمْ يَتَعَلَّقِ الْغَرَضُ بِذٰلِكَ فَالْمَقَامُ لِلتَّنْكِيرِ اما الضمير فيؤتى به......

تشریح:

تعریف کو تنکیر پر مقدم کرنے کی وجہ یہ ہے کہ تعریف کلام کے سب سے زیادہ اہم جزو مسند الیہ کی اصل ہے اور مسند الیہ چونکہ کلام میں مقدم ہوتا ہے اس لیے تعریف بھی غیر تعریف پر مقدم ہوگی اسی قیاس کی بنا پر اقسام معرفہ میں چونکہ سب سے زیادہ اعرف واشرف ضمیر ہے اس لیے اس کو بقیہ قسموں پر مقدم کیا گیا۔

☆ (۲) معارف سے ضمیر و علم: اس کا حل گذر چکا ہے پرچہ ۱۴۳۱ میں ملاحظہ فرمائیں۔

(ب) ...... القصر تخصيص شئ بشئ بطريق مخصوص وينقسم الى حقيقى واضافى......

(۱) قصر کی تعریف کیجئے۔ (۲) قصر کی تمام قسمیں مثالوں کے ساتھ تحریر کیجئے۔

اس کا حل گذر چکا ہے پرچہ ۱۴۳۱ میں ملاحظہ فرمائیں۔

الورقة الخامسة ...... فى البلاغة ...... وفاق المدارس العربية باكستان ...... شعبان ۱۴۳۲ھ

ورقة الاختبار السنوى للمرحلة العالية ...... للبنات ...... مجموع الدرجات ۱۰۰ ...... الوقت ۳ ساعات

ملحوظة: اجب عن احد الشقين من كل سوال فقط ان اجبت بالعربية الفصحى تستحق عشر درجات

السوال الأول (الف) هو علم المعانى: هو علم يعرف به احوال اللفظ العربى التى بها يطابق مقتضى الحال فتختلف صور الكلام لاختلاف الاحوال.

(۱) عبارت پر اعراب لگائیں اور ترجمہ کریں۔ (۲) علم معانی کی لغوی اور اصطلاحی تعریف کریں اور مصنف کی بیان کردہ مثال کو ذکر کرکے وضاحت کریں۔

الجواب الاول (الف) اس سوال میں دو امور حل طلب ہیں

① اعراب و ترجمہ۔ ② علم معانی کی لغوی و اصطلاحی تعریف۔

☆ (۱) اعراب:

عِلْمُ الْمَعَانِيْ: هُوَ عِلْمٌ يُعْرَفُ بِهِ أَحْوَالُ اللَّفْظِ الْعَرَبِيِّ الَّتِيْ بِهَا يُطَابِقُ مُقْتَضَى الْحَالِ فَتَخْتَلِفُ صُوَرُ الْكَلَامِ لَا خْتِلَافِ الْأَحْوَالِ.

ترجمہ: علم معانی وہ علم ہے جس کے ذریعہ لفظ عربی کے وہ احوال جانے اور پہچانے جاتے ہیں جن کی وجہ سے لفظ کو مقتضائے حال کے مطابق کیا جاتا ہے لہذا کلام کی تمام صورتیں احوال کے مختلف ہونے کی وجہ سے مختلف ہوں گی۔

☆ (۲) علم معانی کی تعریف:

علم معانی وہ علم ہے جس کے ذریعہ لفظ عربی کے وہ احوال جانے اور پہچانے جاتے ہیں جن کی وجہ سے لفظ کو مقتضائے حال کے مطابق کیا جاتا ہے۔ لہذا کلام کی تمام صورتیں احوال کے مختلف ہونے کی وجہ سے مختلف ہوں گی۔ اس کی مثال: اللہ تعالیٰ کا فرمان "وانا لا ندری اشر ارید بمن فی الارض ام اراد بھم ربھم رشدا" ہے (اور ہم نہیں جانتے کہ زمین والوں کو کوئی تکلیف پہنچان مقصود ہے یا ان کے پروردگار نے انہیں ہدایت دینے کا قصد کیا ہے) آیت کریمہ میں "ام" سے پہلے جو کلام کی صورت ہے وہ "ام" کے بعد کی صورت کے بالکل مخالف ہے اس لیے کہ پہلی صورت میں فعل ارادہ (ارید) فعل مجہول ہے اور دوسری صورت میں فعل ارادہ (اراد) فعل معروف ہے اور وہ بات جو اس امر کے لیے داعی ہے وہ خیر کی نسبت اللہ سبحانہ کی طرف کرتا ہے اور دوسری صورت میں شر کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرنے کو منع کرتا ہے۔

بقیہ کا حل گذر چکا ہے۔

(ب) ...... وهل لطلب التصديق فقط نحو هل جاء صديقك والجواب نعم اولا ولذا

www.Bhalli.Info

يمتنع معها ذكر المعادل فلا يقال هل جاء صديقك ام عدوك.

(۱) عبارت پر اعراب لگائیں اور ترجمہ کریں۔ (۲) عبارت کی تشریح کریں اور ھل کی دونوں قسموں کو مثالیں دیکر واضح کریں۔

الجواب الاول (ب) اس سوال میں دو امور حل طلب ہیں

①اعراب وترجمہ۔ ②تشریح۔

☆ **(۱) اعراب:**

وَهَلْ لِطَلَبِ التَّصْدِيْقِ فَقَطْ نَحْوُ هَلْ جَاءَ صَدِيْقُكَ وَالْجَوَابُ نَعَمْ اَوْلَا وَلِذَا يَمْتَنِعُ مَعَهَا ذِكْرُ الْمُعَادِلِ فَلَا يُقَالُ هَلْ جَاءَ صَدِيْقُكَ اَمْ عَدُوُّكَ.

ترجمہ:

اور "ھل "صرف تصدیق کی طلب کے لیے آتا ہے جیسے ھل جاء صدیقک" کیا تیرا دوست آیا"؟ اسکا جواب نعم یالا سے ہوگا اسی وجہ سے ھل کے ساتھ معادل کا ذکر ممنوع ہے چنانچہ ھل جاء صدیقک ام عدوک کہنا درست نہ ہوگا۔

☆ **(۲) تشریح:**

اور ھل بسیط کے نام سے پکارا جائے جیسے ھل العنقاء موجودة (کیا عنقاء موجود ہے) اور ھل مرکب کے نام سے اس وقت پکارا جاتا ہے جبکہ اس کے ذریعہ وجود شی لشی کے متعلق دریافت کیا جائے جیسے ھل تبیض العنقاء او تفرخ (کیا عنقاء انڈا دیتی ہے یا بچہ دیتی ہے)؟

السوال الثانی (الف) ...... ومن المعلوم انه لا يمكن النطق باجزاء الكلام دفعة واحدة فلا بد من تقديم بعض الاجزاء وتاخير البعض وليس شي منها في نفسه اولى بالتقديم من الاخر لا شتراك جميع الا لفاظ من حيث هي الفاظ في درجة الاعتبار فال بن من تقديم هذا على ذاك من داع يوجبه.

(۱) عبارت کی وضاحت فرمائیں۔ (۲) دواعی تقدیم میں سے پانچ دواعی کو بیان کریں۔

اس کا حل گذر چکا ہے۔

(ب) ...... والفرق بين ان واذا ان الاصل عدم الجزم بوقوع الشرط.

(۱) لفظ ان اور لفظ اذا میں فرق مثالوں کی روشنی میں واضح فرمائیں۔

الجواب الثانی (ب) اس سوال میں ایک امر حل طلب ہے

①لفظ ان، اذا میں فرق۔

(۱) لفظ ان اور اذا میں فرق:

اور ان اور اذا کے درمیان فرق قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ ان کے ساتھ شرط کا واقع ہونا یقینی نہیں اور اذا کے ساتھ شرط کا واقع ہونا یقینی ہے یہی وجہ ہے کہ اذا کے ساتھ ماضی کا استعمال زیادہ ہوتا ہے کیونکہ اس صورت میں شرط بالفعل واقع ہوتی ہے بخلاف اذا اس کے ساتھ فعل مضارع کا استعمال ہوتا ہے یہی تبعية اللفظ للمعنى کا اقتضاء ہے تو جب آپ کہو گے ان ابراء من مرضی تصدق بالف دینار. اگر میں اپنی بیماری سے اچھا ہو جاؤں تو ایک ہزار اشرفیاں صدقہ کروں گا تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ تم اپنے بری ہونے میں شک کر رہے ہو اور جب آپ یہ کہتے ہو کہ اذا برئت من مرضی تصدقت تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ تم اپنے بری ہونے پر پورا یقین رکھنے والے یا کم از کم یقین رکھنے والے کی طرح غالب گمان رکھنے والے ہو۔ اسی قاعدہ کلیہ کی وجہ سے ان تمام حالات کا تذکرہ جن کا وقوع کبھی کبھی ہوا کرتا ہے حرف ان کے ساتھ ہوتا ہے اور وہ تمام حالات جن کا وقوع کثرت سے ہوتا ہے ان کا ذکر اذا کے تحت ہوتا ہے اور وہ تمام حالات جن کا وقوع کثرت سے ہوتا ہے ان کا ذکر اذا کے تحت ہوتا ہے ان دونوں کی مثالوں میں یہ آیت کریمہ ہے فاذا جاء تهم الحسنة قالوا لنا هذه وان تصبهم سيئة يطيروا بموسى ومن معه (جب ان کے پاس خوشحالی آئی تو وہ لوگ کہتے کہ یہ تو ہمارے ہی حصے کی ہے اور اگر انہیں کوئی برائی پہنچتی تو وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں سے بدفالی لینے لگتے اور ان کو نا مبارک اور منحوس کہتے (العیاذ باللہ)

السوال الثالث (الف) ...... مواضع الفصل: يجب الفصل في خمسة مواضع.

مواضع فصل کی پوری تشریح فرمائیں اور مثالیں دیں۔

الجواب الثالث (ب) اس سوال میں ایک امر حل طلب ہے

(۱) مواضع فصل:

مواضع الفصل۔ (ترک عطف بحرف واؤ کی جگہیں) فصل پانچ جگہوں میں ضروری ہے پہلی جگہ یہ ہے کہ دونوں جملوں کے درمیان کامل اتحاد ہو اس طرح کہ دوسرا جملہ پہلے جملے کا بدل واقع ہو جیسا کہ کلام اللہ میں ہے امدکم بما تعلمون امدکم بانعام وبنین (خدا تعالیٰ نے تمہاری مدد کی ان چیزوں سے جن کو تم جانتے ہو۔ مدد کی ہے اس نے تمہاری چوپایوں اور فرزندوں سے) ان جملوں میں دوسرا جملہ امدکم بانعام وبنین پہلے جملے کا بدل واقع ہوا ہے۔

یا دوسرا جملہ پہلے جملے کا بیان واقع ہو جیسا کہ فوسوس اليه الشيطان قال يا آدم هل ادلك على شجرة الخلد (تو شیطان نے اس کی طرف بہکایا۔ کہا اے آدم! کیا میں تم کو شجر خلد بتلا دوں؟) یہاں دوسرا جملہ لے کر آخر آیت تک پہلے جملہ کا بیان ہے۔

www.Bhalli.Info

یا دوسرا جملہ پہلے جملے کی تاکید واقع ہو جیسا کہ فمهل الكافرين امهلهم پہلے ...
ہے اور کہا جاتا ہے کہ ایسی جگہ میں دو جملوں کے درمیان کمال اتصال ہے۔

(ب)...... ایراد الكلام على حسب ما تقدم من القواعد يسمى اخراج الكلام على مقتضى الظاهر، وقد تقتضي الاحوال العدول عن مقتضى الظاهر ويورد الكلام خلافه في انواع مخصوصة.

(۱) عبارت کی وضاحت فرمائیں۔ (۲) خلاف مقتضی ظاہر کے مواقع میں سے پانچ مواقع مثالوں سمیت بیان فرمائیں۔

الجواب الثالث (ب) اس سوال میں دو امور حل طلب ہیں
① وضاحت عبارت۔ ② خلاف مقتضی ظاہر کے پانچ مواقع۔

☆ (۱) وضاحت:

مقتضائے ظاہر کے خلاف کلام استعمال کرنا۔ گذشتہ قواعد کے مطابق کلام کا استعمال ... اصطلاح میں اخراج الكلام على مقتضى الظاهر کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے چوں کہ کبھی مقتضائے ظاہر سے عدول کرنے کے بھی مقتضی ہوتے ہیں اس لیے مقتضائے ... خلاف بھی حسب ذیل مخصوص طریقوں پر کلام استعمال کیا جاتا ہے۔

ان طریقوں میں سے پہلا طریقہ تنزيل العالم منزلة الجاهل ہے یعنی ایسے شخص کو جو ... خبر یا لازم فائدہ خبر کا عالم ہو ایسے شخص کے مرتبے میں اتار دیا جائے جو ان چیزوں ... کیونکہ عالم اپنے مقتضائے علم کے مطابق نہیں چل رہا لہذا اس عالم کو اس طرح خبر ... جس طرح کسی جاہل کو پیش کی جاتی ہے مثلاً ایسے شخص سے جو اپنے باپ کو تکلیف پہنچاتا ہو کہ "یہ تمہارے باپ ہیں" یا کسی بے نمازی عالم سے کہے کہ الصلوة واجبة کہ نماز فرض ...

☆ (۲) خلاف مقتضى ظاهر کے پانچ مواقع:

متاخرین علماء معانی کے نزدیک مواضع فصل پانچ ہیں۔

پہلی جگہ یہ ہے کہ دونوں جملوں کے درمیان کامل اتحاد ہو اس طرح کے دوسرا جملہ پہلے کا بدل واقع ہو جیسا کہ کلام اللہ میں ہے۔ امدكم بما تعلمون امدكم بانعام وبنين ...
ان دو جملوں میں دوسرا جملہ امدكم بانعام وبنين پہلے جملے کا بدل واقع ہوا ہے۔

زمانہ رنج دیتا ہے بقدر حال انساں کو
گدا کو فکر نان ، اندیشہ عالم ہے سلطاں کو

دوسری جگہ یہ ہے کہ دو جملوں کے درمیان کامل تباین ہو اس طرح کہ دونوں ...

... کے لحاظ سے مختلف ہوں یعنی اول اگر خبری ہو تو دوسرا انشائی ہو یا اول انشائی ہو تو دوسرا خبری ہو۔
... کہ شاعر کا قول: وقال رائدهم ارسوا نزاولها فحتف كل امرء يجري بمقدار (اور فوج ... نے کہا کہ مضبوط ہو کر رک جاؤ ہم دشمن سے لڑینگے موت سے کیوں ڈریں جب کہ ہر شخص کی ... علم الہی ہی سے واقع ہوتی ہے) دیکھیے اس شعر میں ارسوا جملہ انشائیہ ہے اور نزاولها جملہ خبریہ ...

تیسری جگہ یہ ہے کہ دوسرا جملہ اس سوال کا جواب ہو جو پہلے جملے سے پیدا ہوا ہو جیسا کہ شاعر کا قول۔ زعم العواذل انني في غمرة صدقوا ولكن غمرتي لا تنجلي۔ ملامت کرنے ... نے کہا کہ میں ایک مصیبت میں مبتلا ہوں انہوں نے سچ کہا لیکن میری مصیبت تو ایسی نہیں ہے ... جائے (یعنی میرے اندر جو عشق کی بیماری ہے وہ لاعلاج ہے وہ جانے والی نہیں ہے) تو گویا ... پہلے شعر سے یہ سوال پیدا ہوا کہ کیا انہوں نے سچ کہا یا جھوٹ کہا؟ تو شاعر نے جواب میں کہا ... ہاں وہ اپنے قول کے سچے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ ایسے دو جملوں کے درمیان شبہ کمال اتصال ...

چوتھی جگہ یہ ہے کہ دو جملوں سے آگے ایک ایسا جملہ گذرتا ہو جس کا عطف کرنا ان دونوں میں ... کسی ایک پر اس لیے صحیح ہو کہ ان کے درمیان یکجہتی اور مناسبت موجود ہے اور اس کو دوسرے جملہ پر عطف کرنے میں ایک گونہ خرابی ہے لہذا ایسی حالت میں وہم کو دور کرنے کے لئے عطف ترک کر دیا ... جیسا کہ شاعر کا قول وتظن سلمى الخ اور سلمی یہ خیال کرتی ہے کہ میں اس کے عوض میں ... اور محبوبہ کو ڈھونڈ رہا ہوں مجھے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ وہ گمراہی کے دلدل میں پھنس کر ... ہو رہی ہے دیکھیے یہاں تیسرا جملہ أراها کا عطف تظن پر درست ہو جاتا ہے لیکن اس عطف ... اس عطف کا وہم روک رہا ہے جو جملہ ابغي بها پر ہوتا ہے چنانچہ جملہ ثالثہ "أراها" سلمی کے ... ات میں داخل ہوتا ہے باوجود یکہ جملے کا مظنونات سلمی سے ہونا مقصود نہیں ہے ایسی جگہ میں ... دو جملوں کے درمیان شبہ کمال انقطاع ہوتا ہے۔

پانچویں جگہ یہ ہے کہ دو جملوں کو کسی ایک حکم میں شامل کرنے کا ارادہ نہ کیا جائے مانع کے ... ہوتے ہوئے جیسا کہ اللہ تعالی کا قول واذا خلوا الى شياطينهم دیکھیے اس مقام پر الله يستهزئ بهم کا عطف انا معكم پر اس لیے صحیح نہیں ہوتا ہے کہ عطف اس امر کا مقتضی ہے کہ جملہ "الله يستهزئ بهم" منافقین کا مقولہ ہو۔ حالانکہ یہ باری تعالی کا مقولہ ہے اسی طرح جملہ الله يستهزئ بهم کا عطف قالوا پر بھی صحیح نہیں ہے اس لیے کہ اس عطف کا اقتضاء یہ ہے کہ اللہ تعالی کا استہزاء ان ... کے ساتھ اس حال سے مقید ہے کہ وہ توسط بين الكمالين ہوا کرتا ہے۔

www.Bhalli.Info

یا دوسرا جملہ پہلے جملے کی تاکید واقع ہو جیسا کہ فمهل الكافرين امهلهم پہلے جملے کی تاکید ہے اور کہا جاتا ہے کہ ایسی جگہ میں دو جملوں کے درمیان کمال اتصال ہے۔

(ب)...... ایراد الکلام علی حسب ما تقدم من القواعد یسمی اخراج الکلام علی مقتضی الظاهر، وقد تقتضی الاحوال العدول عن مقتضی الظاهر ویورد الکلام علی خلافه فی انواع مخصوصة.

(۱) عبارت کی وضاحت فرمائیں۔ (۲) خلاف مقتضی ظاہر کے مواقع میں سے پانچ مواقع کو امثلہ سمیت بیان فرمائیں۔

الجواب الثالث (ب) اس سوال میں دو امور حل طلب ہیں

① وضاحت عبارت۔ ② خلاف مقتضی ظاہر کے پانچ مواقع۔

☆ (۱) وضاحت:

مقتضائے ظاہر کے خلاف کلام استعمال کرنا۔ گذشتہ قواعد کے مطابق کلام کا استعمال بلاغت کی اصطلاح میں اخراج الکلام علی مقتضی الظاهر کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے لیکن احوال چوں کہ کبھی مقتضائے ظاہر سے عدول کرنے کے بھی مقتضی ہوتے ہیں اس لیے مقتضائے ظاہر کے خلاف بھی حسب ذیل مخصوص طریقوں پر کلام استعمال کیا جاتا ہے۔

ان طریقوں میں سے پہلا طریقہ تنزیل العالم منزلة الجاهل ہے یعنی ایسے شخص کو جو فائدہ خبر یا لازم فائدہ خبر کا عالم ہو ایسے شخص کے مرتبے میں اتار دیا جائے جو ان چیزوں سے بے خبر ہو کیونکہ عالم اپنے مقتضائے علم کے مطابق نہیں چل رہا لہذا اس عالم کو اس طرح خبر پیش کی جائے جس طرح کسی جاہل کو پیش کی جاتی ہے مثلاً ایسے شخص سے جو اپنے باپ کو تکلیف پہنچاتا ہے تم کہو کہ "یہ تمہارے باپ ہیں" یا کسی بے نمازی عالم سے کہے کہ الصلوة واجبة کہ نماز فرض ہے۔

☆ (۱) خلاف مقتضی ظاهر کے پانچ مواقع:

متاخرین علماء معانی کے نزدیک مواضع فصل پانچ ہیں۔

پہلی جگہ یہ ہے کہ دونوں جملوں کے درمیان کامل اتحاد ہو اس طرح کے دوسرا جملہ پہلے جملے کا بدل واقع ہو جیسا کہ کلام اللہ میں ہے۔ امدكم بما تعلمون امدكم بانعم وبنين.

ان دو جملوں میں دوسرا جملہ امدكم بانعام وبنين پہلے جملے کا بدل واقع ہوا ہے۔

زمانہ رنج دیتا ہے بقدر حال انساں کو
گدا کو فکر نان ، اندیشہ عالم ہے سلطاں کو

دوسری جگہ یہ ہے کہ دو جملوں کے درمیان کامل تباین ہو اس طرح کہ دونوں خبری اور انشائی

ہونے کے لحاظ سے مختلف ہوں یعنی اول اگر خبری ہو تو دوسرا انشائی ہو یا اول انشائی ہو تو دوسرا خبری ہو۔ جیسا کہ شاعر کا قول: وقال رائدهم ارسوا نزاولها فحتف كل امرء يجرى بمقدار (اور فوج کے سربراہ نے کہا کہ مضبوط ہو کر رک جاؤ ہم دشمن سے لڑیں گے موت سے یوں ڈر کیسا جب کہ ہر شخص کی موت حکم الہی ہی سے واقع ہوتی ہے) دیکھیے اس شعر میں ارسوا جملہ انشائیہ ہے اور نزاول جملہ خبریہ ہے۔

تیسری جگہ یہ ہے کہ دوسرا جملہ اس سوال کا جواب ہو جو پہلے جملے سے پیدا ہوا ہو جیسا کہ شاعر کا یہ قول۔ زعم العواذل انني في غمرة صدقوا ولكن غمرتي لا تنجلي. ملامت کرنے والوں نے کہا کہ میں ایک مصیبت میں مبتلا ہوں انہوں نے سچ کہا لیکن میری مصیبت تو ایسی نہیں ہے جو ٹل جائے (یعنی میرے اندر جو عشق کی بیماری ہے وہ لاعلاج ہے وہ جانے والی نہیں ہے) تو گویا یہاں پہلے شعر سے یہ سوال پیدا ہوا کہ کیا انہوں نے سچ کہا یا جھوٹ کہا؟ تو شاعر نے جواب میں کہا کہ ہاں! وہ اپنے قول کے سچے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ ایسے دو جملوں کے درمیان شبہ کمال اتصال ہے۔

چوتھی جگہ یہ ہے کہ دو جملوں سے آگے ایک ایسا جملہ گذرتا ہو جس کا عطف کرنا ان دونوں میں سے کسی ایک پر اس لیے صحیح ہو کہ انکے درمیان یکجہتی اور مناسبت موجود ہے اور اس کو دوسرے جملہ پر عطف کرنے میں ایک گونہ خرابی ہے لہذا ایسی حالت میں وہم کو دور کرنے کے لئے عطف ترک کر دیا جائے گا جیسا کہ شاعر کا قول وتظن سلمى الخ اور سلمی یہ خیال کرتی ہے کہ میں اس کے عوض میں کسی اور محبوبہ کو ڈھونڈ رہا ہوں مجھے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ وہ گمراہی کے دلدل میں پھنس کر پریشان ہو رہی ہے دیکھیے یہاں تیسرا جملہ اُراها کا عطف تظن پر درست ہو جاتا ہے لیکن اس عطف کو اس عطف کا وہم روک رہا ہے جو جملہ ابغی بها پر ہوتا ہے چنانچہ جملہ ثالثہ "اُراها" سلمی کے مظنونات میں داخل ہوتا ہے باوجود یکہ جملے کا مظنونات سلمی سے ہونا مقصود نہیں ہے ایسی جگہ میں دو جملوں کے درمیان شبہ کمال انقطاع ہوتا ہے۔

پانچویں جگہ یہ ہے کہ دو جملوں کو کسی ایک حکم میں شامل کرنے کا ارادہ نہ کیا جائے مانع کے ہوتے ہوئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول واذا خلوا الى شياطينهم دیکھیے اس مقام پر الله يستهزئ بهم کا عطف انا معكم پر اس لیے صحیح نہیں ہوتا ہے کہ عطف اس امر کا متقاضی ہے کہ جملہ "الله يستهزئ بهم" منافقین کا مقولہ ہو۔ حالانکہ یہ باری تعالیٰ کا مقولہ ہے اسی طرح جملہ الله يستهزئ بهم کا عطف قالوا پر بھی صحیح نہیں ہے اس لیے کہ اس عطف کا اقتضاء یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا استہزاء ان منافقین کے ساتھ اس حال سے مقید ہے کہ وہ توسط بین الکمالین ہوا کرتا ہے۔

www.Bhalli.Info

الورقة الخامسة ..... فی البلاغة..... وفاق المدارس العربية باكستان..... شعبان ۱۴۳۳ھ
ورقة الاختبار السنوی للمرحلة العالية ..... للبنات ..... مجموع الدرجات۱۰۰ ..... الوقت۳ساعات
ملحوظة: اجب عن احد الشقين من كل سوال فقط ان اجبت بالعربية الفصحى تستحق عشر درجات

السوال الاول (الف) ..... ففصاحة الكلمة سلامتها من تنافر الحروف و مخالفة القياس و الغرابة.

(۱) فصاحت کی لغوی اور اصطلاحی تعریف کریں۔ (۲) فصاحت کی قسمیں بیان کریں۔ (۳) مذکورہ عبارت کی تمام قیودات کی تشریح کریں۔

الجواب الاول (الف) اس سوال میں تین امورحل طلب ہیں

① فصاحت کی تعریف۔ ② فصاحت کی قسمیں۔ ③ قیودات کی تشریح۔

☆ **(۱) فصاحت کی تعریف:**

فصاحت کا لغوی معنی بیان اور ظہور ہے اور اصطلاح میں فصاحت کلمہ، کلام اور متکلم تینوں کی صفت واقع ہوا کرتی ہے۔

☆ **(۲) فصاحت کی قسمیں:**

فصاحت کی تین قسمیں ہیں: ① کلام ضعف تالیف سے خالی ہو۔ ② کلام تنافر کلمات سے خالی ہو۔ ③ کلام تعقید لفظی سے خالی ہو۔

☆ **(۳) قیودات کی تشریح:**

تنافر: نفرت سے ہے یعنی ایک ہی کلمہ میں وہ حروف جمع ہو جائیں کہ ان کے اجتماع سے ادائیگی تلفظ میں ثقل پیدا ہو جائے جیسے ظش کھردری جگہ ھعخع اونٹوں کی گھاس وغیرہ۔

مخالفت قیاس: وہ کلمہ جس میں گرائمر اور قواعد وقوانین کا خیال نہ رکھا گیا ہو جیسے متنبی کا شعر ہے:

فان یك بعض الناس سیفا لدولة　　ففی الناس بوقات لها و طبول

یہاں لفظ بوق کی جمع بوقات آئی ہے جبکہ قیاس کے مطابق کی جمع قلت ابواق آتی ہے۔

غرابة: ایسا کلمہ کہ اس کے معنی حقیقی کی طرف ذہن آسانی سے رسائی نہ کر سکے اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگوں کے استعمال اور سننے میں عام نہ ہو جیسے تکاکا اس کا معنی اجتماع اور افرنقع بمعنی انصرف

یعنی یہ الفاظ معروف نہیں یا اہل عرب میں رائج نہیں اس لئے ان کے معانی میں پیچیدگی ہے۔

(ب) ..... وبلاغة المتكلم ملكة يقتدر بها على التعبير عن المقصود بكلام بليغ فی ای غرض كان.

(۱) عبارت پر اعراب لگا کر تشریح کریں۔ (۲) تنافر، مخالفت قیاس، ضعف تالیف، تعقید لفظی ومعنوی معلوم کرنے کے کیا طریقے ہیں تفصیل سے بیان کریں۔

الجواب الاول (ب) اس سوال میں دو امورحل طلب ہیں

① اعراب وتشریح۔ ② تنافر مخالفت قیاس ضعف تالیف تعقید لفظی ومعنوی۔

☆ **(۱) اعراب:**

فَبَلَاغَةُ الْمُتَكَلِّمِ مَلَكَةٌ يَقْتَدِرُ بِهَا عَلَى التَّعْبِيْرِ عَنِ الْمَقْصُوْدِ بِكَلَامٍ بَلِيْغٍ فِيْ أَيِّ غَرَضٍ كَانَ.

☆ **(۲) تشریح، تنافر مخالفت قیاس ضعف تالیف تعقید لفظی ومعنوی:**

تنافر حروف ذوق کے ذریعہ پہچانا جاتا ہے اور مخالفة القياس علم صرف سے، ضعف تالیف اور تعقید لفظی علم نحو سے پہچانی جاتی ہے اور غرابت کلام عرب پر کثرت اطلاع حاصل ہونے سے پہچانی جاتی ہے اور تعقید معنوی علم بیان کے ذریعہ اسی طرح احوال اور احوال کے مقتضیات علم معانی کے ذریعہ معلوم کیے جاتے ہیں لہٰذا علم معانی کے طالب پر واجب ہے کہ وہ لغت، صرف، نحو، معانی اور بیان کو پہچانے اور ساتھ ہی وہ شخص سلیم الذوق بھی ہو، کلام عرب میں اس کی معلومات کثیر ہو۔

السوال الثانی (الف) ..... والثانية موضوعة لمجرد ثبوت المسند للمسند إليه، نحو: الشمس مضيئة وقد تفيد الاستمرار بالقرائن إذا لم يكن فی خبرها فعل، نحو: العلم نافع، والاصل فی الخبر .....

(۱) عبارت پر اعراب لگائیں۔ (۲) الثانية سے کیا مراد ہے؟ (۳) عبارت کی تشریح کرتے ہوئے بتائیں کہ "والاصل فی الخبر" سے کیا بتانا چاہتے ہیں؟

الجواب الثانی (الف) اس سوال میں تین امورحل طلب ہیں

① اعراب۔ ② الثانية سے مراد۔ ③ تشریح۔ والاصل فی الخبر سے مراد۔

www.Bhalli.Info